

# تاریخ تئج

(ابتداء سے غمت صغریٰ تک)



غلام حسن محرمی

ترجمہ: سید نسیم رضا زید می آصف  
Translation Movement

ترجمہ: سید نسیم رضا زید می آصف

مجمع جهانی اہل بیت علیہم السلام

## حرف اول

جب آفتاب عالم تاب افق پر نمودار ہوتا ہے کائنات کی ہر چیز اپنی صلاحیت و ظرفیت کے مطابق اس سے فیضیاب ہوتی ہے حتیٰ تھے تھے پودے اس کی کرنوں سے سبزی حاصل کرتے اور غنچے و کلیاں رنگ و نکھار پیدا کر لیتی ہیں تاریکیاں کافور اور کوچہ و راہ اجالوں سے پر نور ہو جاتے ہیں، چنانچہ متمدن دنیا سے دور عرب کی سنگلاخ وادیوں میں قدرت کی فیاضیوں سے جس وقت اسلام کا سورج طلوع ہوا، دنیا کی ہر فرد اور ہر قوم نے قوت و قابلیت کے اعتبار سے فیض اٹھایا۔

اسلام کے مبلغ و موسس سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ غار حراء سے مشعل حق لے کر آئے اور علم و آگہی کی پیاسی اس دنیا کو چشمہ حق و حقیقت سے سیراب کر دیا، آپ کے تمام الہی پیغامات ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل فطرت انسانی سے ہم آہنگ ارتقائے بشریت کی ضرورت تھا، اس لئے ۲۳ برس کے مختصر عرصے میں ہی اسلام کی عالمتاب شاعین ہر طرف پھیل گئیں اور اس وقت دنیا پر حکمراں ایران و روم کی قدیم تہذیبیں اسلامی قدروں کے سامنے ماند پڑ گئیں، وہ تہذیبی اصنام جو صرف دیکھنے میں اچھے لگتے ہیں اگر حرکت و عمل سے عاری ہوں اور انسانیت کو سمت دینے کا حوصلہ، ولولہ اور شعور نہ رکھتے تو مذہب عقل و آگہی سے روبرو ہونے کی توانائی کھودیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک چوتھائی صدی سے بھی کم مدت میں اسلام نے تمام ادیان و مذاہب اور تہذیب و روایات پر غلبہ حاصل کر لیا۔

اگرچہ رسول اسلام ﷺ کی یہ گرانہما میراث کہ جس کی اہل بیت علیہم السلام اور ان کے پیرووں نے خود کو طوفانی خطرات سے گزار کر حفاظت و پابانی کی ہے، وقت کے ہاتھوں خود فرزند ان اسلام کی بے توجہی اور ناقدری کے سبب ایک طویل عرصے کے لئے تنگناہیوں کا شکار ہو کر اپنی عمومی افادیت کو عام کرنے سے محروم کر دی گئی تھی، پھر بھی حکومت و سیاست کے عتاب کی پروا کئے بغیر مکتب اہل بیت علیہم السلام نے اپنا چشمہ فیض جاری رکھا اور چودہ سو سال کے عرصے میں بہت سے ایسے جلیل القدر

علماء و دانشور دنیائے اسلام کو تقدیم کئے جنہوں نے بیرونی انکھار و نظریات سے متاثر اسلام و قرآن مخالف فکری و نظری موبجوں کی زد پر اپنی حق آگین تحریروں اور تقریروں سے مکتب اسلام کی پشت پناہی کی ہے اور ہر دور اور ہر زمانے میں ہر قسم کے ٹکوک و ثبات کا ازالہ کیا ہے، خاص طور پر عصر حاضر میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد ساری دنیا کی نگاہیں ایک بار پھر اسلام و قرآن اور مکتب اہل بیت علیہم السلام کی طرف اٹھیں اور گڑھی ہوئی ہیں، دشمنان اسلام اس فکری و معنوی قوت و اقتدار کو توڑنے کے لئے اور دوستداران اسلام اس مذہبی اور ثقافتی موج کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑنے اور کامیاب و کامراں زندگی حاصل کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں یہ زمانہ علمی اور فکری مقابلے کا زمانہ ہے اور جو مکتب بھی تبلیغ اور نشر و اشاعت کے بہتر طریقوں سے فائدہ اٹھا کر انسانی عقل و شعور کو جذب کرنے والے انکھار و نظریات دنیا تک پہنچائے گا وہ اس میدان میں آگے نکل جائے گا۔ (عالمی اہل بیت۔ کونسل) مجمع جهانی اہل بیت علیہم السلام نے بھی مسلمانوں خاص طور پر اہل بیت عصمت و طہارت کے پیروں کے درمیان ہم فکری و یکجہتی پیدا کرنے کو وقت کی ایک اہم ضرورت قرار دیتے ہوئے اس راہ میں قدم اٹھایا ہے کہ اس نوراڈنی تحریک میں حصہ لے کر بہتر انداز سے اپنا فریضہ ادا کرے۔

تاکہ موجودہ دنیائے بشریت جو قرآن و عترت کے صاف و شفاف معارف کی پیاسی ہے زیادہ سے زیادہ عشق و معنویت سے سرشار اسلام کے اس مکتب عرفان و ولایت سے سیراب ہو سکے، ہمیں یقین ہے عقل و خرد پر استوار ماہرانہ انداز میں اگر اہل بیت عصمت و طہارت کی ثقافت کو عام کیا جائے اور حریت و بیداری کے علمبردار خاندان نبوت رسالت کی جاواں میراث اپنے صحیح خدو خال کے ساتھ دنیا تک پہنچائی جائے تو اخلاق و انسانیت کے دشمن، انانیت کے ٹکار، سامراجی خوں خواروں نیز نام نہاد تہذیب و ثقافت اور عصر حاضر کی ترقی یافتہ جہالت سے کھکی ماندی آدیت کو امن و نجات کی دعوتوں کے ذریعہ امام عصر (عج) کی عالمی حکومت کے استقبال کے لئے تیار کیا جاسکتا ہے۔ ہم اس راہ میں تمام علمی و تحقیقی کوششوں کے لئے محققین و مصنفین کے شکر گزار ہیں اور خود کو مؤلفین و مترجمین کا ادنیٰ خدمتگار تصور کرتے ہیں، زیر نظر کتاب مکتب اہل بیت علیہم السلام کی

ترویج و اشاعت کے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، فاضل علامہ ”غلام حسن محرمی“ کی گرانقدر کتاب ”تاریخ تشیع (ابتداء سے غیبت صغریٰ تک)“ کو فاضل جلیل مولانا سید نسیم رضا آصف زیدی نے اردو زبان میں اپنے ترجمہ سے آراستہ کیا ہے جس کے لئے ہم دونوں کے شکر گزار ہیں اور مزید توفیقات کے آرزو مند ہیں، اسی منزل میں ہم اپنے تمام دوستوں اور معاونین کا بھی صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کے مقرر عام تک آنے میں کسی بھی عنوان سے زحمت اٹھائی ہے، خدا کرے کہ ثقافتی میدان میں یہ ادنیٰ جہاد رضائے مولیٰ کا باعث قرار پائے۔



ترجمہ تحریک  
Translation Movement

## پہلی فصل

### منابع پر ایک سرسری نظر

ہم اس کتاب میں وہ تمام چیزیں جو تاریخ تیح سے مربوط ہیں ان پر تمام جوانب سے تحقیق و جستجو نہیں کریں گے بلکہ اہم ترین منابع و ماخذ کی طرف صرف اشارہ کریں گے، تاریخی کتابیں یا وہ کتابیں جو معصومین کی زندگی کے بارے میں لکھی گئی ہیں نیز کتب احادیث، رجال وغیرہ بھی جو شیعہ تاریخ سے مربوط ہیں، ان کا مختصر طور سے خلاصہ بھی پیش کریں گے، اس وجہ سے شیعہ تاریخ کے منابع کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: ۱۔ خصوصی منابع

۲۔ عمومی منابع

ہم عمومی منابع کو بعد میں بیان کریں گے۔

خصوصی منابع

۱۔ مقال الطالین

شیعہ تاریخ کے حوالے سے ایک بہترین منبع کتاب مقال الطالین ہے، اس کتاب کے مؤلف ابو الفرج علی ابن حسین اصفہانی ہیں جو ۸۴۶ھ میں اصفہان میں پیدا ہوئے اور بغداد میں پروان چڑھے، آپ نے بغداد کے بزرگ علماء سے علم حاصل کیا، آپ کا سلسلہ نسب بنی امیہ تک پہنچتا ہے لیکن آپ کا مذہب علوی ہے۔ اس کتاب کا موضوع جیسا کہ خود اس کتاب کے نام سے واضح اور روشن ہے ان طالبین کے بارے میں ہے جو ظالموں اور سمجھاروں کے ہاتھوں قتل ہوئے جیسا کہ مؤلف فرماتے ہیں:

انشاء اللہ ہم اس کتاب میں خدائے متعال کی مدد سے ابوطالب کی وہ اولاد جو زمانہ رسول سے لے کر اس وقت تک (جس دن یہ کتاب لکھنی شروع کی ہے یعنی جمادی الاول ۱۳۱ھ میں لکھی گئی ہے) قتل اور شہید ہوئے ہیں اس میں مختصراً ذکر کیا ہے کہ کون زہر سے شہید ہوا، کون وقت کے بادشاہوں کے ظلم سے معنی و روپوش ہو گیا اور پھر وہیں انتقال کیا اور کن لوگوں نے زندان میں انتقال فرمایا وغیرہ اور ان تمام چیزوں کے ذکر کرنے میں ترتیب کی رعایت کی ہے نہ کہ ان کے فضل کی۔!

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ زمانہ رسول اللہ سے بنی عباس کی تشکیل حکومت تک اور دوسرا حصہ عباسیوں کے زمانہ سے مربوط ہے۔ اگرچہ اس کتاب میں ابوطالب کے شہداء کی تحقیق اور چھان بین کی گئی ہے لیکن اس اعتبار سے کہ اماموں، بہروں اور علمی شہیدوں کے ماننے والوں کے حالات بھی معرض تحریر میں آگئے ہیں اور کتاب کے کسی حصہ سے بھی آپ تاریخ شیعہ کا استخراج کر سکتے ہیں یہ کتاب تشیع کی سیاسی تاریخ سے مربوط ہے اس لئے اس میں تاریخ شیعہ پر تمام جوانب سے کم بحث کی گئی ہے۔

### الدرجات الرفیعة فی طبقات الشیعة

اس کتاب کے مؤلف سید علی خان شیرازی ہیں جو ۵۵ جمادی الاول ۱۲۵۲ھ مدینہ میں پیدا ہوئے اور وہیں آپ نے علم حاصل کیا، ۶۸ھ میں حیدرآباد ہندوستان ہجرت کر گئے، ۴۸ سال وہیں قیام کیا اور وہیں سے امام رضا کے زیارت کے لئے ایران کا سفر کیا، ۱۰۱ھ میں شاہ سلطان حسین صفوی کے زمانہ میں اصفہان تشریف لے گئے دو سال اسی شہر میں قیام کیا اور دو سال کے بعد شیراز تشریف لے گئے اور اس شہر کی علمی و دینی زعامت کو اپنے ذمہ لیا کتاب الدرجات الرفیعة فی طبقات الشیعة اس بلند مرتبہ شیعہ دانشور کی تالیفات میں سے ایک ہے اگرچہ اس کتاب کا موضوع شیعوں کے حالات کی وضاحت اور ان کی تاریخ ہے نہ کہ تاریخ تشیع، لیکن اس سے تشیع کی عام تاریخ کے بارے میں دو دلیلوں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے ایک تو یہ کہ مختلف زمانوں میں شیعوں کے حالات کی چھان بین، دوسرے یہ کہ خود مؤلف کتاب نے مقدمہ میں اختصار کے ساتھ شیعہ تاریخ کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ خصوصاً

<sup>۱</sup> ابولفرج اصفہانی، مقدمہ کتاب مقاتل الطالبین، منشورات الشریف الرضی، قم، طبع دوم ۱۴۱۶ھ، ص ۲۴۔  
<sup>۲</sup> ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات الشریف الرضی، قم، طبع دوم، ۱۴۱۶ھ ہجری، ص ۲۴۔

بنی امیہ کے سخت دور کا ذکر کیا ہے، آپ نے کتاب کے مقدمہ میں بیان کیا ہے، خدا تم پر رحمت نازل کرے تم یہ جان لو کہ امیرالمومنین اور تمام ائمہ کے شیعہ ہر زمانے میں حاکموں کے ڈر سے خفیہ زندگی بسر کرتے تھے اور بادشاہ وقت کی نگاہ سے دور رہتے تھے۔ اس کے بعد معاویہ کے استبدادی زمانے سے لے کر عباسیوں کے دور تک کو بیان کیا ہے یہ کتاب جیسا کہ مؤلف نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے بارہ طبقات پر مشتمل ہے یعنی شیعوں کو بارہ طبقتوں میں تقسیم کرنے کے بعد ان کی تحقیق اور چھان بین کی ہے جو اس طرح سے ہے۔

۱۔ صحابہ

۲۔ تابعین

۳۔ وہ محدثین جنہوں نے ائمہ طاہرین علیہم السلام سے حدیث نقل کی ہیں

۴۔ علماء دین

۵۔ حکماء اور متکلمین

۶۔ عرب علماء

۷۔ صوفی سردار

۸۔ بادشاہ اور سلاطین

۹۔ رؤسا

<sup>۱</sup> الشیرازی، سید علی خان، الدرجات الرفیعة فی طبقات الشیعة، مؤسسة الوفا، بیروت ص ۳، ۴۔

۱۰۔ وزراء

۱۱۔ شعراء

۱۲۔ خواتین

اس قیمتی کتاب سے اس وقت جو ہماری دسترس میں ہے وہ مذکورہ مطالب پر مشتمل ہے پہلا طبقہ یعنی صحابہ کا حصہ بطور کامل۔ چوتھا طبقہ یعنی علماء کے باب کا کچھ حصہ، گیارہواں طبقہ یعنی شعراء کے باب سے بہت تھوڑا۔ یہ کتاب صحابہ کے درمیان تشیع کے موضوع پر ایک اہم اور بہترین کتاب ہے نیز اس سلسلے میں جامعیت رکھتی ہے، اس کتاب کے مؤلف نے شیعہ رجال اور علماء کے نظریات کو شیعہ صحابہ کے بارے میں جمع کیا ہے لیکن اس کے باوجود ان کے بارے میں انہار نظر نیز تحقیق و تجزیہ بہت کم کیا ہے۔

ایمان الشیعہ

اس بے نظیر اور قیمتی کتاب کے مؤلف شیعوں کے عظیم محقق اور عالم دین مرحوم سید محسن امین ہیں، کتاب ایمان الشیعہ خود ہی جیسا کہ اس کے نام سے معلوم ہے ایک ایسی کتاب ہے جو بزرگان شیعہ کے حالات اور ان کے زندگی نام کو بیان کرتی ہے، اس کتاب میں تین مقدمے ہیں جن میں سے پہلے مقدمہ میں مصنف کی روش کو بیان کیا گیا ہے اس مقدمہ کے شروع میں آیا ہے: ”فی ذکر طریقتنا فی هذا الکتاب وحی امور...“ یعنی اس کتاب میں ہماری روش کے ذکر کے متعلق جس میں یہ چند امور ہیں... پھر چودہ حصوں میں اپنی روش کی تفصیل بیان کی ہے لیکن دوسرا مقدمہ شیعوں کی عمومی تاریخ کے بارے میں ہے جو بارہ ابحاث پر مشتمل ہے اور تیسرا مقدمہ کتاب کے منابع و مصادر کے بارے میں ہے: پہلی بحث: شیعیت کا مفہوم اور اس کے معنی: تمام شیعہ اصطلاحات، شیعہ فرقوں کے بارے میں اہل سنت مصنفین کے نظریات اور تنقید۔

دوسری بحث: شیعیت کی ابتدا اور اس کا فروغ پانا، شیعہ صحابہ، شیعوں کی کثرت



تیسری بحث: بعض مظالم کی طرف اشارہ ہے جو اہل بیت اور ان کے شیعوں پر ہوئے ہیں۔

چوتھی بحث: شیعان اہل بیت سے غیر منصفانہ برتاؤ۔

پانچویں بحث: اہل بیت پر مسلسل حملے۔

چھٹی بحث: شیعوں پر بہت زیادہ بہتان و افترا پردازی اور شیعہ اثنا عشری عقائد کا خلاصہ۔

ساتویں بحث: اسلامی ممالک میں تشیع کے پھیلنے کے اسباب۔

آٹھویں بحث: اہل بیت کی فضیلت اور اسلام کے لئے ان کی خدمات۔

نویں بحث: شیعہ امامیہ کے عقائد۔

دسویں بحث: شیعہ ادبا، علما، شعراء اور مؤلفین اور ان کی کتابوں کے بارے میں۔

گیارہویں بحث: وزرا، امرا، قہنات اور نقیبان شیعہ کے بارے میں۔

بارہویں بحث: شیعہ نشین شہروں کا ذکر۔ کتاب اعیان الشیعہ کی ارزش و اہمیت ہمارے بیان سے باہر ہے اس لئے کہ یہ کتاب تاریخی تاریخی معلومات اور معارف کا ایک ایسا دریا ہے جس کی گہرائی تک ہم نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی پوری طرح سے اس پر مسلط ہو سکتے ہیں کہ جس سے اس کا اندازہ لگائیں اور اس کے بررسی کریں بلکہ اپنی توانائی کے مطابق اس سے استفادہ کریں، قلم کی فصاحت و بلاغت، مطالب کی گہرائی، مباحث کا نفوذ، عناوین کی تقسیم بندی اور منطقی ترتیب جیسے پہلو اس کتاب کے خاص امتیازات ہیں۔ اس کتاب کے بارے میں تنقیدی اعتبار سے ایک جزئی اشارہ کیا جاسکتا ہے جیسے شیعہ کے دوسرے ناموں کی بحث بہت مختصر

کی گئی ہے اور صرف امامیہ، متاؤلہ، قزلباش، رافضیہ، جعفریہ اور خاصہ جیسے ہی کے ناموں کو شمار کیا گیا ہے جبکہ جو نام شیعوں پر صادق آتے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ میں فظ پہلی صدی میں علوی، ترابی، حسینی وغیرہ نام شیعوں کے بارے میں بیان ہوئے ہیں۔ دوسرا اعتراض جو اس کتاب پر ہو سکتا ہے وہ معنای شیعیت اور اس کے حدود کے بارے میں ہے، بعض ایسے اشخاص کو مؤلف نے شیعہ شمار کیا ہے جن کو خود شیعہ علمائے رجال شیعہ نہیں جانتے، اس لئے کہ اگرچہ یہ لوگ سیاسی اعتبار سے شیعہ تھے لیکن اعتقادی اعتبار سے شیعہ نہیں تھے یعنی سی سی اسی کشمکش میں اہل بیت کے طرفدار تھے لیکن عقائد کے لحاظ سے اہل بیت کے سرچشمہ سے استفادہ نہیں کرتے تھے۔ تیسرا اعتراض یہ کہ ایک فصل کو اس بحث سے مخصوص کرنا چاہیے تھا اور کتاب کے شروع میں کہنا چاہیے تھا کہ شیعوں سے مراد کون لوگ ہیں۔

## تاریخ الشیعہ

کتاب تاریخ شیعہ کے مؤلف علامہ بزرگ مرحوم شیخ محمد حسین مظفر میں یہ کتاب تاریخ شیعہ کا ایک اہم ماخذ و منبع ہے یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے اور استاد ڈاکٹر سید محمد باقر حجتی صاحب کے توسط سے فارسی میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ مرحوم مظفر نے تاریخ شیعہ کو دور پینچمبر سے لے کر اپنے زمانے تک مورد بحث قرار دیا

ہے جو سیاسی عناوین پر مشتمل ہے بطور کلی اس کتاب کے عناوین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: ۱۔ شیعہ کی وسعت کے زمانے

## ۲۔ شیعہ نشین علاقے

۳۔ شیعہ حکومتیں مرحوم مظفر جو ایک عظیم مصنف، عالم ماہر صاحب قلم اور انشاء پرداز سی میں بھرپور تجربہ رکھتے تھے جن کے قلم میں روانی اور طرز تحریر کی خوبی کے علاوہ قادر الکلامی اور استحکام بھی پایا جاتا ہے۔

کتاب تاریخ شیعہ کی ایک خوبی اور امتیاز یہ بھی ہے کہ روئے زمین پر ہر زمانہ میں شیعوں کے پائے جانے کے بارے میں تحقیق کی گئی ہے۔ یہ کتاب تاریخ شیعہ پر تحقیق کرنے والوں کے لئے ہر زمانہ میں ایک اہم ترین ماخذ و منبع ہو سکتی ہے، تاریخ شیعہ دوسری تمام کتابوں پر امتیاز رکھتی ہے لیکن اختصار کی وجہ سے حق مطالب کو ادا نہیں کیا گیا ہے، ہاں بعض موارد جیسے، شیعہ کے مفہوم اور اس کے نام کو اہلیت کے دوستوں سے مخض ہونے کا زمانہ، آغاز تشیع اور شیعیت کا فروغ پانا کہ جن کا تعلق اساس شیعیت سے ہے، ان سب کے بارے میں تفصیل بیان کی گئی ہے۔ مرحوم مظفر مقدمہ کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

میں کسی چیز کا طالب نہیں ہوں مگر یہ کہ لوگ اس بات کو جان لیں کہ تشیع کا سلسلہ رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے شروع ہوا ہے ایرانی اور ابن سبا کی تائیس میں کوئی دخالت نہیں رکھتے ہیں۔ دوسرا اعتراض جو اس کتاب کے بارے میں ہے وہ یہ ہے کہ یہ کتاب تحقیقی نہیں ہے مؤلف محترم نے اختصار کی وجہ سے دوسروں کے نظریوں، آرا کو نقل نہیں کیا ہے اور تنقید بھی نہیں کی ہے۔ مناسب تھا کہ اس کتاب کا ایک حصہ جو اسلامی حکومت کے بارے میں تھا اسے مکمل کیا جاتا اس لئے کہ زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اور ان تحولات و تغیرات کے پیش نظر گئی جو شیعہ حکومتوں کو درپیش تھے مورد بحث قرار دئے گئے ہیں اور ان میں سے بعض ختم ہو گئی ہیں لیکن مترجم محترم نے بعض نئی حکومتوں کا ذکر نہیں کیا ہے اور مزید مطالعہ کی زحمت گوارا نہیں کی ہے، نتیجہ میں اسی شکل میں ترجمہ کر دیا ہے بلکہ بعض شیعہ حکومتوں کی بحث سے لہنگی اور قدامت کی بو آتی ہے۔

### شیعہ در تاریخ

کتاب شیعہ در تاریخ جو محمد حسین زین عالمی کی تالیف ہے اور محمد رضا عطائی نے اس کتاب کا فارسی ترجمہ کیا ہے یہ کتاب آستانہ قدس رضوی کے توسط سے چھپی ہے شیعہ تاریخ کے بارے میں لکھی جانی والی کتابوں کے لئے یہ ایک اہم منبع و ماخذ ہے یہ کتاب پانچ

فصلوں اور ایک خاتمہ پر مرتب ہوئی ہے پہلی فصل: شیعہ عقائد کا مختصر خاکہ اس کے معنی اور مفہوم نیز سابقہ شیعیت کے بیان میں ہے۔

دوسری فصل: شیعوں سے وجود میں آنے والے گروہ اور فرقوں کے بیان میں ہے۔

تیسری فصل: پیغمبر کے بعد سے امام حسین کی شہادت تک کی تاریخ اور اس پر تجزیہ و تبصرہ کے علاوہ اس دوران جو حادثات واقعات واقع ہوئے ہیں ان کا بیان ہے۔

چوتھی فصل: اموی اور عباسی خلفاء کے زمانے میں شیعوں کا اپنے موقف پر قائم رہنا سے مربوط ہے۔

پانچویں فصل: غلو اور غالیوں سے شیعوں کا انظار بیزاری کرنا۔

”شیعہ در تاریخ“ شیعوں کے اندرونی فرقوں کے بارے میں ایک اچھا منبع و ماخذ ہے بالخصوص شیعوں کے فرقوں کے وجود میں آنے کے علل و اسباب کو بیان کیا گیا ہے اور اچھا تجزیہ و تبصرہ کیا ہے۔ یہ کتاب تاریخ تشیع کے عنوان سے بہت زیادہ جامع نہیں ہے کیونکہ کہیں کہیں ایسی بحثیں جو بیان ہوئی ہیں جو تاریخ تشیع کے دائرے سے خارج ہیں، جیسے وہ بحثیں تاریخ خلافت اور خوارج کے بارے میں پیش کی گئی ہیں وہ تاریخ تشیع سے بالکل خارج ہیں۔

## جہاد الشیعہ

تاریخ شیعہ کے منابع میں سے ایک کتاب جہاد شیعہ ہے اگرچہ اس کی اصلی بحثیں شیعہ اور شیعہ فوجیوں کے جہاد و انقلاب کے بارے میں ہیں، اس کتاب کی مؤلفہ محترمہ ڈاکٹر سمیرہ مختار لیشی (استاد عین شمس یونیورسٹی، مصر) میں کتاب جہاد شیعہ دارالاجل مطبع بیروت وزیری سائز میں بصورت مجلد ۳۹۶ء میں شائع ہوئی جو ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے، یہ کتاب مقدمہ کے بعد پانچ ابواب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، اس کتاب کا موضوع جہاد شیعہ ہے کہ اس کتاب میں تقریباً دوسری صدی ہجری کے آخر تک کے حالات کو مورد

بحث و بررسی قرار دیا گیا ہے بہ عبارت دیگر: اس کتاب کی مؤلفہ ایک طرف عباسیوں کے خلاف شیعوں کی فوجی تحریک اور جہاد، نیز علویوں کے قیام اور ان کی شکست کے اسباب کو بیان کرتی ہیں، شیعہ فرقوں، ان کی تحریکیں، ان کے اجتماعی اور سیاسی موقف کو جو اس زمانہ میں موجود تھے بیان کرتی ہیں دوسری طرف خلفا کی سیاست جو ائمہ اطہار علیہم السلام اور شیعوں کے بارے میں تھی اس پر بھی انہوں نے روشنی ڈالی ہے۔ عام شیعہ تاریخ کے مباحث پہلے باب کے ایک حصہ میں بیان کئے ہیں جیسے: شیعہ در لغت، مفاہیم شیعہ شیعوں کے وجود میں آنے کی تاریخ، امام حسین، کے جہاد کا اثر، عراق میں شیعوں کا جہاد، شیعہ کیسانہ کا وجود، شیعہ امامیہ کے فرقے نیز تحقق شیعیت اور تاریخ شیعہ کے بارے میں مختلف نظریوں کو بیان کیا ہے۔ تھا ایک اعتراض جو اس کتاب پر وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے ائمہ اطہار علیہم السلام کے سیاسی نظریات کو اپنے لحاظ سے بیان کیا ہے چونکہ وہ شیعہ نہیں تھیں اسی وجہ سے وہ ائمہ کے سیاسی تفکر کے اصول کو نہیں سمجھ سکیں اور اسی وجہ سے امام حسین علیہ السلام کے بعد وہ امامت کے مبانی اور اصول کو روحانی و علمی امامت بتاتی ہیں وہ ان (بقیہ نوائے) کی روش کو امیرالمومنین، امام حسن، اور امام حسین، کی روش سے جدا جانتی ہیں!۔

ایران میں تاریخ تشیع اپنے آغاز سے ساتویں صدی ہجری تک

اس کتاب کے لکھنے والے جناب رسول جعفریان، حوزہ علمیہ قم کے ایک بزرگ محقق ہیں، یہ کتاب اپنی صنف میں محتقانہ و بے نظیر ہے مؤلف مذکور کی بہت سی تالیفات میں ایک بہترین تالیف ہے نیز تاریخ تشیع پر تحقیق کے لئے بہترین منابع میں سے ایک ہے، یہ کتاب تاریخ کی معلومات کے حوالہ سے نہایت قیمتی ہے کہ تاریخ تشیع میں کوئی بھی محقق اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، اس کتاب کی خوبیوں میں سے ایک خوبی اس کے متن کی بے نیازی ہے اگر کوئی نقص اس میں پایا بھی جاتا ہے تو اس کی شکل و صورت کے اعتبار سے ہے مثلاً جو حاشیے ہیں وہ فنی اعتبار سے اعلیٰ اور معیاری نہیں ہیں، دوسرے یہ کہ بعض مطالب جیسے منابع پر تنقید و

تبصرہ خود مطالب کے درمیان ذکر کیا گیا ہے جو پڑھنے والوں کے لئے دشواری کا سبب ہوا ہے بہتر یہ تھا کہ ان مطالب کو علیحدہ اسی عنوان سے لکھا جاتا یا کم از کم حاشیہ میں جدا گانہ لکھا جاتا تاکہ اصل کتاب کا امتیاز اپنی جگہ باقی رہتا۔

### عمومی منابع

تاریخ تشیع کے بارے میں بعض خصوصی کتابوں کی مختصر تحقیق کے بعد تاریخ کے عمومی منابع سے متعلق ہم تحقیق کریں گے، موضوع کی حیثیت سے عمومی منابع اس طرح ہیں۔



ملفوظات تاریخ  
National Archives

۱۔ تاریخ عمومی

۲۔ ائمہ کی زندگانی

۳۔ کتب فتن و حروب

۴۔ کتب رجال و طبقات

۵۔ کتب جغرافیہ

۶۔ کتب اخبار

۷۔ کتب نسب

۸۔ کتب حدیث

۹۔ کتب ملل و نحل

## تاریخ عمومی

اس کتاب میں تاریخ تشیع کی تحقیق زیادہ تر ان کتابوں سے کی گئی ہے جو پہلی صدی ہجری یا تاریخ خلفاء یا اس جیسے دور میں لکھی گئی ہیں، جیسے تاریخ یعقوبی، مروج الذهب، تاریخ طبری، الکامل فی التاریخ، الامامة والیاسة، العبر، تاریخ خلفاء، شرح نج البلاغہ ابن ابی الحدید، حتی وہ تحقیقی اور تاریخی کتابیں جو معاصرین نے لکھی ہیں تاریخ کی عمومی کتابوں میں سے سب سے زیادہ جس سے فائدہ اٹھایا گیا ہے وہ تاریخ یعقوبی اور مروج الذهب ہے، ان دو کتابوں میں تقریباً بے طرف ہو کر تاریخی حوادث اور واقعات کو لکھا گیا ہے اور اس میں حقیقت پوشی سے کام نہیں لیا گیا ہے۔

یعقوبی نے اصحاب پیغمبر کی ابو بکر کی خلافت سے مخالفت کو تفصیل سے بیان کیا ہے نیز پیغمبر کی رحلت کے بعد جو گروہ بنڈیاں ہوئیں انہیں بھی بیان کیا ہے، وہ ان واقعات اور حوادث کو ذکر کرتے ہیں جو تاریخ شیعہ سے مربوط ہیں جیسے حکومت امیر المومنین، صلح امام حسن، شہادت حجر بن عدی، شہادت عمرو بن حمق<sup>۵</sup> اور شہادت امام حسینؑ کو اپنی قدرت و توانائی کے مطابق بیان کیا ہے اور اس نے حق مطلب کو تقریباً ادا کیا ہے۔ سعودی ایسے مؤرخ ہیں جنہوں نے کتاب مروج الذهب اور التنبیہ والاشراف میں حقیقت کو چھپانے میں تعد سے کام نہیں لیا ہے، نیز کتاب مروج الذهب اور التنبیہ والاشراف میں تنبیہ کا خلاصہ بیان کیا ہے، اصحاب کے درمیان اختلاف اور بنی ہاشم کا ابو بکر کی بیعت نہ کرنے کو ذکر کیا ہے۔

سعودی نے اس کتاب میں دوسری جگہ قضیہ فدک کو تحریر کیا ہے، جو بھی واقعات امیر المومنین اور شہادت امام حسین کے دوران وجود میں آئے ہیں ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے<sup>۸</sup> اس کے علاوہ مروج الذهب میں جگہ جگہ شیعوں کے نام ان کے قبیلوں

<sup>۱</sup> ابن واضح، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، منشورات شریف الرضی، قم ۱۴۱۴ھ، ج: ۲، ص ۱۲۳ تا ۱۲۶۔

<sup>۲</sup> ابن واضح، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، منشورات شریف الرضی، قم ۱۴۱۴ھ، ج ۳، ص ۱۷۹، ۱۷۸۔

<sup>۳</sup> گزشتہ حوالہ، ص ۲۱۵، ۲۱۴۔

<sup>۴</sup> گزشتہ حوالہ، ص ۲۳۱، ۲۳۰۔

<sup>۵</sup> گزشتہ حوالہ، ص ۲۳۲، ۲۳۱۔

<sup>۶</sup> گزشتہ حوالہ، ص ۲۴۶، ۲۴۳۔

<sup>۷</sup> مروج الذهب، ج ۳، ص ۲۶۲۔

<sup>۸</sup> گزشتہ حوالہ، ج ۲، ص ۲۴۶ تا ۲۶۶۔

اور دشمنان اہل بیت کے ناموں کو ذکر کیا ہے، اسی طرح ائمہ اطہار علیہم السلام کی وفات کے تمام سال کو ان کی مختصر حیات طیبہ کے ساتھ بیان کیا ہے خصوصی طور سے دوسری صدی ہجری میں علویوں کے قیام کی بطور مفصل وضاحت کی ہے۔

## ائمہ علیہم السلام کی زندگانی

ائمہ علیہم السلام کی زندگی سے مربوط جو کتابیں ہیں ان میں شیخ مفید کی کتاب الارشاد، ابن جوزی کی تذکرہ تاج خواص کی بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ کتاب الارشاد مہم ترین شیعوں کا پہلا ماخذ ہے جس میں بارہ اماموں کی زندگی موجود ہے اس اعتبار سے کہ امیر المومنین کی زندگی کا بعض حصہ رسول اسلام ﷺ کے زمانہ میں تھا، پیغمبر کی سیرت کو بھی اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے خصوصاً آنحضرت کی جنگیں، جنگ تبوک کے علاوہ حضرت علی، تمام جنگوں میں موجود تھے، اس کتاب کے بارے میں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ تاریخ تشیع اور امام معصوم کی زندگی کی تاریخ کے بارے میں کوئی بھی محقق اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہے۔

## کتب فتن و حروب

یہ کتاب ان جنگوں کے بیان سے مخصوص ہے جو مسلمانوں کی تاریخ نگاری میں کافی اہمیت کی حامل ہیں، ان میں سے قدیم ترین کتاب وقتاً لصفین ہے جو نصر بن مزاحم منقری (متوفی ۱۲۲ھ) کی تالیف ہے۔ جس میں صفین کے واقعہ میں اور جنگ کو بیان کیا گیا ہے، اس کتاب میں حضرت علی، اور معاویہ کے درمیان مکاتبات اور حضرت کے خطبات اور مختلف تقریروں کے سلسلہ میں اہم اطلاعات موجود ہیں، اس کتاب کے مطالب کے درمیان مفید معلومات اصحاب پیغمبر کے حضرت علی سے متعلق خیالات اور عرب کے مختلف قبائل کے درمیان تشیع کے نفوذ کی عکاسی پائی جاتی ہے۔ کتاب الغارات مؤلف ابراہیم ثقفی کو فی ۲۸۳ھ یہ کتاب بھی ایک اہم منابع میں سے ہے جو اسی سلسلہ میں لکھی گئی ہے اس کتاب میں امیر المومنین کی خلافت کے زمانے کے حالات بیان کئے گئے ہیں، اس کتاب میں معاویہ کے کارندوں اور غارت گروں کے بارے میں کہ جو حضرت علی کی حکومت میں تھے



تحقیق کی گئی ہے، اس کتاب سے امیرالمومنین کے دور کے شیعوں کے حالات کو سمجھا جاسکتا ہے۔ اہل یا نصرہ یا بجل شیخ مفید کی یہ کتاب ارزش مند منابع میں سے ایک ہے کہ جس میں جنگ جمل کے حالات کی تحقیق کی گئی ہے چونکہ یہ کتاب حضرت علی کی پہلی جنگ جو آپ کی خلافت کے زمانے میں واقع ہوئی ہے اس کے متعلق ہے لہذا اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا مرتبہ عراق کے لوگوں کے درمیان آپ کے وہاں جانے سے پہلے کیا تھا۔

## کتب رجال و طبقات

علم رجال ان علوم میں سے ہے کہ جن کا ربط علم حدیث سے ہے اور اس علم کا استعمال احادیث کی سند سے مربوط ہے، اس علم کے ذریعہ راویان حدیث اور اصحاب پیغمبر کے حالات زندگی کا پتہ چلتا ہے، رجال شیعہ میں اصحاب پیغمبر کے علاوہ ائمہ معصومین کے اصحاب کو بھی مورد بحث قرار دیا گیا ہے، علم رجال شناسی دو سری صدی ہجری سے شروع ہو اور آج تک جاری ہے اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں بحال و ترقی ہوتی جا رہی ہے، اہل سنت کی بعض معروف و معتبر کتابیں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل میں:

۱۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ابن عبد البر قرطبی ۴۱۳ھ

۲۔ اسد الغابہ فی معرفۃ اصحابہ، ابن اثیر جزیری ۶۳۰ھ

۳۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۶۳۳ھ

۴۔ الاصابہ فی معرفۃ اصحابہ، ابن حجر عسقلانی

اسی طرح شیعوں کی بھی اہم ترین کتابیں درج ذیل میں: ۱۔ اختیار معرفۃ الرجال کشفی شیخ طوسی ۴۱۰ھ

۲۔ رجال نجاشی (فہرست اسماء مصنفی الشیعہ)

۳۔ کتاب رجال یا فرست شیخ طوسی

۴۔ رجال برقی، احمد بن محمد بن خالد برقی ۸۰ھ

۵۔ مئیمہ شیخ صدوق ۳۸۱ھ

۶۔ معالم العلماء، ابن شہر آشوب مازندرانی ۵۸۸ھ

۷۔ رجال ابن داؤد، تقی الدین حسن بن علی بن داؤد حلی ۶۰۰ھ

البتہ شیعوں کے درمیان علم رجال نے زیادہ بحال و ارتقا پیدا کیا ہے اور مختلف حصوں میں تقسیم ہوا ہے۔ بعض کتب رجال جیسے اسد الغابہ، فرست شیخ، رجال نجاشی اور معالم العلماء کو حروف کی ترتیب کے لحاظ سے لکھا گیا ہے اور کچھ کتابیں جیسے رجال شیخ اور رجال برقی رسول اکرم اور ائمہ کے اصحاب کے طبقات حساب سے لکھی گئی ہیں، علم رجال پر اور بھی کتابیں ہیں جن میں لوگوں کو مختلف طبقات کی بنیاد پر پرکھا گیا ہے ان میں سے اہم کتاب طبقات ابن سعد ہے۔

## کتب جغرافیہ

کچھ جغرافیائی کتابیں سفر ناموں سے متعلق ہیں، جن میں اکثر کتابیں تیسری صدی ہجری کے بعد لکھی گئی ہیں چونکہ اس کتاب میں تاریخ تشیع کی تحقیق شروع کی تین صدیوں میں ہوئی ہے، اس بنا پر ان سے بہت زیادہ استفادہ نہیں کیا گیا ہے ہاں بعض جغرافیائی کتابیں جن میں سند کی شناخت کرائی گئی ہے اس تحقیق کے منابع میں سے ہیں، ان کتابوں میں معجم البلدان جامع ہونے کے اعتبار سے زیادہ مورد استفادہ قرار پائی ہے، اگرچہ مؤلف کتاب ”یاقوت حموی“ نے شیعوں کے متعلق تعصب سے کام لیا ہے اور کوفہ کے بڑے خاندان کا ذکر کرتے وقت کسی بھی شیعہ عالم اور بڑے شیعہ خاندانوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔

## کتب اخبار

کتب اخبار سے مراد احادیث کی وہ کتابیں نہیں ہیں جن میں حلال و حرام سے گفتگو کی گئی ہے بلکہ ان سے مراد وہ قدیم ترین تاریخی کتابیں ہیں جو تاریخ کی تدوین کے عنوان سے اسلامی دور میں لکھی گئی ہیں کہ ان کتابوں میں تاریخی اخبار اور حوادث کو راویوں کے سلسلہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، یعنی تاریخی اخبار کے ضبط و نقل میں اہل حدیث کا طرز اپنایا گیا ہے۔ اس طرح کی تاریخ نگاری کی چند خصوصیات میں پہلی خصوصیت یہ کہ ایک واقعہ سے متعلق تمام اخبار کو دوسرے واقعہ سے الگ ذکر کیا جاتا ہے وہ تہا طور پر مکمل ہے اور کسی دوسری خبر اور حادثہ سے ربط نہیں ہے۔

دوسری خصوصیت یہ کہ اس میں ادبی پہلوؤں کا لحاظ کیا گیا ہے یعنی مؤلف کبھی کبھی شعر، داستان مناظرے سے استفادہ کرتا ہے یہ خصوصیت خاص طور پر سے ان اخبار بین کے آثار میں زیادہ دیکھنے میں آتی ہے جو ”ایام العرب“ کی روایات سے متاثر تھے، اسی وجہ سے بعض محققین نے ”خبر“ کی تاریخ نگاری کو زمانہ جاہلیت کے واقعات کے اسلوب و انداز سے ماخوذ جانا ہے۔ تیسری خصوصیت یہ کہ ان میں روایات کی سند کا ذکر ہوتا ہے۔ درحقیقت تاریخ نگاری کا یہ پہلا طرز خصوصاً اسلام کی پہلی دو صدیوں میں کہ جس میں اکثر تاریخ کے خام مواد و مطالب کا پیش کرنا ہوتا تھا اسلامی دور کے مکتوب آثار کا ایک اہم حصہ رہا ہے۔

اسی طرح سے اخبار کی کتابوں کے درمیان کتاب الاخبار الموفیات جو زیر بن بکار کی تالیف کردہ ہے زیادہ اہمیت رکھتی ہے، اس کتاب کا لکھنے والا خاندان زیر سے ہے کہ جس کی اہل بیت سے پرانی دشمنی تھی اس کے علاوہ اس کے، متوکل عباسی (جو امیر المومنین اور ان کی اولاد کا سخت ترین دشمن تھا) سے اچھے تعلقات تھے اور اس کے بچوں کا استاد بھی تھا۔ نیز اس کی جانب سے مکہ میں قاضی کے عہدے پر فائز تھا<sup>۱</sup> ان سب کے باوجود اس کتاب میں ابوبکر کی خلافت پر اصحاب پیغمبر کے اعتراضات

<sup>۱</sup> خطیب بغدادی، الحافظ ابی بکر احمد بن علی، تاریخ بغداد، مطبعة السعادة، مصر، ۱۳۴۹ھ ج ۸، ص ۴۶۷  
<sup>۲</sup> ابن ندیم، الفہرست، بیروت، (بی تا) ص ۱۶۰

کے بارے میں اہم معلومات میں خصوصاً اس میں ان کے وہ اشعار بھی نقل کئے گئے ہیں جو حضرت علیؑ کی جانشینی اور وصایت پر دلالت کرتے ہیں۔

## کتب نسب

نسب کی کتابوں میں انساب الاشراف بلاذری سب سے زیادہ قابل استفادہ قرار پائی ہے جو نسب کے سلسلہ میں سب سے بہترین ماخذ جانی جاتی ہے۔ دوسری طرف اس کتاب کو سوانح حیات کی کتابوں میں بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ علم نسب کے لحاظ سے کتاب حجرۃ الانساب العرب جامع ترین کتاب ہے کہ جس میں مختصر وضاحت بھی بعض لوگوں کے بارے میں کی گئی ہے۔ کتاب منقلہ الطالبین میں ذریت پیغمبرؐ اور سادات کی مہاجرت سے متعلق تحقیق کی گئی ہے۔ ان مطالب سے استفادہ کرتے ہوئے ابتدائی صدیوں میں اسلامی سرزمینوں پر تشیع سے متعلق تحقیق کی جاسکتی ہے۔

## کتب احادیث

تاریخ تشیع کے دوسرے منابع میں سے حدیث کی کتابیں ہیں عرف اہل سنت میں حدیث سے مراد قول، فعل اور تقریر رسول ہے؛ لیکن شیعوں نے رسول کے ساتھ ائمہ معصومین کو بھی شامل کیا ہے اور شیعہ رسول کے ساتھ ائمہ معصومین کے قول، فعل اور تقریر کو بھی حجت مانتے ہیں، اہل سنت کی کتابوں میں صحیح بخاری (۱۹۴-۲۵۶) منذ احمد بن حنبل (۱۶۴-۲۴۱) مستدرک علی الصحیحین حاکم نیشاپوری (ف ۴۵۰) صحابہ کے درمیان تشیع اور امیر المؤمنین کی حقانیت (جو تشیع کی بنیاد ہے) کی تحقیق کے لئے بہترین کتابیں ہیں۔ شیعہ حضرات کی حدیث کی کتابیں جیسے کتب اربعہ: الکافی کلینی (۳۲۹ھ)، من لایحضرہ الفقیہ صدوق (ف ۳۸۱) تہذیب الاحکام و استبصار شیخ طوسی (وفات ۳۲۰ھ) اور دوسری کتابیں جیسے امالی، غرر الفوائد و درر القلائد سید مرتضیٰ (۳۵۵-۴۳۶) الاحتجاج طبرسی (چھٹی صدی) شیعہ احادیث کا عظیم دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) بحار الانوار مجلسی (۱۱۱ھ) وغیرہ کہ جو اہل

سنت کی کتابوں پر امتیازی حیثیت رکھتی ہیں، اس کے علاوہ شیعوں کے فروغ، ان کے رہائشی علاقے، ان کے اجتماعی روابط اور ائمہ معصومین کے ساتھ ان کے ارتباط کے طریقہ کار کا اندازہ ان کی حدیثوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

## کتاب مل و نخل

اس سلسلہ میں اہم ترین ماخذ شہرستانی (۹۷۹ھ-۱۰۴۸ھ) کی کتاب مل و نخل ہے، یہ کتاب جامعیت اور ماخذ کے قدیم ہونے کے اعتبار سے بہترین منابع میں شمار ہوتی ہے، بلکہ یہ کتاب محققین اور دانشمندان کے لئے مرجع ہے اگرچہ مؤلف نے مطالب کو بیان کی میں تعصب سے کام لیا ہے، اس نے کتاب کے مقدمہ میں ۳ فرقہ والی حدیث کا ذکر کیا ہے اور اہل سنت کو فرقہ ناجیہ قرار دیا ہے حتی الامکان شیعہ فرقوں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ ثابت کرے کہ شیعہ فرقوں کی کثرت شیعوں کے بطلان پر دلیل ہے، شہرستانی نے مختاریہ، باقریہ، جعفریہ، مفضلہ، نعمانیہ، ہشامیہ، یونیہ، جیسے فرقوں کو بھی شیعہ فرقوں میں شمار کیا ہے جب کہ ان فرقوں کا خارج میں کوئی وجود ہی نہیں ہے، جیسا کہ مقرریزی نے اپنی کتاب نخل میں کہا ہے کہ شیعہ فرقوں کی تعداد تین سو ہے لیکن ان کو بیان کرتے وقت بیس سے زیادہ فرقہ نہیں بیان کر سکا۔

مل و نخل کی جملہ قدیم ترین اور اہم ترین، اشعری قمی کی مقالات والفرق اور نوبختی کی فرق الشیعہ ہے۔ اشعری قمی اور نوبختی کا شمار شیعہ علماء اور دانشوروں میں ہوتا ہے جن کا زمانہ تیسری صدی ہجری کا نصف دوم ہے۔ کتاب ”المقالات والفرق“ معلومات کے لحاظ سے کافی وسیع ہے اور جامعیت رکھتی ہے لیکن اس کے مطالب پرالگ ذہ میں اور مناسب ترتیب کی حامل نہیں ہے۔ بعض محققین کی نظر میں نوبختی کی کتاب فرق الشیعہ حقیقت میں کتاب المقالات والفرق ہی ہے۔

## دوسری فصل

### شیعوں کے آغاز کی کیفیت

شیعہ: لغت اور قرآن میں لفظ شیعہ لغت میں مادہ شیع سے ہے جس کے معنی پیچھے پیچھے چلنے اور کامیابی اور شجاعت کے ہیں۔<sup>۱</sup> اسی طرح اکثر لفظ شیعہ کا اطلاق حضرت علی کی پیروی کرنے والوں اور ان کے دوستوں پر ہوتا ہے۔<sup>۲</sup> جیسا کہ ازہری نے کہا ہے: شیعہ یعنی وہ گروہ جو عمرت اور خاندان رسول کو دوست رکھتا ہے۔<sup>۳</sup> ابن خلدون نے کہا ہے: لغت میں شیعہ دوست اور پیروکار کو کہتے ہیں، لیکن فقہا اور گذشتہ متکلمین کی نظر میں علی، اور ان کی اولاد کی پیروی کرنے والوں پر اطلاق ہوتا ہے۔<sup>۴</sup> لیکن شہرستانی نے معنی شیعہ کے سلسلے میں دائرہ کوتنگ اور محدود کرتے ہوئے کہا ہے: شیعہ وہ ہیں جو صرف علی کی پیروی کرتے ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ علی کی امامت اور خلافت نص سے ثابت ہے اور کہتے ہیں کہ امامت ان سے خارج نہیں ہوگی مگر ظلم کے ذریعہ۔<sup>۵</sup> قرآن میں بھی لفظ شیعہ متعدد مقامات پر پیروی کرنے والوں اور مددگار کے معنی میں آیا ہے جیسے ”ان من شیعۃ لایراہیم“ (نوح کی پیروی کرنے والوں میں ابراہیم ہیں) دوسری جگہ ہے ”فاستغاثۃ الذی من شیعۃ علی الذی من عدوہ“ موسیٰ کے شیعوں میں سے ایک شخص نے اپنے دشمن کے خلاف جناب موسیٰ سے نصرت کی درخواست کی، روایت نبوی میں بھی لفظ شیعہ پیروان اور علی

<sup>۱</sup> اس شعر کی طرح:

والخزرجی قلبہ مشیع لیس من الامر الجلیل یفزع

ترجمہ: خزرجی لوگ شجاع اور بہادر ہیں اور بڑے سے بڑا کام انجام دینے سے بھی نہیں ڈرتے۔ الفراءبیدی، الخلیل بن احمد، ترتیب کتاب

العین، انتشارات اسوہ، تہران، ج ۲، ص ۹۶۰

<sup>۲</sup> فیروزہ آبادی، قاموس اللغۃ، طبع سنگی ص ۳۳۲۔

<sup>۳</sup> الحسینی الواسطی الزبیدی الحنفی، ابو فیض السید مرتضیٰ، تاج العروس، ج ۱۱ ص ۲۵۷

<sup>۴</sup> ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد، مقدمہ، دار احیا التراث العربی بیروت ۱۴۰۸ھ ص ۱۹۶

<sup>۵</sup> شہرستانی، الملل والنحل، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۳۶۴ھ، ج ۱ ص ۱۳۱

<sup>۶</sup> سورہ صافات، ۸۳، ۳۷

<sup>۷</sup> سورہ قصص، ۱۵، ۲۸

کے دوستوں کے معنی میں ہے لفظ شیعہ شیعوں کے منابع میں صرف ایک ہی معنی اور مفہوم میں استعمال ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ شیعہ، شیعہ، علی، اور ان کے گیارہ فرزندوں کی جانشینی کے معتقد ہیں جن میں پیغمبر کی وفات کے بعد سے لے کر غیبت صغریٰ تک کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے، جس طرح سے تیسری ہجری کے دوسرے حصہ کے نصف میں مکمل بارہ اماموں پر یقین رکھتے تھے، پہلے دور کے شیعہ جو پیغمبر کے اصحاب تھے وہ بھی اس بات کے معتقد تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے بارہ اماموں کے نام حدیث نبوی سے یاد کئے تھے اگرچہ سمگرا حاکموں کے خوف کی بنا پر کچھ شیعہ ان روایات کو حاصل نہیں کر پائے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اپنے زمانے کے امام کی معرفت واجب ہے جیسا کہ پیغمبر نے فرمایا: (من مات لا یعرف امامہ مات میتہ جا علیہ<sup>۱</sup>) جو اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے اور مر جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔ اس رو سے ہم دیکھتے ہیں جس وقت امام جعفر صادق۔ کی شہادت واقع ہوئی ابن حجر عسقلانی جو اہل سنت کے دانشمندیوں میں سے ایک ہیں انہوں نے اس حدیث کو جو بارہ اماموں کے بارے میں آئی ہے ذکر کیا ہے اور اس حدیث کے صحیح ہونے پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے جو مختلف طریقوں سے نقل ہوا ہے، وہ اس حدیث کی تفسیر کرتے ہوئے اہل سنت کے علماء اور دانشوروں کے متضاد و مناقض اقوال پیش کرتے ہیں کہ جو اس سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں اور آخر میں کسی نتیجہ تک نہیں پہنچتے ہیں، ان میں سے قاضی عیاض نے کہا: شاید اس سے مراد بارہ خلیفہ ہیں کہ جو اسلام کی خلافت کے زمانہ میں حاکم تھے کہ جو ولید بن یزید کے زمانہ تک جاری رہا، بعض دوسروں نے کہا: بارہ سے مراد خلیفہ برحق ہیں کہ جو قیامت تک حکومت کریں گے جن میں سے چند کا دور گزر چکا ہے جیسے خلفائے راشدین، امام حسن، معاویہ عبداللہ بن زبیر، عمر بن عبدالعزیز اور محمدی عباسی، دوسرے اور جو دو باقی ہیں ان میں سے ایک محمدی منتظر ہیں جو اہل بیت میں سے ہوں گے، نیز بعض علماء نے بارہ ائمہ کی حدیث کی تفسیر بارہ اماموں سے کی ہے کہ جو محمدی کے بعد آئیں گے ان میں سے چھ امام حسن کے فرزندوں میں سے اور پانچ امام حسین کے فرزندوں میں سے ہوں گے

<sup>۱</sup> بعد والی فصل میں اس روایت پر اشارہ کیا جائے گا۔

<sup>۲</sup> کلینی، اصول کافی، دارالکتب الاسلامیہ طبع پنجم تہران، ۱۳۶۳ ش، ج ۱ ص ۳۷۷

(الصواعق المحرقة، مکتبہ تھابہ، طبع دوم، ۳۸۵، ص ۳۷۷) زرارہ جو کہ بوڑھے تھے انہوں نے اپنے فرزند عبید کو مدینہ بھیجا تاکہ امام صادق کے جانشین کا پتہ لگائیں لیکن اس سے پہلے کہ عبید کو واپس آتے زرارہ دنیا سے جا چکے تھے، آپ نے موت کے وقت قرآن کو ہاتھ میں لے کر فرمایا: اے خدا! گواہ رہنا میں گواہی دیتا ہوں اس امام کی امامت کی جس کو قرآن میں معین کیا گیا ہے۔ البتہ زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ لفظ شیعہ کا معنی اور مفہوم اپنی اصلی شکل اختیار کرنا ہو گیا اور اس کے حدود مشخص ہو گئے، اسی لئے ائمہ اطہار نے باطل فرقوں اور گروہوں کی طرف فوب لوگوں کو شیعہ ہونے سے خارج جانا ہے، چنانچہ شیخ طوسی حرمان بن اعین سے نقل کرتے ہیں، میں نے امام محمد باقر سے عرض کیا: کیا میں آپ کے واقعی شیعوں میں سے ہوں؟ امام نے فرمایا: ہاں تم دنیا اور آخرت دونوں میں ہمارے شیعوں میں سے ہو اور ہمارے پاس شیعوں کے نام ان کے باپ کے نام کے ساتھ لکھے ہوئے ہیں، مگر یہ کہ وہ ہم سے روگردانی کریں پھر وہ کہتے ہیں، میں نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں کیا کوئی آپ کا شیعہ ایسا ہے کہ جو آپ کے حق کی معرفت رکھتا ہو اور ایسی صورت میں آپ سے روگردانی بھی کرے؟ امام نے فرمایا: ہاں حرمان تم ان کو نہیں دیکھو گے۔ حمزہ زینات جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس حدیث کے سلسلہ میں بحث کی لیکن ہم امام کے مقصد کو نہیں سمجھ سکے لہذا ہم نے امام رضا کو خط لکھا اور امام سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو امام نے فرمایا: امام صادق کا مقصود، فرقہ واقعہ تھا<sup>۲</sup>

اس بنا پر رجال شعی میں صرف شیعہ اثنا عشری پر عنوان شیعہ کا اطلاق ہوتا ہے، اور فقہا کبھی کبھی اس کو اصحابنا یا اصحابنا الامامیہ سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ لوگ جو صحیح راستہ یعنی راہ تبع سے منحرف ہو گئے تھے ان کو فطمی، واقفی بناؤوسی وغیرہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اگر ان کا نام شیعوں کی کتب رجال میں آیا بھی ہے تو انہوں نے منحرف ہونے سے قبل روایتیں نقل کی ہیں چنانچہ اہل سنت کے چند راویوں کے نام اس کتاب میں آئے ہیں جنہوں نے ائمہ اطہار سے روایتیں نقل کی ہیں لیکن اہل سنت کے دانشمندان اور

<sup>۱</sup> شیخ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال، مؤسسہ آل البیت لاحیاء التراث، قم ۱۴۰۴ھ، ص ۳۷۱  
<sup>۲</sup> شیخ طوسی، معرفۃ الرجال مؤسسہ آل البیت لاحیاء التراث، ج ۲ ص ۷۶۳۔



علماء رجال نے شیعہ کے معنی کو وسیع قرار دیا ہے اور تمام وہ فرقے جو شیعوں سے ظاہر ہوئے ہیں جیسے غلاة وغیرہ ان پر بھی شیعہ کا اطلاق کیا ہے، اس کے علاوہ اہلیت پیغمبر کے دوستوں اور محبوں کو بھی شیعہ کہا ہے جب کہ ان میں سے بعض اہل بیت کی امامت اور عصمت پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے، جیسے سفیان ثوری جو مقتیان عراق میں سے تھا اور اہلسنت کے بنی رقیوی دیتا تھا لیکن ابن قتیبہ نے اس کو شیعوں کی فرست میں شمار کیا ہے۔<sup>۱</sup>

ابن ندیم کہ جو اہل سنت کے چار فقہا میں سے ایک ہے شافعیوں ان کے بارے میں یوں کہتا ہے کہ شافعیوں میں تشیع کی شدت تھی<sup>۲</sup> البتہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں شیعہ اثناعشری کے بعد شیعوں کی زیادہ تعداد کو زیدیوں نے تشکیل دیا ہے، وہ لوگ اکثر سیاسی معنی میں شیعہ تھے نہ کہ اعتقادی معنی میں، اس لئے کہ فقہی اعتبار سے وہ فقہ جعفری کے پیروی نہیں کرتے تھے بلکہ فقہ حنفی کے پیرو تھے<sup>۳</sup> اصول اعتقادی کے اعتبار سے شریانی نقل کرتا ہے، زید ایک مدت تک واصل بن عطا کا شاگرد تھا جس نے مذہب معتزلہ کی بنیاد ڈالی اور اصول مذہب معتزلہ کو زید نے پھیلایا ہے، اس وجہ سے زیدیہ اصول میں معتزلی میں اسی باعث یہ مفضول کی امامت کو افضل کے ہوتے ہوئے جائز جانتے ہیں اور شیخین کو برا بھی نہیں کہتے ہیں اور اعتقادات کے اعتبار سے اہل سنت سے نزدیک ہیں<sup>۴</sup>۔ چنانچہ ابن قتیبہ کہتا ہے: زیدیہ رافضیوں کے تمام فرقوں سے کم تر غلو کرتے ہیں<sup>۵</sup>۔

اس دلیل کی بنا پر محمد نفس زکیہ کے قیام (جو زیدیوں کے قائلین میں سے ایک تھے) کو بعض اہل سنت فقہا کی تاکید اور رہنمائی حاصل تھی اور واقدی نے نقل کیا ہے، ابو بکر بن ابیسیرہ<sup>۶</sup> ابن عجلان، عبد اللہ بن جعفر<sup>۷</sup> مکتب مدینہ کے بڑے محدثین میں سے تھے اور خود واقدی نے ان سے حدیث نقل کی ہے، وہ سب محمد نفس زکیہ کے قیام میں شریک تھے

<sup>۱</sup> ابن قتیبہ، المعارف منشورات شریف الرضی، قم، طبع اول، ۱۳۷۳، ۱۴۱۵، ص ۶۲۴۔

<sup>۲</sup> ابن ندیم، الفہرست، دار المعرفۃ للطبع والنشر، بیروت، ص ۲۹۵، (کان الشافعی شہیداً فی التشیع)

<sup>۳</sup> شہرستانی، ملل و نحل، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۳۶۴ھ، ج ۱، ص ۱۴۳

<sup>۴</sup> شہرستانی، ملل و نحل، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۳۶۴ھ، ج ۱، ص ۱۳۸

<sup>۵</sup> ابن قتیبہ، المعارف، ص ۶۲۳

<sup>۶</sup> ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۳۷۴، ص ۲۵۱

<sup>۷</sup> گزشتہ حوالہ، ص ۵۴ (گزشتہ حوالہ، ص ۲۲۵۶)

<sup>۸</sup> شہرستانی، ملل و نحل، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۳۶۴ھ، ص ۱ مج ۱ ص ۱۴۰

، اسی طرح شہرستانی کہتا ہے محمد نفس زکیہ کے شیعوں میں ابوحنیفہ بھی تھے۔ بصرہ کے معتزلی بھی محمد کے قیام کے موافق تھے اور ابو الفرج اصفہانی کے نقل کے مطابق بصرہ میں معتزلیوں کی ایک جماعت نے جن میں واصل بن عطا اور عمرو بن عبید تھے ان لوگوں نے ان کی بیعت کی تھی اس لحاظ سے زید یہ صرف سیاسی اعتبار سے شیعوں میں شمار ہوتے تھے اگرچہ وہ اولادِ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی افضلیت و اولویت کے معتقد بھی تھے۔

### آغازِ تشیع

آغازِ تشیع کے سلسلہ میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں، جنہیں اجمالی طور پر دو طبقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے! وہ صاحبانِ قلم اور محققین جن کا کہنا ہے: شیعیت کا آغاز رسولِ اعظم کی وفات کے بعد ہوا، خود وہ بھی چند گروہ میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ (الف) پہلے گروہ کا کہنا ہے: شیعیت کا آغاز سقیفہ کے دن ہوا، جب بزرگ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے کہا: حضرت علی علیہ السلام امامت و خلافت کے لئے اولویت رکھتے ہیں۔<sup>۱</sup>

(ب) دوسرے گروہ کا کہنا ہے: آغازِ تشیع خلافتِ عثمان کے آخری زمانے سے مربوط ہے اور یہ لوگ اس زمانہ میں، عبد اللہ بن سبا کے نظریات کے مستشر ہونے کو آغازِ تشیع سے مربوط جانتے ہیں۔<sup>۲</sup>

(ج) تیسرا گروہ معتقد ہے کہ شیعیت کا آغاز اس دن سے ہوا جس دن عثمان قتل ہوئے، اس کے بعد حضرت علیؑ کی پیروی کرنے والے شیعہ حضرات ان لوگوں کے مد مقابل قرار پائے، جو خونِ عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے، چنانچہ ابن ندیم رقم طراز ہیں: جب طلحہ و زبیر نے حضرت علیؑ کی مخالفت کی اور وہ انتقامِ خونِ عثمان کے علاوہ کسی دوسری چیز پر قانع نہ تھے، نیز حضرت علیؑ بھی ان سے جنگ کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ حق کے سامنے تسلیم ہو جائیں، اس دن جن لوگوں نے حضرت علیؑ کی پیروی کی وہ شیعہ کے نام سے مشہور ہو گئے اور حضرت علیؑ بھی خود ان سے فرماتے تھے: یہ

<sup>۱</sup> ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، ص ۲۵۸

<sup>۲</sup> یعقوبی بیان کرتے ہیں: چند بزرگ صحابہ نے ابوبکر کی بیعت کرنے سے انکار کیا اور کہا: حضرت علیؑ خلافت کے لئے اولویت رکھتے ہیں، تاریخ یعقوبی، جلد ۲، ص ۱۲۴، طبع، منشورات الشریف الرضی قم ۱۴۱۴ھ

<sup>۳</sup> مختار اللیثی، سمیرہ، جہاد الشیعہ، دار الجیل، بیروت، ۱۳۹۶ھ، ص ۲۵

میرے شیعہ ہیں، نیز ابن عبد ربہ اندلسی رقم طراز ہیں: ”شیعہ وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؑ کو عثمان سے افضل قرار دیتے ہیں۔“<sup>۲</sup>

(د) چوتھا گروہ معتقد ہے کہ شیعہ فرقہ روز حکمیت کے بعد سے شہادت حضرت علیؑ تک وجود میں آیا۔<sup>۳</sup>

(ه) پانچواں گروہ آغاز تشیع کو واقعہ کربلا اور شہادت امام حسین سے مربوط قرار دیتا ہے۔<sup>۴</sup>

(۲) دوسرا طبقہ ان محققین کا ہے جو معتقد ہیں کہ شیعیت کا ریشہ رسول خدا کی حیات طیبہ میں پایا جاتا تھا، تمام شیعہ علما بھی اس کے قائل ہیں۔ بعض اہل سنت دانشوروں کا بھی یہی کہنا ہے، چنانچہ محمد کرد علی جو اکابر علمائے اہل سنت سے ہیں

کہتے ہیں: ”رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بعض صحابہ کرام شیعیان علیؑ کے نام سے مشہور تھے۔“<sup>۵</sup> مذکورہ بالا نظریات کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ روز سقیفہ، خلافت عثمان کا آخری دور، جنگ جمل، حکمیت اور واقعہ کربلا وغیرہ وہ موارد ہیں جن میں رونما ہونے والے کچھ حادثات تاریخ تشیع میں مؤثر ثابت ہوئے، چونکہ عبداللہ بن سبائ نامی کے وجود کے بارے میں شک و ابہام پایا جاتا ہے، لہذا ان ادوار میں شیعیت کا تشکیل پانا بعید ہے۔ کیونکہ اگر احادیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محققانہ نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی بہت سی احادیث میں لفظ شیعہ حضرت علیؑ کے چاہنے والوں کے لئے استعمال ہوا ہے، جن میں سے ہم بعض کی طرف اشارہ کر رہے ہیں، نیز یہ تمام احادیث اہل سنت و اجماعت کے نزدیک مقبول ہیں اور منابع احادیث میں ہیں جیسا کہ سیوطی جو کہ اہل سنت و اجماعت کے مفسر و مہین اور وہ قیامت کے دن کامیاب ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: خداوند کریم نے آپ کے شیعوں کے اور شیعوں کو دوست رکھنے والے افراد کے گناہوں کو

<sup>۱</sup> ابن ندیم الفہرست ”دار المعرفہ“ طبع، بیروت (بی تا) ص ۲۴۹

<sup>۲</sup> ابن عبد ربہ اندلسی احمد بن محمد، العقد الفرید، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۰۹ھ ج ۲ ص ۲۳۰

<sup>۳</sup> بغدادی، ابو منصور عبد القادر بن طاہر بن محمد ”الفرق بین الفرق“ طبع، قاہرہ، ۱۳۹۷، ص ۱۳۴

<sup>۴</sup> مختار اللیثی، ڈاکٹر سمیرہ ”جہاد الشیعہ“ ۳۵۔ نقل از برنا ”رولویس“ اصول الاسماعیلیہ ص ۸۴

<sup>۵</sup> دفاع از حقانیت شیعہ، ترجمہ غلام حسن محرمی، مومنین، طبع اول ۱۳۷۸ھ ص ۴۸، اور شیعہ در تاریخ، ترجمہ محمد رضا

عطائی، انتشارات آستانہ قدس رضوی، طبع دوم، ۱۳۷۵ھ، ش، ص، ۳۴

<sup>۶</sup> خطط الشام، مکتبۃ النوری، دمشق، طبع سوم، ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ھ، ج ۶، ص ۲۴۵

میں سے ہیں اس آیت کریمہ: ”اولءؤ ہم خیر البریۃ“ کی تفسیر میں پیغمبر اکرم سے حدیث نقل کرتے ہیں، منجملہ یہ حدیث کہ پیغمبر

اسلام نے فرمایا: اس آیت کریمہ: ”اولءؤ ہم خیر البریۃ“ میں خیر البریہ سے مراد حضرت علیؑ اور ان کے شیعہ

<sup>۷</sup> الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ج: ۶، ص: ۳۷۹، منشورات مکتبۃ آیت اللہ مرعشی نجفی، قم ۱۴۰۴ھ

بخش دیا ہے، نیز پینمبر اسلام نے حضرت علیؑ سے فرمایا: آپ اور آپ کے شیعہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے در حالانکہ آپ حوض کوثر سے سیراب ہوں گے اور آپ کے چہرے (نور سے) سفید ہوں گے اور آپ کے دشمن پیا سے اور طوق و زنجیر میں گرفتار ہو کر میرے پاس آئیں گے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طولانی حدیث میں حضرت علیؑ کے فضائل بیان کرتے ہوئے اپنی صاحبزادی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا: اے فاطمہ! علیؑ اور ان کے شیعہ کل (قیامت میں) کامیاب (نجات پانے والوں میں) ہیں۔<sup>۳</sup>

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! خداوند عالم نے آپ کے اور آپ کے خاندان اور آپ کے شیعوں کو دوست رکھنے والوں کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔<sup>۴</sup> نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! جب قیامت برپا ہوگی تو میں خدا سے متمسک ہوں گا اور تم میرے دامن سے اور تمہارے فرزند تمہارے دامن سے اور تمہاری اولاد کے چاہنے والے تمہاری اولاد کے دامن سے متمسک ہوں گے۔<sup>۵</sup> نیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا: تم قیامت میں سب سے زیادہ مجھ سے نزدیک ہو گے اور (تمہارے) شیعہ نور کے نمبر پر ہوں گے۔<sup>۶</sup> ابن عباس نے روایت کی ہے کہ جناب جبرئیل نے خبر دی کہ (حضرت) علیؑ اور ان کے شیعہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنت میں لے جائے جائیں گے۔<sup>۷</sup>

جناب سلمان فارسی نقل کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! سیدھے ہاتھ میں انگوٹھی پہنو تاکہ مقرب لوگوں میں قرار پاؤ، حضرت علیؑ نے پوچھا: مقربین کون ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل و میکائیل، پھر حضرت علیؑ نے پوچھا: کون سی انگوٹھی ہاتھ میں پہنوں؟

<sup>۱</sup> ابن حجر ہیثمی المکی صواعق محرقہ، ص ۲۳۲ طبع دوم مکتبہ قاہرہ، ۱۳۸۵ھ  
<sup>۲</sup> ابن حجر مجمع الزوائد، نور الدین علی ابن ابی بکر - ج ۹، ص ۱۷۷، دار الفکر ۱۴۱۴ھ  
<sup>۳</sup> المناقب، ص ۲۰۶، اخطب خوارزمی منشورات مکتبۃ الحیدریہ، نجف ۱۳۸۵ھ  
<sup>۴</sup> مذکورہ مصدر کے علاوہ، ینابیع المودۃ، قندوزی حنفی، منشورات مؤسسہ اعلمی طبع اول، ۱۴۱۸ھ ج ۱، ص ۳۰۲  
<sup>۵</sup> المناقب، ص ۲۱۰، اخطب خوارزمی  
<sup>۶</sup> المناقب، ص ۱۵۸، ۱۳۸۵ھ  
<sup>۷</sup> مذکورہ مصدر، ص ۳۲۲ - ۳۲۹ حدیث کے ضمن میں، فصل ۱۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ انگوٹھی جس میں سرخ عقیق ہو، کیونکہ عقیق وہ پہاڑ ہے، جس نے خدائے یکتا کی عبودیت، میری نبوت، آپ کی وصایت اور آپ کے فرزندوں کی امامت کا اقرار و اعتراف کیا ہے اور آپ کو دوست رکھنے والے اہل جنت میں اور آپ کے شیعوں کی جگہ فردوس بریں ہے! پھر رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ستر ہزار (۷۰۰۰) افراد میری امت سے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، حضرت علیؑ نے دریافت کیا: وہ کون ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارے شیعہ ہیں اور تم ان کے امام ہو۔ انس ابن مالک حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”جبرئیل نے مجھ سے کہا: خدائے کریم حضرت علیؑ کو اس قدر دوست رکھتا ہے کہ ملائکہ کو بھی اتنا دوست نہیں رکھتا، جتنی تسبیحیں پڑھی جاتی ہیں، خدائے کریم اتنے ہی فرشتوں کو پیدا کرتا ہے تاکہ وہ حضرت علیؑ کے دوستوں اور ان کے شیعوں کے لئے تاقیامت استغفار کریں۔ جابر بن عبد اللہ انصاری نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدائے یکتا کی قسم جس نے مجھے پیغمبر بنا کر مبعوث کیا کہ خداوند عالم کے مقرب بارگاہ فرشتے حضرت علیؑ کے لئے طلب مغفرت کرتے ہیں نیز ان کے اور ان کے شیعوں کے لئے باپ کی طرح الفت و محبت اور اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔“ خود حضرت علیؑ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! اپنے شیعوں کو خوش خبری دیدو کہ میں روز محشر (ان کی) شفاعت کروں گا جس دن میری شفاعت کے علاوہ مال و فرزند کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ ۵۔ رسالت مآب نے فرمایا: اے علیؑ! سب سے پہلے جنت میں جو چار افراد داخل ہوں گے وہ میں، تم اور حسن و حسینؑ ہیں، ہماری ذریت ہمارے پیچھے اور ہماری ازواج ہماری ذریت کے پیچھے اور ہمارے شیعہ دائیں بائیں ہوں گے۔ ۶۔ خلاصہ، بہت سے محققین اور مؤرخین اہل سنت، منجملہ ابن جوزی، بلاذری، شیخ سلیمان قندوزی حنفی، خوارزمی اور سیوطی نے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ”یہ اور ان کے شیعہ

<sup>۱</sup> مذکورہ مصدر ص ۲۳۴

<sup>۲</sup> مذکورہ مصدر ص ۲۳۵

<sup>۳</sup> ینابیع المودة، القندوزی الحنفی، شیخ سلمان، ص ۳۰۱

<sup>۴</sup> ینابیع المودة ص ۳۰۱

<sup>۵</sup> ینابیع المودة ص ۳۰۲

<sup>۶</sup> مجمع الزوائد ص ۱۷۸، ہیثمی نور الدین علی بن ابی بکر

قیامت کے دن کامیاب ہیں“ حتیٰ بعض شیعہ حضرات کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایات منقول ہیں اور کمال کی بات یہ ہے کہ شیعوں کے مخالفین کی زبانی روایات نقل ہوئی ہیں، جیسے جناب عائشہ سے حجر بن عدی کے بارے میں روایت منقول ہے، جب معاویہ حجر اور ان کے دوستوں کے قتل کے بعد حج کر کے مدینہ آیا تو عائشہ نے اس سے کہا ”اے معاویہ! جب تم نے حجر بن عدی اور ان کے دوستوں کو قتل کیا تو تمہاری شرافت کہاں چلی گئی تھی؟ آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک جماعت ”مرج عذراء“ نام کی جگہ قتل ہوگی، ان کے قتل کی وجہ سے اہل آسمان غضب ناک ہوں گے۔<sup>۱</sup>

چونکہ یہ احادیث قابل انکار نہیں ہیں اور انہیں بزرگان اہل سنت نے نقل کی ہیں، لہذا بعض صاحبان قلم نے ان میں بیجا و ناروا تاویل کی ہیں، چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی کہتے ہیں ”بہت سی روایات میں ان شیعوں سے مراد جن سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے وہ افراد ہیں جو حضرت علیؑ کو تمام مخلوق میں سب سے افضل و برتر سمجھتے ہیں، اس وجہ سے ہمارے معتزلی علما نے اپنی تصانیف اور کتابوں میں لکھا ہے کہ درحقیقت ہم شیعہ ہیں اور یہ جملہ قریب بہ صحت اور حق سے مشابہ ہے“<sup>۲</sup> نیز ابن حجر بیہمی نے اپنی کتاب ”الصواعق محرقة فی الرد علی اهل البدع والزندقة“ میں جو کہ شیعوں کے اصول و اعتقاد کے خلاف لکھی گئی ہے، اس حدیث کو نقل کرتے وقت بیان کیا: اس حدیث میں شیعوں سے مراد موجودہ شیعہ نہیں ہیں بلکہ ان سے مراد حضرت علیؑ کے خاندان والے اور ان کے دوست ہیں جو کبھی بدعت میں مبتلا نہیں ہوئے اور نہ ہی انہوں نے اصحاب کرام کو سب و شتم کیا“<sup>۳</sup>

مرحوم مظفر ان کے جواب میں بیان کرتے ہیں:

<sup>۱</sup> تذکرۃ الخواص ص ۵۴، ابن جوزی، منشورات المطبعة الحیدریہ نجف ۱۳۸۳ھ، ص ۵۴، بلا ذری انساب الاشراف، تحقیق محمد باقر محمودی، موسسہ اعلمی بیروت، ج ۲، ص ۱۸۲، قندوزی حنفی بنایع المودۃ منشورات اعلمی للمطبوعات، طبع بیروت، طبع اول ۱۴۱۸ھ ج ۱، ص ۳۰۱، اخطب خوارزم المناقب، منشورات المطبعة الحیدریہ، نجف، ۱۳۸ھ، ص ۲۰۶، سیوطی جلال الدین، الدر المنثور فی تفسیر بالماثور، مکتبۃ آیت اللہ العظمیٰ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۴ھ، ج ۶، ص ۳۷۱۹

<sup>۲</sup> ابن واضح، تاریخ یعقوبی، منشورات الشریف الرضی، قم ۱۴۱۴ھ ج ۲، ص ۲۳۱

<sup>۳</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، ج ۲۰، ص ۲۲۶

<sup>۴</sup> بیہمی مکی، ابن حجر، صواعق محرقة، مکتبۃ قاہرہ، ۱۳۸۴ھ، ص ۲۳۲

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ابن حجر نے گمان کیا ہے کہ یہاں شیعوں سے مراد اہل سنت حضرات میں مجھے نہیں معلوم کہ یہ مطلب لفظ شیعہ و سنی کے مترادف ہونے کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ یہ دونوں فرقے ایک ہی میں آیا ہے کہ اہل سنت حضرات شیعوں سے زیادہ خاندان پیغمبر اسلام کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں اور انہیں دوست رکھتے ہیں۔<sup>۱</sup>  
مرحوم کاشف الغطاء کہتے ہیں:

لفظ شیعہ کو شیعان حضرت علی سے منسوب کرنے ہی کی صورت میں یہ معنی سمجھ میں آتے ہیں، ورنہ پھر اس کے علاوہ شیعہ کے کوئی دوسرے افراد ہیں۔ احادیث اور اقوال پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شیعہ معنی کا ظہور روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہے اور یہ حضرات اس طرح کی بے جا تاویلات کے ذریعہ حقیقت سے روگردانی کرنا چاہتے ہیں اور انہوں نے خود اپنے نفسوں کو دھوکا دیا، کیونکہ لفظ شیعہ کے مصادیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے اور کچھ اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیعان علی کے نام سے مشہور تھے۔<sup>۲</sup> اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حضرت علی علیہ السلام کے پیروکاروں کو شیعہ کہتے تھے، ہاشم مرقال نے ”حضرت علی سے“ محل بن خلیفہ طائی، ”نامی شخص کے بارے میں کہا“: ”اے امیر المؤمنین! وہ آپ کے شیعوں میں سے ہیں۔“<sup>۳</sup> اور خود شیعہ بھی آپس میں ایک دوسرے کو شیعہ کہتے تھے چنانچہ شیخ مفید نقل کرتے ہیں کہ ایک جماعت نے حضرت علی کی خدمت میں شرفیاب ہو کر عرض کی: ”اے امیر المؤمنین!“ ہم آپ کے شیعوں میں سے ہیں۔

نیز حضرت علی نے فرمایا: ”ہمارے شیعوں کے چہرے راتوں میں عبادت کی وجہ سے زرد پڑ جاتے ہیں اور گریہ و زاری کی وجہ سے ان کی آنکھیں کمزور ہو جاتی ہیں۔“<sup>۴</sup> مذکورہ بالا روایت کی طرح حضرت علی نے بہت سے مقامات پر اپنی

<sup>۱</sup> مظفر، محمد حسین تاریخ الشیعہ، منشورات مکتبہ بصیرتی، ص ۵

<sup>۲</sup> دفاع از حقانیت شیعہ، ترجمہ غلام حسن محرمی، مؤمنین، طبع اول ۱۳۷۸ھ، ص ۴۸-۴۹

<sup>۳</sup> سعد بن عبد اللہ اشعری اس بارے میں کہتے ہیں: سب سے پہلا فرقہ شیعہ ہے اور یہی فرقہ علی بن ابی طالب کے نام سے مشہور ہے کہ جس کے افراد زمانہ پیغمبر میں شیعان علی کہے جاتے تھے اور وفات پیغمبر کے بعد بھی مشہور تھا کہ یہ افراد حضرت علی کی امامت کے معتقد ہیں، جن میں مقداد بن اسود کندی، سلمان فارسی اور ابوذر و عمار ہیں، یہ حضرات حضرت علی کی اطاعت و پیروی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے اور آنجناب کی اقتدا کرتے تھے، دیگر کچھ افراد ایسے تھے کہ جن کا نظریہ حضرت علی کے موافق تھا اور یہ اس امت کا پہلا گروہ ہے، جس کو شیعیت کے نام دیا گیا، نیز شیعہ ایک قدیم نام ہے جیسا کہ اس سے پہلے بھی لفظ شیعہ کا استعمال ہوا ہے مثلاً، شیعہ نوح، شیعہ ابراہیم، شیعہ موسیٰ اور شیعہ عیسیٰ نیز دیگر انبیاء کے سلسلہ میں بھی ملتا ہے ”المقالات والفرق“، مرکز انتشارات علمی، فرہنگی، تہران ص ۳۔

<sup>۴</sup> شیخ مفید محمد، بن محمد نعمان ”الجمال“ مکتبۃ العلوم الاسلامی، مرکز نشر ط دوم ۱۴۲۶ھ، ص ۲۴۳

<sup>۵</sup> شیخ مفید، محمد بن محمد نعمان، ”الارشاد“ ترجمہ محمد باقر ساعدی خراسانی، کتاب فروشی اسلامیہ، طبع دوم، ص ۲۲۸



پیروی کرنے والوں کو شیعوں کے نام سے یاد کیا ہے، مثلاً جب طلحہ وزبیر کے ہاتھوں بصرہ میں رہنے والے شیعوں کی ایک جماعت کی خبر شہادت پہنچی تو حضرت نے (ان قاتلوں) کے حق میں نفرین کرتے ہوئے فرمایا: خدایا! انہوں نے میرے شیعوں کو قتل کر دیا، تو بھی انہیں قتل کر،، احتی دشمنان حضرت علیؑ۔ بھی اس زمانہ میں آپ کی پیروی کرنے والوں کو شیعہ کہتے تھے چنانچہ جب عائشہ و طلحہ و زبیر نے مکہ سے سفر عراق کی طرف سفر کیا تو آپس میں گفتگو کی اور کہا: ”بصرہ چلیں گے اور حضرت علیؑ کے عاملین کو وہاں سے باہر نکالیں گے اور ان کے شیعوں کو قتل کریں گے۔“ بہر حال حقیقت تشیع وہی حضرت علیؑ سے دوستی و پیروی اور آپ کو افضل و برتر اور مقدم قرار دینا ہے جو کہ زمانہ پینچمبر سے مربوط ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی احادیث و اقوال میں لوگوں کو حضرت علیؑ اور آپ کے خاندان کی دوستی و پیروی کا حکم دیا۔ منجملہ غدیر خم کا واقعہ ہے جیسا کہ ابن ابی الحدید معتزلی کہتے ہیں: یہ روایات، ان لوگوں نے نقل کی ہیں جنہیں رافضی اور شیعہ ہونے سے کسی نے بھی متم نہیں کیا ہے یہاں تک کہ وہ دوسروں کی نسبت حضرت علیؑ کی افضلیت و برتری اور تقدم کے قائل بھی نہیں تھے۔<sup>۲</sup> ہم اس سلسلہ کی بعض احادیث کی طرف (مزید) اشارہ کرتے ہیں:

بریدہ اسلمی کہتے ہیں:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خدائے تعالیٰ نے مجھے چار لوگوں سے دوستی کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھ سے فرمایا ہے: میں بھی انہیں دوست رکھتا ہوں، لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ان کا نام بتائے؟ آنحضرت نے تین بار فرمایا: ”علیؑ“ اور پھر ابوذر، مقداد اور سلمان فارسی کا نام لیا۔<sup>۳</sup> طبری جنگ احد کے سلسلہ میں بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ”میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ مجھ سے ہیں“، جناب ام سلمہ سے روایت ہے کہ آپ

<sup>۱</sup> شیخ مفید، محمد بن محمد نعمان ”الجمال“ ص ۲۸۵

<sup>۲</sup> شیخ مفید، محمد بن محمد نعمان ص ۲۳۵

<sup>۳</sup> شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید معتزلی، ج ۲، ص ۳۴۹، طبع دار الاحیاء التراث العربی

<sup>۴</sup> بیہمی مکی صواعق المحرقہ، ص ۱۲۲، مکتبۃ القاہرہ، طبع دوم ۱۳۵۸ھ

<sup>۵</sup> تاریخ طبری، ج ۲ ص ۶۵ طبع سوم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، تیسری طباعت ۱۴۰۸ھ



نے کہا: ” جب کبھی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ ہوتے تھے تو حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی ان سے گفتگو کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا، سعد بن ابی وقاص نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ” جس نے علیؑ کو دوست رکھا، اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا، اس نے خدا کو دوست رکھا اور جس نے علیؑ سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی گویا اس نے خدا سے دشمنی کی۔“ ابن جوزی بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ” اے علیؑ! تم جنت اور جہنم کو تقسیم کرنے والے ہو، تم جنت کے دروازہ کو کھولو گے اور بغیر حساب داخل ہو جاؤ گے، کتاب مناقب خوارزمی میں جناب ابن عباس سے نقل ہوا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ” جب مجھے معراج پر لے جایا گیا، تو میں نے جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا: لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ، علی حبیب اللہ، الحسن والحسین صفوة اللہ، فاطمة امہ اللہ، علیؑ مبغضتم لعمرة اللہ،“ خزیمہ بن بکار جو زبیر کے پوتے ہیں اور حضرت علیؑ سے انحراف اختیار کرنے میں مشہور ہیں، بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ” جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور میری نبوت کو قبول کیا، میں انہیں علی بن ابیطالب علیہما السلام کی ولایت اور دوستی کی وصیت کرتا ہوں، جس نے انہیں دوست رکھا، اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا، اس نے خدا کو دوست رکھا،“ ابن ابی الحدید، زید بن ارقم سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ” میں تمہیں اس چیز کی طرف راہنمائی کر رہا ہوں کہ اگر جان لو گے تو ہلاک نہیں ہو گے، تمہارے امام علی بن ابی طالب (علیہما السلام) میں، ان کی تصدیق کرو کہ جناب جبرئیل نے مجھے اس طرح خبر دی ہے،“ ابن ابی الحدید معترضی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں اگر لوگ کہیں کہ یہ حدیث صریحی طور پر حضرت علیؑ کی امامت پر دلالت کرتی ہے تو پھر معترضہ کس طرح اس اشکال کو حل کریں گے؟ ہم جواب میں کہتے ہیں: ہو سکتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہ ہو کہ حضرت علیؑ فتویٰ دینے اور احکام شرعی میں

<sup>۱</sup> صواعق محرقة ص ۱۲۳، بیٹمی مکی

<sup>۲</sup> بیٹمی مکی الصواعق المحرقة، ص ۱۲۳، تذکرة الخواص، ص ۲۰۹، سبط ابن جوزی طبع، منشورات مطبعہ حیدریہ نجف اشرف ۱۳۸۳

<sup>۳</sup> مناقب، ص ۲۱۴، اخطب خوارزمی ۱۳۸۵

<sup>۴</sup> الاخبار الموقفات، انتشارات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ ص ۳۱۲

لوگوں کے امام میں، نہ کہ خلافت کے سلسلہ میں، جس طرح ہم نے بغدادی علمائے معتزلہ کے اقوال کی شرح میں جو بات کہی ہے وہ (اس اشکال کا) جواب ہو سکتی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

در تحقیقت امامت و خلافت حضرت علی کا حق تھا، اس شرط کے ساتھ کہ آنجناب اس کی طرف میل و رغبت کا اظہار کرتے اور اس کی خاطر دوسروں کے مد مقابل آجاتے لیکن چونکہ آپ نے اس عمدہ امامت و خلافت کو دوسروں پر چھوڑ کر سکوت اختیار کیا، لہذا ہم نے ان کی ولایت و سربراہی کو قبول کرتے ہوئے ان کی خلافت کے صحیح ہونے کا

اقرار

واعتراف کر لیا، چنانچہ حضرت علی نے خلفائے ثلاثہ کی مخالفت نہیں کی اور ان کے مقابلہ میں تلوار نہیں اٹھائی اور نہ ہی لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکایا، پس آپ کا یہ عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے ان کی خلافت کی تصدیق کی، اسی وجہ سے ہم ان کو قبول کرتے ہیں اور ان کے بے قصور ہونے اور ان کے حق میں خیر و صلاح کے قائل ہیں، ورنہ اگر حضرت علی، ان حضرات سے جنگ کرتے اور ان کے خلاف تلوار اٹھالیتے اور ان سے جنگ کرنے کے لئے لوگوں کو دعوت دیتے تو ہم بھی ان کے فاسق و فاجر اور گمراہ ہونے کا اقرار و اعتراف کر لیتے،<sup>۱</sup> شیعوں کے دوسرے دوسرے نام: حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے بعد جب تشیع وسیع تر ہوئی تو شیعہ نام کے علاوہ آہستہ آہستہ اور دوسرے عناوین جیسے علوی، امامی، حسینی، اثنا عشری، خاصہ، جعفری، ترابی، رافضی، خاندان رسالت کے دوستوں کے لئے استعمال ہونے لگے اگرچہ عام طور پر اہل بیت کے دوستوں کو شیعہ ہی کہتے تھے، یہ القاب اور عناوین مختلف مناسبتوں سے شیعوں کے متعلق کہے گئے کبھی مخالفین یہ القاب شیعوں کی سرزنش اور ان کو تحقیر کرنے کے لئے استعمال کرتے تھے، چنانچہ معاویہ کے زمانے میں بنی امیہ اور اہل شام علی کے القاب اور کنیت میں سے آپ کو ابو تراب اور آپ کے شیعوں کو ترابی کہتے تھے، معاویہ نے صفین اور حکمیت کے بعد جب عبد اللہ بن خزرمی کو بصرہ بھیجنا چاہا تو تمام قبیلوں کے بارے میں اس نے بہت تاکید کی لیکن قبیلہ ربیعہ کے بارے میں کہا کہ: ربیعہ کو چھوڑو اس لئے کہ اس کے تمام افراد ترابی

<sup>۱</sup> شرح نہج البلاغہ، ج ۳، ص ۹۸ ابن ابی الحدید معتزلی، طبع، دار الاحیاء الکتب العربیہ مصر، طباعت اول، ۱۳۷۸ھ ق

میں۔ مسعودی کے بقول ابو مخنف کے پاس ایک کتاب تھی جسکا نام ”اخبار الترابین“ تھا، مسعودی اس کتاب سے نقل کرتا ہے کہ جس میں (عین الورد کے حادث) کا تذکرہ کیا گیا ہے۔<sup>۱</sup>

رافضی عنوان کو مخالفین، شیعوں پر اطلاق کرتے تھے اور اکثر جب کسی کو چاہتے تھے کہ اس پر دین کو چھوڑنے کی تہمت لگائیں تو اس کو رافضی کہتے تھے۔

چنانچہ شافعی کہتے ہیں:

ان کان رافضاً حب آل محمد

فلیشمد الشطان انی رافضی

یعنی اگر آل محمد علیہم السلام کی دوستی رفض ہے تو جن وانس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔<sup>۲</sup> تاریخ میں آیا ہے کہ زید بن علی کے قیام کے بعد شیعوں کو رافضی کہا جاتا تھا، شہرستانی کہتا ہے: جس وقت شیعان کوفہ نے زید بن علی سے سنا کہ وہ شیخین پر تبراً نہیں کرتے اور افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت کو جائز جانتے ہیں تو ان کو چھوڑ دیا اور وہ اسی وجہ سے رافضی کہلانے لگے، کیونکہ رفض کے معنی چھوڑنے کے ہیں۔<sup>۳</sup> علوی لقب کے بارے میں سید محسن امین لکھتے ہیں: عثمان کے قتل نیز معاویہ کے حضرت علی سے برسر پیکار ہونے کے بعد معاویہ کی پیروی کرنے والوں کو عثمانی کہا جاتا تھا کیونکہ وہ عثمان کو دوست رکھتے تھے اور حضرت علی سے نفرت کرتے تھے اور حضرت علی کے چاہنے والوں پر شیعہ کے علاوہ علوی ہونے کا بھی اطلاق ہوتا ہے اور یہ طریقہ کار بنی امیہ کے دور حکومت کے آخر تک جاری رہا اور عباسیوں کے زمانے میں علوی اور عثمانی نام منسوخ ہو گئے اور صرف شیعہ اور سنی استعمال ہونے لگا،<sup>۴</sup> شیعوں کے لئے دوسرا نام امامی تھا جو زیدیوں کے مقابلے میں بولا جاتا تھا۔

<sup>۱</sup> بلاذری، انساب الاشراف، منشورات موسسه الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۴ھ ج ۲ ص ۴۲۳

<sup>۲</sup> مسعودی، مروج الذهب، منشورات موسسه الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۱ھ ج ۳ ص ۱۵

<sup>۳</sup> بیہمی مکی، الصواعق المحرقة ص ۱۲۳،

<sup>۴</sup> الامین، سید محسن، اعیان الشیعہ، دارالتعارف للمطبوعات، بیروت، ج ۱، ص ۲۱

<sup>۵</sup> شہرستانی، ملل و نحل، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۳۶۴ھ ج: ۱، ص ۱۳۹

<sup>۶</sup> امین، سید محسن، اعیان الشیعہ ص ۱۹

چنانچہ ابن خلدون لکھتا ہے: بعض شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ روایات صریح دلالت کرتی ہیں کہ امامت صرف علیؑ کی ذات میں منحصر ہے اور یہ امامت ان کے بعد ان کی اولاد میں منتقل ہو جائے گی یہ لوگ امامیہ میں اور شیخین سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں کیوں کہ انہوں نے علیؑ کو مقدم نہیں کیا اور ان کی بیعت نہیں کی یہ لوگ ابو بکر اور عمر کی امامت کو قبول نہیں کرتے ہیں اور بعض شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ پیغمبرؐ نے اپنی جگہ پر کسی کو معین نہیں کیا بلکہ امام کے اوصاف بیان کر دیئے کہ جو صرف امام علیؑ پر منطبق ہوتے ہیں اور یہ لوگوں کی کوتاہی تھی کہ انہوں نے ان کو نہیں پہچانا، وہ لوگ جو شیخین کو برا نہیں کہتے ہیں وہ فرقہ زیدیہ میں سے ہیں۔ امام اور ان کے اصحاب کی شہادت کے بعد جو اشعار کہے گئے ہیں اور ابھی تک باقی ہیں ان سے بخوبی معلوم کیا جاسکتا ہے کہ امام مظلوم کی شہادت کے بعد ان کے شیعوں کو حسینی بھی کہا جاتا تھا، ان لوگوں نے اپنے کو اکثر اشعار میں حسینی اور دین حسین پر اپنے آپ کو پہنچوایا ہے۔ ابن حزم اندلسی اس بارے میں کہتے ہیں: رافضیوں میں سے کچھ حسینی ہیں کہ جو ابراہیم (ابن مالک) اشتر کے اصحاب میں سے ہیں کہ جو کوفہ کی گلیوں میں گھومتے پھرتے تھے اور ”یا لثارات الحسین“ کا نعرہ لگاتے تھے ان کو (حسینی) کہا جاتا تھا۔<sup>۱</sup> لیکن قطعاً امام موسیٰ کاظم کی شہادت کے بعد واقفہ کے مقابلہ میں شیعوں پر اطلاق ہوتا تھا یعنی ان لوگوں نے امام موسیٰ کاظم کی شہادت کا قاطعیت کے ساتھ یقین کر لیا تھا اور امام رضا اور ان کے بعد آنے والے اماموں کی امامت کے قائل ہو گئے تھے جب کہ واقفہ امام موسیٰ کاظم کی شہادت کے قائل نہ تھے۔ آج جعفریہ کا لقب فقہی اعتبار سے زیادہ تر اہل سنت کے چار مذاہب کے مقابل میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ فقہ شیعہ امام جعفر صادق کے توسط سے زیادہ شیعوں تک پہنچی ہے اور زیادہ تر روایتیں بھی امام جعفر صادق سے نقل ہوئی ہیں، لیکن سید حمیری کے شعر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلمہ جعفری کا نہ صرف فقہی لحاظ سے امام صادق کے زمانہ میں شیعوں پر اطلاق ہوتا تھا بلکہ اصولی لحاظ سے بھی تمام فرقوں کے مقابلہ میں یہ نام استعمال ہوا ہے، سید حمیری اپنے شعر میں کہتے ہیں۔ ”تجعفرت باسم اللہ واللہ اکبر“ میں

<sup>۱</sup> ابن خلدون، مقدمہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۸ھ ص ۱۹۷

<sup>۲</sup> ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، مؤسسہ انتشارات علامہ، قم، ج ۴، ص ۱۰۲

<sup>۳</sup> عبد ربہ اندلسی، العقد الفرید، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۹ھ ج ۲، ص ۲۳۴

<sup>۴</sup> شہرستانی، ملل و نحل، ص ۱۵۰

خدا کے نام سے عفری ہو گیا ہوں اور خداوند متعال بزرگ ہے۔ سید حمیری کا مقصد جعفری ہونے سے فرقہ حقہ شیعہ عفری کے راستہ پر چلنا ہے کہ جو کیسانہ کے مقابلہ میں ذکر ہوا ہے۔

صحابہ کے درمیان حضرت علی کا مقام

حضرت علی کا اصحاب پیغمبر کے درمیان ایک خاص مقام ہے، مسعودی کہتا ہے: وہ تمام فضائل و مناقب جو اصحاب پیغمبر میں تھے جیسے اسلام میں سبقت، ہجرت، نصرت پیغمبر، آنحضرت کے ساتھ قرابت، قناعت، ایثار، کتاب خدا کا جاننا، جہاد، تقویٰ، ورع پر ہمیزگاری، زہد، قضا، فقہ وغیرہ یہ تمام فضیلتیں حضرت علی میں بدرجہ اتم موجود تھیں بلکہ ان کے علاوہ بعض فضیلتیں صرف آپ کی ذات گرامی سے مختص ہیں جیسے پیغمبر کا بھائی ہونا اور پیغمبر کا آپ کے بارے میں فرمانا: یا علی: تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی، اور یہ بھی کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا میں، اے اللہ! علی کے دوستوں کو دوست رکھ اور علی کے دشمنوں کو دشمن قرار دے اور جب انس بھنے ہوئے پرندے کو لے کر حاضر ہوئے تو پیغمبر نے دعا کی: پروردگار اپنی محبوب ترین مخلوق کو بھیج تاکہ وہ میرے ساتھ کھانا کھائے اس وقت حضرت علی وارد ہوئے اور آپ نے پیغمبر کے ساتھ کھانا کھایا، جب کہ پیغمبر کے تمام اصحاب ان فضائل سے محروم تھے۔ ہنی ہاشم میں بھی حضرت علی پیغمبر سے سب سے زیادہ نزدیک تھے جتنے ہی سے آپ نے پیغمبر کے گھر اور انھیں کے زیر نظر تربیت پائی۔ آپ شب ہجرت پیغمبر کے بستر پر سوئے اور پیغمبر کی امانتوں کو صاحبان امانت تک پہنچایا اور مدینہ میں آپ سے ملحق ہوئے۔<sup>۱</sup>

ان سب سے اہم بات یہ ہے کہ رسول خدا نے اسلام میں حضرت علی کے مقام کو آغاز پیغمبری ہی میں معین فرما دیا تھا، جس وقت پیغمبر ﷺ کو حکم ہوا کہ اپنے قرابت داروں کو ڈرائیں اس جلسہ میں جو پیغمبر کی مدد کے لئے حاضر ہوئے وہ صرف علی تھے اس کے بعد رسول نے اسی جلسہ میں خاندان کے بزرگوں کے درمیان یہ اعلان کر دیا کہ علی میرے وصی

<sup>۱</sup> مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب منشورات مؤسسة الاعلمی، ج: ۳، ص: ۹۲

<sup>۲</sup> مسعودی، علی بن حسین مروج الذهب، مؤسسة الاعلمی، للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۱ھ ص: ۲ ص: ۴۴۶

<sup>۳</sup> ابوالفرج اصفہانی، مقتل الطالبین، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ ص: ۴۱

<sup>۴</sup> مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، ص: ۲۹۴

وزیر، خلیفہ اور جانشین میں جب کہ حضرت علیؑ کا سن تمام حاضرین سے کم تھا پیغمبر اکرمؐ نے مختلف مقامات پر مناسبت کے لحاظ سے حضرت علیؑ کی موقعیت اور ان کے مقام کو لوگوں کے سامنے بیان کیا ہے اور ان کے مقام کے لئے خاص تاکید کی ہے، خاص طور پر اسلام کے پھیلنے کے بعد کافی لوگ جو مسلمانوں کے لباس میں آگئے تھے خصوصاً قریش کا حد خاندان بنی ہاشم و رسالت سے کافی زیادہ ہو چکا تھا، ابن شہر آشوب نے عمر بن خطاب سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں علیؑ کو اذیت دے رہا تھا کہ پیغمبر سے ملاقات ہو گئی تو آپ نے فرمایا: اے عمر! تو نے مجھے اذیت دی ہے عمر نے کہا: خدا کی پناہ کہ میں اللہ کے رسول کو اذیت دوں، آپ نے فرمایا تو نے علیؑ کو اذیت دی ہے اور جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ مصعب بن سعد نے اپنے باپ سعد بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے: میں اور ایک دوسرا شخص مسجد میں علیؑ کو برا بھلا کہہ رہے تھے، پیغمبر ﷺ غضب ناک حالت میں ہماری طرف آئے اور فرمایا: کیوں مجھ کو اذیت دے رہے ہو جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ یشی نقل کرتا ہے: بریدہ اسلمی ان لوگوں میں سے ہے کہ جو حضرت علیؑ کی پہ سالاری میں یمن گئے تھے وہ کہتا ہے کہ میں لشکر سے پہلے مدینہ واپس آ گیا لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ میں نے کہا: خبر یہ ہے کہ خدا نے مسلمانوں کو کامیاب کر دیا ہے پھر لوگوں نے دریافت کیا کہ تو تم کیوں پہلے واپس آ گئے؟ میں نے کہا: علیؑ نے ایک کنیز خمس میں سے اپنے لئے مخصوص کر لی ہے میا یا ہوں تاکہ اس بات کی خبر پیغمبر کو دوں، جس وقت یہ خبر پیغمبر تک پہنچی تو پیغمبر ناراض ہوئے اور آپ نے فرمایا: آخر کیوں کچھ لوگ علیؑ کے بارے میں چوں چرا کرتے ہیں جس نے علیؑ پر اعتراض کیا اس نے مجھ پر اعتراض کیا ہے جو علیؑ سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہوا، علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں، وہ میری سرشت سے خلق ہوئے ہیں اور میں سرشت ابراہیم سے، اگرچہ میں ابراہیم سے افضل ہوں، اے بریدہ! کیا تم نہیں جانتے کہ علیؑ ایک کنیز سے زیادہ کے مستحق ہیں اور وہ میرے بعد تمہارے ولی ہیں۔ ابن شہر آشوب نے بھی اس طرح کی حدیث محدثان اہل سنت سے نقل کی ہے جیسے ترمذی، ابو نعیم، بخاری و موصلی وغیرہ۔ ۲

<sup>۱</sup> یوسفی غروی، محمد بادی، موسوعة التاريخ الاسلامی، مجمع الفکر الاسلامی، قم، طبع اول ۱۴۱۷ھ ج ۱ ص ۴۱۰  
<sup>۲</sup> بیہمی، نور الدین علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت ۱۴۱۴ھ، ج ۹، ص ۱۷۳  
<sup>۳</sup> ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ص ۱۱، ۲۱۲۔

ابن شہر آشوب انس بن مالک سے نقل کرتے ہیں: رسول اسلام کے زمانہ میں اگر کسی کو پہچاننا چاہتے تھے کہ کون کون حرام زادہ ہے اور کون کون حرام زادہ نہیں ہے تو اس کو علی بن ابی طالب کے بغض سے پہچانتے تھے جنگ خیبر کے بعد لوگ اپنے بچوں کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے جاتے تھے جب راستہ میں علی کو دیکھتے تھے اور وہ ہاتھوں سے حضرت علی کی طرف اشارہ کرتے تھے اور بچہ سے پوچھتے تھے کہ اس شخص کو دوست رکھتے ہو اگر بچہ نے کہا: ہاں تو اس کا بوسہ لیتے تھے اور اگر وہ کہتا تھا نہیں، تو اس کو زمین پر اتار دیتے اور کہتے کہ اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ، عبادہ بن صامت کا بھی کہنا ہے: ہم اپنی اولاد کو بھی علی بن ابی طالب کی محبت پر آزماتے تھے اگر دیکھتے تھے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی حضرت علی کو دوست نہیں رکھتا تو سمجھ لیتے تھے کہ یہ نجات یافتہ نہیں ہو سکتا۔ پیغمبر اکرم کی عمر کے آخری سال گزرنے کے ساتھ ساتھ مولا علی کی جانشینی کا مسئلہ عمومی تر ہوتا گیا اور اس قدر عام ہوا کہ لقب وصی حضرت علی سے مخصوص ہو گیا جس کو دوست و دشمن بھی قبول کرتے تھے خاص کر رسول اکرم نے تبوک جانے سے پہلے حضرت علی سے فرمایا: اے علی! تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے لیکن فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حجتا لوداع کے موقع پر بھی پیغمبر نے منیٰ و عرفات کے میدان میں اپنی تقریروں کے ذریعہ لوگوں کے کانوں تک یہ بات پہنچا دی تھی کہ میرے بارہ جانشین ہوں گے جو سب کے سب بنی ہاشم سے ہوں گے۔ بالآخر مکہ سے واپسی پر غدیر خم کے میدان میں خدا کا حکم آیا کہ تمام مسلمانوں کے درمیان علی کی جانشینی کا اعلان کر دیں، رسول اکرم نے، مسلمانوں کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور اونٹ کے کجاؤں کے منبر پر تشریف لے گئے اور مفصل تقریر کے بعد فرمایا: (من کنت مولاه فهذا علی مولاه اللهم وال من والاه و عاد من عاداه وانصر من نصره واخذل من خذله) اس کے بعد لوگوں کو حکم دیا کہ علی کی بیعت کریں اس مطلب کی تفصیل علامہ امینی نے الغدیر کی پہلی جلد میں بیان کی ہے، رسول خدا نے مسلمانوں میں اعلان کر دیا کہ کون میرا جانشین ہے اسی بنا پر لوگوں کو یقین تھا کہ پیغمبر کی وفات کے بعد علی ان کے جانشین ہوں گے، زبیر بن بکر اس سلسلے میں لکھتا ہے: تمام مہاجرین اور انصار کو اس بارے میں بالکل شک نہیں تھا کہ

<sup>۱</sup> ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ص، ۲۰۷

<sup>۲</sup> مرتضیٰ عاملی، سید جعفر، الغدیر والمعارضون، دار السیر، بیروت، ۱۴۱۷ھ۔ ص ۶۲-۶۶



رسول خدا کی وفات کے بعد حضرت علی خلیفہ اور صاحب الامر ہوں گے۔ یہ مطلب زمانہ سقیفہ کے اشعار سے بخوبی آشکار ہے اور یہ اشعار اس مطلب پر دلیل میں جب کہ ان اشعار میں مختصر سی تحریف ہوئی ہے عتبہ بن ابی لہب نے سقیفہ کے واقعہ کے بعد اور ابوبکر کے خلیفہ بن جانے کے بعد اس طرح اشعار پڑھے ہیں۔ ما کنت احسب ان الامر منصرف عن ہاشم ثم منہا عن ابی حسن میں نے اس بات کا گمان بھی نہیں کیا تھا کہ خلافت کو بنی ہاشم اور ان کے درمیان ابواحسن یعنی حضرت علی سے چھین لیں گے۔ ایس اول من صلی لقبکتکم و اعلم الناس بالقرآن و السنن کیا وہ سب سے پہلے شخص نہیں ہیں جنہوں نے تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور لوگوں میں قرآن و سنت کو سمجھنے میں سب سے دانا میں۔ و اقرب الناس عداً بالنبی و من جبرئیل عون لہ فی النسل و الکفن وہ لوگوں میں سب سے آخری شخص میں جس نے پیغمبر کے چہرے پر نگاہ کی، جبرئیل آنحضرت کے غسل و کفن میں ان کی مدد کر رہے تھے۔ ما فیہ ما فیہم لایمترن بہ و لیس فی القوم ما فیہ من احسن جو کچھ ان کے پاس ہے اور جو کچھ دوسروں کے پاس ہے اس کے بارے میں فکر نہیں کرتے در حالانکہ قوم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جس کی نیکیاں ان کے برابر ہوں ما اذا الذی ردہم عنہ قتلہ ہا ان ذا غبننا من اعظم الغبن کون سی ایسی چیز ہے جس نے ان کو ان سے برگشتہ کر دیا ہے، جان لو کہ یہ ہمارا ضرر بہت بڑا نقصان ہے۔ ان اشعار کے کہنے کے بعد حضرت علی نے اس سے سفارش کی کہ دوبارہ ایسا نہیں کرنا اس لئے ہمارے لئے دین کی سلامتی سب سے زیادہ اہم نکلے<sup>۱</sup>۔ ابن ابی عمیر قرشی نے بھی یہ شعر پڑھے: شکرأ لما ہو بالثناء حقیق ذہب التجاج و بویع الصدیق اس کا شکر جو تعریف کے لائق ہے، صدیق کی بیعت کی گئی اور ہمارے درمیان جھگڑا ختم ہو گیا۔

کنا نقول لما علی و الرضا عمر و اولاہم بذاً عتیق ہم کہتے تھے کہ علی خلافت کے حقدار ہیں اور ہم عمر سے بھی راضی تھے لیکن اس مورد میں ان کے درمیان سب سے بہتر ابوبکر نکلے<sup>۲</sup>۔ خلافت کے موقع پر وہ اختلاف جو سقیفہ کی بنا پر قریش و انصار کے درمیان پیدا ہوا اور عمرو عاص نے انصار کے خلاف گفتگو کی نعمان بن عجلان جو انصار کے شعراء میں سے ایک تھے انہوں نے عمرو عاص کے جواب میں اشعار کہے جو علی کے حق کی وضاحت کرتے ہیں۔

<sup>۱</sup> زبیر بن بکار، الاخبار الموفقیات، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۵۸  
<sup>۲</sup> زبیر بن بکار، الاخبار الموفقیات، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۵۸  
<sup>۳</sup> زبیر بن بکار، الاخبار الموفقیات، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۵۸



فصل لقریش سخن اصحاب مکہ و یوم حنین و الفوارس فی بدر قریش سے کہو ہم فتح مکہ کے لشکر، جنگ حنین اور بدر کے سواروں میں سے میں و قلم حرام نصب سعد و نصیبکم عتیق بن عثمان حلال ابا بکر تم نے کہا سعد کو خلافت پر منصوب کرنا حرام ہے اور تمہارا عتیق بن عثمان، (ابوبکر) کو نصب کرنا جائز ہے۔ و اہل ابوبکر لہما خیر قائم و ان علیا کان اخلق بالامر اور تم نے کہا ابوبکر اس کے اہل میں اور اس کو انجام دے سکتے ہیں جبکہ علی لوگوں میں سب سے زیادہ خلافت کے حقدار و سزاوار تھے۔ و کان ہوانا فی علی و انہ لابل لہما یا عمرو من حیث لا تدری ہم علی کے طرفدار تھے اور وہ اس کے اہل تھے لیکن اے عمرو! تو اس بات کو نہیں سمجھتا۔ فذاً بعون اللہ یدعو الی الہدیٰ و ینہی عن الفحشاء و البغیٰ و المنکر علیہ میں جو خدا کی مدد سے لوگوں کی ہدایت کرتے ہیں، علی میں جو ظلم و فحشا سے روکتے ہیں اور نبی عن المنکر کرتے ہیں۔ وصی النبی المصطفیٰ و ابن عمہ و قاتل فرسان الضلالۃ و الکفر یہ علی میں جو وصی مصطفیٰ اور ان کے بھائی میں جو کفر و ضلالت کے پہلوانوں کو قتل کرنے والے ہیں! حسان بن ثابت نے بھی فضل بن عباس کے شکر یہ کی وجہ سے کجہنوں نے حضرت علی کے حکم سے انصار کا دفاع کیا، ان اشعار کو پڑھا: جزی اللہ عنا و اجرنا بکفہ ابا حسن عنا و من کان کابی حن خدا ہماری طرف سے ابوا حسن کو جزائے خیر دے کیوں کہ جزا اسی کے ہاتھ میں ہے اور کون ہے جو کہ علی کے مانند ہے؟

سبقت قریش بالذمی انت اہل فصدۃ مشروح و قلبک ممتحن علی ہی اس کے اہل تھے قریش پر سبقت لے گئے آپ کا سینہ کشادہ اور قلب امتحان شدہ (پاک و پاکیزہ) ہے۔ حفظت رسول اللہ فینا و عمدہ الیٰ و من اولیٰ بہ منہ من و من پیغمبرؐ کی سفارش کو ہمارے بارے میں حفظ کیا آپ کے علاوہ کون ہے جو رسول کا ولی اور جانشین ہو؟ است اخاہ فی الہدیٰ و وصیہ و اعلم منہ بالکتاب و السنن کیا آپ وہ نہیں ہیں جو ہدایت میں پیغمبرؐ کے بھائی اور ان کے وصی اور لوگوں میں کتاب و سنت کے سمجھنے میں سب سے زیادہ جاننے والے ہیں؟ ابو سفیان بھی شروع میں (ستیفہ کی) خلافت کا مخالف تھا اور حضرت علی کی طرف سے دفاع کرتا تھا، تقریر کے علاوہ جو اس نے سلسلہ میں کہے ہیں وہ ذیل کے اشعار کہ جس کی

<sup>۱</sup> زبیر بن بکار، الاخبار الموفقیات، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ ص ۵۹۲  
<sup>۲</sup> ابن واضح، تاریخ یعقوبی، منشورات شریف الرضی، قم، طبع اول ۱۴۱۴ھ ج ۲ ص ۱۲۸

نسبت اس کی طرح دی گئی ہے: بنی ہاشم لا تطعموا الناس فی کمولائنا تیم بن مرزہ اوعدی اے بنی ہاشم! تم اس بات کی اجازت نہ دو کہ دوسرے تمہارے کام میں لالچ کریں بالخصوص تیم بن مرہ یا عدی۔ فالأمر الایکم وایکم وایس لہا الای ابو الحسن علیؑ خلافت فقط تمہارا حق ہے اور صرف ابو الحسن علیؑ اس کے اہل اور سزاوار ہیں۔<sup>۲</sup>

غدیر کے دن حسان بن ثابت جو شاعر پیغمبرؐ کے جاتے تھے رسول اسلام سے اجازت مانگی اور غدیر کے واقعہ کو اپنے اشعار میں اس طرح پیش کیا: ینادیہم یوم الغدیر نبیہم بنحہ وایسمع بالنبی منادیاً مسلماً نول کا پیغمبرؐ غدیر خم کے دن ان کو آواز دیتا ہے لوگو آؤ پیغمبرؐ کی آواز کو سناؤ وقد جاء جبرئیل عن امر ربہ بانک معصوم فلاناً وانیا جبرئیل خدا کی طرف سے پیغام لائے کہ (اے رسولؐ) تم خدا کی حفظ و امان میں ہو لہذا اس سلسلہ میں سستی و غفلت نہ برتو۔ وبلغنم ما انزل اللہ ربہم الیٰ ولاتخش حناک الای عادیاً جو کچھ تمہارے خدا نے تم پر نازل کیا ہے اس کو پہنچا دو اور اس موقع پر دشمنوں سے نہ ڈرو۔ و تقام بہ اذ ذاء رافع کفہ بکف علیؑ معلن الصوت عالیاً علیؑ کو اپنے ہاتھوں سے اٹھایا اس طرح سے کہ علیؑ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر بلند کیا اور بلند آواز سے اعلان کیا۔ فقال فمن مولاکم و وایکم فقالوا ولم یبدوا حناک تعامیاً اس کے بعد لوگوں سے کہا: کون ہے تمہارا مولا و ولی؟ پس انہوں نے بے توجہی کا ثبوت دئے بغیر کہا۔ الہک مولانا وانت ولینا ولن تجدن فینا الایوم عاصیا آپ کا خدا ہمارا مولا ہے اور آپ ہمارے ولی ہیں؟ ہم میں سے کوئی بھی سرکش نہیں ہے۔

فقال قم یا علیؑ فانیر ضیتک من بعدی اماناً و عادیاً اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے علیؑ! اٹھو میں راضی ہوں اس بات سے کہ تم میرے بعد امام اور ہادی ہو گے۔ فمن کنت مولاہ فھذا ولیہ فکونوا لہ انصار صدق موالیاً اس کے بعد کہا جس شخص کا میں مولا ہوں اس کے یہ علیؑ بھی مولا میں تم لوگ ان کے حقیقی اور سچے دوست بنو۔ حناک دعا اللهم وال ولیہ وکن لہذی عادی علیاً معادیاً اس مقام پر رسولؐ نے دعا کی: خدایا! علیؑ کے دوست کو دوست رکھ اور علیؑ کے دشمن کو دشمن قرار دے۔ فیارب انصر ناصرہ لنصر ہم امام ہدی کا لہدر یجلوا الہدیا جیا<sup>۳</sup> پروردگارا! علیؑ کی مدد کرنے والوں کی مدد کر کیونکہ جس طرح تاریک شب میں چاند ہدایت کرتا ہے اسی طرح وہ اپنے چاہنے والوں کی ہدایت کرتے ہیں۔ ان اشعار میں

<sup>۱</sup> تیم ابو بکر کا اور عدی عمر کا قبیلہ تھا۔

<sup>۲</sup> ابن واضح، تاریخ یعقوبی ص ۱۲۶

<sup>۳</sup> امینی، عبد الحسین، الغدیر، دارالکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۶ ہجری شمسی ج، ۱ ص ۱۱، و ج ۲ ص ۳۹

حسان نے پیغمبر اسلام کی تقریر جو علیؑ کے بارے میں تھی ان کو امام، ولی اور ہادی جانا کہ جو امت کی رہبری اور زعامت کی وضاحت کرتی ہے ہاں اعام مسلمان اس بات کا گمان نہیں کرتے تھے کہ پیغمبر کے بعد کوئی بھی پیغمبر کی جانشینی اور لافٹ کے بارے میں علیؑ سے جھگڑا کرے گا جیسا کہ معاویہ نے محمد بن ابی بکر کے خط کے جواب میں تحریر کیا کہ رسول کے زمانہ میں میں اور تمہارے باپ ابوطالب کے بیٹے کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم سمجھتے تھے اور ان کے فضل کو اپنے اوپر آشکار جانتے تھے پیغمبر کی رحلت کے بعد تمہارے باپ اور عمر سب سے پہلے وہ شخص تھے کہ جنہوں نے علیؑ کے مرتبہ کو گھٹایا اور لوگوں سے اپنی بیعت لی۔ یہی وجہ ہے وہ لوگ جو پیغمبر کی زندگی کے آخری مہینوں میں مدینہ میں نہیں تھے انہیں بعد وفات پیغمبرؐ بعض انجام دہی جانے والی سازشوں کا علم نہیں تھا، جیسے خالد بن سعید اور ابو سفیان پیغمبر کی وفات کے بعد جب مدینہ آئے تو انے دیکھا کہ ابو بکر پیغمبر کی جگہ بیٹھے ہیں اور خود کو پیغمبر کا خلیفہ بتا رہے ہیں تو ان لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔<sup>۱</sup> حتیٰ کہ جب ابو سفیان سفر سے واپس آیا اور ان حالات کو دیکھا تو عباس بن عبدالمطلب اور علیؑ کے پاس گیا اور ان سے درخواست کی کہ اپنا حق لینے کے لئے قیام کریں لیکن انہوں نے اس کی بات کو قبول نہیں کیا، البتہ ابو سفیان کی نیت میں خلوص نہیں تھا۔<sup>۲</sup>

اگرچہ پیغمبر اکرم کے اکثر صحابہ نے ابو بکر کی خلافت کو قبول کر لیا لیکن علیؑ کے کی فضیلت و برتری کو نہیں بھولے جب آپ مسجد میں ہوتے تھے شرعی مسائل میں آپ کے علاوہ کوئی فتویٰ نہیں دیتا تھا کیونکہ آپ کو رسول اکرم کی صاف و صریح حدیث کی بنا پر امت میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والا جانتے تھے۔<sup>۳</sup> حضرت عمر کا کہنا تھا کہ خدا نے کرے کوئی مشکل پیش آئے اور ابواحسن نہ ہوں۔<sup>۴</sup> نیز اصحاب پیغمبر سے کہتے تھے؛ جب تک علیؑ مسجد میں موجود ہیں ان کے علاوہ کوئی بھی فتویٰ دینے کا حق نہیں رکھتا۔<sup>۵</sup> اگرچہ علیؑ نے پیغمبر کی وفات کے بعد سیاسی اقتدار حاصل نہیں کیا لیکن

<sup>۱</sup> بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، انساب الاشراف، منشورات مؤسسة الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱۳۹۴ھ، ج ۲، ص ۳۹۶

<sup>۲</sup> ابن واضح، تاریخ یعقوبی منشورات شریف الرضی، قم، طبع اول، ۱۴۱۴ھ، ج ۲، ص ۱۲۶

<sup>۳</sup> ابن اثیر، عزالدین ابی الحسن علی بن ابی الکریم، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، دار احیاء التراث العربی بیروت، ج ۳، ص ۱۲، ابن

واضح، تاریخ یعقوبی ج ۲، ص ۱۲۶

<sup>۴</sup> بلاذری، انساب الاشراف، ص ۹۷

<sup>۵</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار احیاء التراث العربی، ج ۱، ص ۱۸

<sup>۶</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار احیاء التراث العربی، ج ۱، ص ۱۸

آپ کے فضائل و مناقب کو یہی اصحاب پینمبر بیان کرتے ہیں، ابن حجر عسقلانی جو اہل سنت کے متعصب عالموں میں سے ہیں انہوں نے حدیث غدیر کے راویوں کی تعداد تیس افراد بتائی ہے۔ لیکن ابن شہر آشوب نے حدیث غدیر کے اصحاب میں راویوں کی تعداد اسی (۸۰) بیان کی ہے۔<sup>۲</sup>

لیکن علامہ ایٹنی نے حدیث غدیر کے راویوں کی تعداد جو صحابہ سے نقل ہوئی ہے ایک سو دس ذکر کی ہے کہ جس کی تفصیل یوں ہے:<sup>۳</sup>۔ ابو ہریرہ، ابو لیلیٰ انصاری، ابو زینب انصاری، ابو فضالہ انصاری، ابو قدامہ انصاری، ابو عمرہ بن عمرو بن محسن انصاری، ابو الہیثم بن تہان، ابو رافع، ابو ذؤیب، ابو بکر بن ابی قحافہ، اسامہ بن زید، ابی بن کعب، اسعد بن زرارہ انصاری، اسماء بنت عمیس، ام سلمہ، ام ہانی، ابو حمزہ انس بن مالک انصاری، براء بن عازب، بریدہ اسلمی، ابو سعید ثابت بن ودیعہ انصاری، جابر بن سمیرہ، جابر بن عبد اللہ انصاری، جبلة بن عمرو انصاری، جبیر بن مطعم قرشی، جریر بن عبد اللہ بجلي، ابو ذر جنذب بن جنادہ، ابو جندیہ انصاری، جبہ بن جوین عربی، حبشی بن جنادہ سلولی، حبیب بن بدیل بن ورقاء خزاعی، حذیفہ بن اسید غفاری، ابو ایوب خالد زید انصاری، خالد بن ولید مخزومی، خزیمہ بن ثابت، ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی، رفاعہ بن عبد المتدر انصاری، زبیر بن عوام، زید بن ارقم، زید بن ثابت، زید بن یزید انصاری، زید بن عبد اللہ انصاری، سعد بن ابی وقاص، سعد بن جنادہ، سلمہ بن عمرو بن کوع، سمرہ بن جنذب، سہل بن حنیف، سہل بن سعد انصاری، صدی بن عجلان، ضمیرة اللادی، طلحہ بن عبید اللہ، عامر بن عمیر، عامر بن لیلیٰ، عامر بن لیلیٰ غفاری، عامر بن واثلہ، عائشہ بنت ابی بکر، عباس بن عبد المطلب، عبد الرحمن بن عبد ربہ انصاری، عبد الرحمن بن عوف قرشی، عبد الرحمن بن یعمر الدیلی، عبد اللہ بن ابی عبد الاثر مخزومی، عبد اللہ بن بدیل، عبد اللہ بن بشیر، عبد اللہ بن ثابت انصاری، عبد اللہ بن ربیعہ، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن ابی عوف، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن یاسیل، عثمان بن عفان، عبید بن عازب انصاری، ابو طریف عدی بن حاتم، عطیہ بن بسر، عقبہ بن عامر، علی بن ابی طالب، عمار بن یاسر، عمارہ المخزومی، عمر بن عاص، عمر بن مرہ جہنی، فاطمہ بن رسول ﷺ فاطمہ بنت حمزہ، عمر بن ابی سلمہ، عمران بن حصین خزاعی، عمرو بن حمق خزاعی، عمرو بن شراحیل، قیس بن ثابت

<sup>۱</sup> صواعق المحرقة، مکتبہ قاہرہ، طبع ۱۳۸۵، ص ۱۲۲

<sup>۲</sup> مناقب آل ابی طالب، مؤسسہ انتشارات علامہ، ج ۳، ص ۲۵ و ۲۶

<sup>۳</sup> الغدير، دارالکتب الاسلامیہ، تہران، ج ۱، ص ۱۴-۶۱

انصاری، قیس بن سعد انصاری، کعب بن عجرہ انصاری، مالک بن حویرث لیثی، مقداد بن عمرو، ناجیہ بن عمرو خزاعی، ابو بربزہ فضلہ بن عقبہ اسلمی، نعمان بن عجلان انصاری، ہاشم مرقال، وحشی بن حرب، وہب بن حمزہ، ابو جحیفہ، وہب بن عبد اللہ ویلیعی بن مرہ۔ حدیث غدیر کے راویوں کے درمیان وہ لوگ جو علی سے دشمنی رکھتے تھے جیسے ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، عبدالرحمن بن عوف، زید بن ثابت، اسامہ بن زید، حسان بن ثابت، خالد بن ولید، اور عائشہ کا نام لیا جاسکتا ہے حتیٰ کہ یہی صحابہ جو حضرت علی کے موافق بھی نہیں تھے لیکن اس کے باوجود کبھی آپ کی طرف سے آپ کے دشمن کے مقابلے میں دفاع بھی کرتے تھے جیسے سعد بن وقاص، یہ ان چھ لوگوں میں سے تھے جو عمر کے مرنے کے بعد انتخاب خلافت کے لئے چھ رکنی کمیٹی بنی تھی اور انہوں نے علی کے مقابلے میں عثمان کو ووٹ دیا نیز خلافت کے مسئلہ میں حضرت علی کی طرفداری اور حمایت بھی نہیں کی اور بے طرئی اختیار کی، وہ باتیں جو ان کے اور معاویہ کے درمیان ہوئیں تو انہوں نے معاویہ سے کہا: تو نے اس شخص سے جنگ و جدال کیا ہے جو خلافت میں تجھ سے زیادہ سزاوار تھا، معاویہ نے کہا: وہ کیسے؟ اس نے جواب دیا: میرے پاس دلیل یہ ہے کہ ایک تو رسول نے علی کے بارے میں فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کے علی، مولا میں بار اہل! علی کے دوستوں کو دوست اور علی کے دشمنوں کو دشمن رکھ اور دوسرے ان کے فضل و سابقہ کی وجہ سے اسی طرح عمرو عاص کا بیٹا عبد اللہ جنگ صفین میں اپنے باپ کے ساتھ معاویہ کی طرف تھا، جب عمار قتل ہو گئے اور ان کے سر کو معاویہ کے پاس لایا گیا تو دو شخص آپس میں جھگڑنے لگے ہر ایک یہ دعویٰ کرنے لگا کہ عمار کو اس نے قتل کیا ہے عبد اللہ نے کہا: ہمت یہ ہے کہ تم میں سے ایک اپنا حق دوسرے کو بخش دے اس لئے کہ میں نے رسول اسلام سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: عمار کو ایک ظالم گروہ قتل کرے گا معاویہ ناراض ہوا اور اس نے کہا: تو یہاں پر کیا کر رہا ہے عبد اللہ نے کہا: کیونکہ رسول نے مجھ کو باپ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اس لئے میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن جنگ نہیں کروں گا۔<sup>۳</sup> جناب عمار کا امیر المؤمنین کی رکاب میں موجود ہونا کہ رسول اسلام نے عمار کے قاتلوں کو ایک ستم گار گروہ

<sup>۱</sup> الغدیر، درالکتب الاسلامیہ، تہران، ج ۱، ص ۱۴-۶۱۔

<sup>۲</sup> بلاذری، انساب الاشراف، مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت، طبع اول، ۱۳۹۴ ہجری، ج ۲، ص ۱۰۹، اخطب خوارزمی، المناقب، منشورات، المكتبة الحیدریہ، نجف، ۱۳۵۸، ہجری ص ۵۹-۶۰۔

<sup>۳</sup> بلاذری، انساب الاشراف، ص ۳۱۲-۳۱۳۔

بتایا ہے اس پر آشوب دور میں یہ علیؑ کی حقانیت کی بہترین گواہی تھی جس کا عمرو عاص کے بیٹے نے بھی اعتراف کیا

## ستیفہ کی تشکیل میں قریش کا کردار

علیؑ کی جانشینی کے بارے میں پیغمبرؐ کی تمام کوششوں اور واقعہ غدیر کے باوجود ستیفہ کا اجتماع واقع ہوا خدا کا فرمان زمین میں دھرا رہ گیا اور رسول اکرمؐ کا خانوادہ خانہ نشین ہو گیا، اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ قریش کے کردار کی نشاندہی کی جائے اس لئے کہ قریش ہی چاہتے تھے کہ پیغمبرؐ کی عترت کا حق غصب کریں، حضرت علیؑ نے مختلف مقامات پر قریش کے مظالم اور خلافت حاصل کرنے کی کوشش کو بیان کیا ہے۔ اس طرح اپنے بھائی عقیل کے خط کے جواب میں فرماتے ہیں: قریش سخت گمراہی میں ہیں، ان کی دشمنی اور نافرمانی معلوم ہے انہیں سرگردانی میں ہی چھوڑ دو اس لئے کہ انہوں نے مجھ سے جنگ ٹھان لی ہے جس طرح رسول اللہؐ سے جنگ پر تھے ہوئے تھے مجھ کو سزا دینے سے پہلے، (باقی حاشیہ اگلے پر) (امام حسنؑ نے جو خط معاویہ کو لکھا تھا اس میں ستیفہ کی تشکیل میں قریش کے کردار کو اس طرح بیان فرمایا: پیغمبر ﷺ کی وفات کے بعد قبیلہ قریش نے اپنے آپ کو اس حیثیت سے پہنچوایا کہ ہم لوگ پیغمبرؐ سے زیادہ نزدیک ہیں اور اسی دلیل کی بنا پر تمام عربوں کو کنارے کر دیا اور خلافت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہم اہل بیت محمدؐ نے بھی یہی کہا تو ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا اور ہم کو ہمارے حق سے محروم کر دیا۔ امام باقرؑ نے بھی اپنے ایک صحابی سے فرمایا: قریش نے جو ستم ہمارے اور ہمارے دوستوں اور شیعوں پر کئے ہیں اس کے بارے میں کیا کہوں؟ رسول خداؐ کی وفات ہوئی جب کہ پیغمبرؐ نے کہا تھا کہ لوگوں کے درمیان (خلافت کے لئے) اولیٰ ترین فرد کون ہے؟ لیکن قریش نے ہم سے روگردانی کی اور خلافت کو اس کی جگہ سے منحرف کر دیا ہماری دلیلوں کے ذریعہ انصار کے خلاف احتجاج کیا اور اس کے بعد خلافت کو ایک دوسرے کے حوالے کرتے رہے اور جس وقت ہمارے پاس واپس آئی تو بیعت شکنی کی اور

<sup>۱</sup> بطور نمونہ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷، میں فرماتے ہیں خدایا قریش اور ان لوگوں کے مقابلے میں جو ان کی مدد کرتے ہیں تجھ سے مدد چاہتا ہوں کیوں کہ انہوں نے میرے مرتبہ کو کم کیا اور وہ خلافت جو مجھ سے مخصوص تھی اس کے بارے میں میرے خلاف متفق ہو گئے، نہج البلاغہ، فیض الاسلام، ص ۵۵۵،  
<sup>۲</sup> ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات شریف الرضی، قم ۱۴۱۶ھ۔ ص ۶۵

ہم سے جنگ کی۔ قریش کافی مدت پہلے ایسا عمل انجام دے چکے تھے جس سے لوگ سمجھ گئے تھے کہ یہ (بقیہ گذشتہ صفحہ صفحہ کا حاشیہ) انہیں چاہئے کہ وہ قریش کو سزا دیں اور انہیں مزہ چکھائے کیونکہ انہوں نے رشتہ داری توڑ دی اور میرے بھائی کی حکومت مجھ سے چھین لی۔ خلافت کو غصب کرنا چاہتے ہیں اسی لئے انصار سقیفہ کی طرف دوڑے تاکہ قریش تک حکومت پہنچنے سے مانع ہوں، اس لئے کہ قریش فرصت طلب تھے۔ خاندان پیغمبر سے قریش کی دشمنی کے اسباب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں قریش خاندان پیغمبر سے دشمنی رکھتے تھے؟ کیا ان کا دین اور ان کی دنیا اس خاندان کی مرہون منت نہیں تھی؟ کیا انہوں نے اسی خاندان کی برکت کی وجہ سے ہلاک ہونے سے نجات نہیں پائی تھی؟ اس سوال کا جواب دینے کے لئے چند امور کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

### (۱) قریش کی ریاست طلبی

قریش زمانہ جاہلیت میں پورے جزیرۃ العرب پر تمام عربوں میں ایک امتیاز رکھتے تھے، ابوالفرج اصفہانی کا اس بارے میں کہنا ہے: تمام عرب قومیں قریش کو شعر کے علاوہ ہر چیز میں مقدم جانتی تھی<sup>۱</sup> یہ موقعیت اور حیثیت ان کو دو جہتوں سے حاصل ہوئی تھی۔ (الف) اقتصادی قوت: قریش نے پیغمبر کے جد جناب ہاشم کے زمانہ ہی سے پڑوسی ممالک جیسے یمن، شام، فلسطین، عراق، حبشہ سے تجارت کرنی شروع کر دی تھی اور اشراف قریش اس تجارت کی وجہ سے بہت زیادہ ثروتمند ہو گئے تھے۔ خداوند عالم اس تجارت کو قریش کے لئے سرمایہ افتخار اور عیش و مسرت قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے: ایک دوسرے سے محبت و الفت پیدا کرنے گرمیوں اور سردیوں میں آپس میں رابطہ رکھنے کے لئے اللہ کی عبادت کریں وہی پروردگار کہ جس نے بھوک سے انہیں نجات دی اور خوف و ہراس ان سے دور کیا۔<sup>۲</sup> (ب) معنوی حیثیت: قریش کعبہ کے وجود کی بنا پر کہ جو عرب دنیا میں، عرب قبائل کے درمیان ایک مشہور زیارت گاہ تھی نیز اسے عربوں کے درمیان ایک خاص معنوی حیثیت حاصل تھی خاص طور پر ہاتھیوں کے لشکر ابرہہ کی شکست کے بعد قریش کا

<sup>۱</sup> کتاب سلیم بن قیس العامری، منشورات دار الفنون، بیروت، ۱۴۰۰ھ۔ ص ۱۰۸، شیرازی السید علی خان، الدرجات الرفیعة فی

طبقات الشیعة، مؤسسة الوفاء، بیروت، ص ۵

<sup>۲</sup> اصفہانی، الاغانی، دار الاحیاء تراث العربی، ج ۱ ص ۷۴

<sup>۳</sup> مہدی پیشوائی، تاریخ اسلام، دانشگاه آزاد اسلامی، واحد اراک، ص ۵۱-۵۰

<sup>۴</sup> سورہ قریش



احترام لوگوں کی نظر میں زیادہ ہو گیا تھا اور یہ کعبہ کے کلید دار بھی تھے، قریش نے اس واقعہ سے فائدہ اٹھایا اور خود کو آل اللہ، حیران اللہ اور سکان حرم اللہ کہلوانا شروع کر دیا، اسی وسیلہ کی بنیاد پر انہوں نے اپنے مذہبی مقام کو استوار کر لیا

۱-

اسی احساس برتری و اقتدار کی وجہ سے قریش نے کوشش شروع کی کہ اپنی برتری کو ثابت کریں چونکہ مکہ کعبہ کی وجہ سے عرب کے لئے مرکز تھا جزیرہٴ العرب کے اکثر ساکنین وہاں آتے جاتے تھے، قریش اپنی رسومات کو مکہ آنے والوں پر تھوپتے تھے طواف کعبہ کے وقت لوگوں کو متوجہ کرتے تھے کہ حاجی ان سے خریدے ہوئے لباس میں طواف کریں<sup>۲</sup> لیکن رسول اکرم کے ظاہر ہونے کے بعد انہوں نے احساس کیا کہ تعلیمات اسلامی ان کی برتری اور انحصار طلبی کے منافی ہے، قریش نے ان کو قبول نہیں کیا اور اپنی تمام طاقت کے ساتھ مخالفت میں کھڑے ہو گئے اور جو بھی اسلام کی نابودی کے لئے ممکن تھا اس کو انجام دیا لیکن ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے، آخر کار پیغمبر نے قریش پر کامیابی حاصل کر لی، ہاتھیوں جبری میں قریش کے کچھ افراد مدینہ آئے اور مسلمانوں سے مل گئے لیکن دشمنی سے باز نہ آئے مثلاً حکم بن عاص نے پیغمبر کا مذاق اڑایا آنحضرت نے اسے طائف کی جانب شہر بدر کر دیا<sup>۳</sup>۔ جب قریش میں رسول اکرم سے مقابلے کی طاقت نہیں رہی تو انہوں نے ایک نیا فارمولہ بنا لیا کہ آنحضرت کے جانشین سے مقابلہ کریں عمر نے ہمیشہ ابن عباس سے کہا: عرب نہیں چاہتے کہ نبوت اور خلافت تم بنی ہاشم کے درمیان جمع ہو اسی طرح مزید کہا: اگر بنی ہاشم میں سے کوئی امر خلافت کا ذمہ دار بن گیا تو اس خاندان سے خلافت باہر نہیں جائے گی اور ہمارا اس میں کوئی حصہ نہیں ہوگا لیکن اگر بنی ہاشم کے علاوہ کوئی اس کا ذمہ دار ہو گیا تو وہ لوگ اپنے ہی درمیان ایک دوسرے کو منتقل کرتے رہیں گے<sup>۴</sup>۔ اس زمانے کے لوگ بھی قریش کے اس رویہ سے آگاہ تھے جیسا کہ براء بن عازب نے نقل کیا کہ میں بنی ہاشم کے چاہنے والوں میں سے تھا جس وقت رسول اکرم دنیا سے گئے تو مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ قریش بنی ہاشم سے خلافت کو نہ چھین

<sup>۱</sup> تاریخ اسلام، مہدی پیشوائی، ص ۵۲

<sup>۲</sup> ابن سعد، الطبقات الکبری، دار صادر، بیروت، ج ۱، ص ۷۲

<sup>۳</sup> ابن اثیر، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ، دار احیاء التراث العربی، ج ۲، ص ۳۴

<sup>۴</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار احیاء التراث العربی، ج ۱، ص ۱۹۴

<sup>۵</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار احیاء التراث العربی، ج ۱، ص ۱۹۴



لیں اور میں کافی حیران و سرگردان تھا۔ قریش کا ابو بکر اور عمر کی خلافت پر راضی ہونا خود ان کے فائدے میں تھا جیسا کہ ابو بکر نے مرتے وقت قریش کے کچھ لوگوں سے کہ جو اس کی عیادت کے لئے آئے تھے کہا: میں جانتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک یہ خیال کرتا ہے کہ میرے بعد خلافت اس کی طرف منتقل ہوگی لیکن میں نے تم میں سے بہترین شخص کو اس کے لئے چنا ہے۔<sup>۲</sup> ابن ابی الحدید کہتا ہے: قریش عمر کی طولانی خلافت کی وجہ سے ناراض تھے اور عمر بھی اس بات سے آگاہ تھے لہذا وہ اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ مدینہ سے باہر جائیں۔<sup>۳</sup>

## (۲) قبیلوں کی رقابت و حسادت

عربوں میں قبیلوں کے درمیان رقابت اور حسادت بہت تھی خداوند عالم نے قرآن مجید میں سورہ مٹھاثر اور سورہ سباء میں اس مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے، زمانہ جاہلیت میں بنی ہاشم اور دوسرے تمام قبائل کے درمیان رقابت موجود تھی، زمزم کھودتے وقت جناب عبدالمطلب کے مقابلہ میں قریش کے تمام قبائل جمع ہو گئے تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ افتخار صرف عبدالمطلب کو حاصل ہو۔<sup>۴</sup> یہی وجہ ہے کہ ابو جہل کہتا تھا ہم بنی ہاشم سے ان کے شرف کی وجہ سے رقابت کرتے تھے وہ بھی لوگوں کو کھانا دیتے تھے تو ہم بھی لوگوں کو کھانا دیتے تھے، وہ لوگوں کو سواری میا کرتے تھے تو ہم بھی لوگوں کو سواری میا کرتے تھے تو وہ لوگوں کو پیسے دیتے تھے ہم بھی لوگوں کو پیسے بانٹتے تھے اور ہم ان کے ساتھ اس طرح شانہ بشانہ بڑھ رہے تھے جیسے گھوڑوں کی دوڑ میں دو گھوڑے ساتھ چل رہے ہوں، یہاں تک کہ ان لوگوں نے کہا: ہم میں ایک ایسا پیغمبر منتخب ہوا ہے کہ جس پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اب ہم ان تک کیسے پہنچتے؟ خدا کی قسم! ہم اس پر ہرگز ایمان لائے اور نہ ہی ان کی تصدیق کی۔<sup>۵</sup> امیہ بن ابی اہصلت جو طائف کے اشراف میں سے تھا اس نے اسی وجہ سے اسلام قبول نہیں کیا اور پیغمبرؐ موعود کا سالہا سال انتظار کرتا رہا تاکہ اس

<sup>۱</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار احیاء التراث العربی، ج ۲، ص ۵۱

<sup>۲</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار احیاء التراث العربی، ج ۱، ص ۱۱۰

<sup>۳</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار احیاء التراث العربی، ج ۲، ص ۱۵۹

<sup>۴</sup> تمہاری سرگرمی کا باعث زیادہ طلبی ہے یہاں تک کہ تم اپنے مرنے والوں کی قبروں سے ملاقات کرو۔

<sup>۵</sup> تم نے کہا: ہمارے پاس مال اور بیٹے زیادہ ہیں اسی وجہ سے ہم سزا نہیں پاسکتے ان سے کہہ دو کہ میرا خدا جب کسی کو چاہے گا اس کی روزی کم کر دے اور جب چاہے زیادہ کر دے گا لیکن زیادہ تر لوگ نہیں جانتے ہیں کہ اولاد اور مال کا زیادہ ہونا ان کو مجھ سے نزدیک نہیں کرے گا مگر یہ کہ وہ لوگ جو ایمان لائیں اور عمل صالح انجام دیں۔

<sup>۶</sup> ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، دار المعرفۃ، بیروت، ج ۱، ص ۱۴۷، ۱۴۳

<sup>۷</sup> ابن ہشام، سیرۃ النبویہ، دار المعرفۃ، بیروت (بی تا) ج ۱ ص ۱۴۳-۱۴۷

انتظار میں خود کو اس منصب تک پہنچا دے جب اس کو بعثت رسول ﷺ کی خبر ملی پیروی کرنے سے اجتناب کیا اور اس کی علت یہ بتائی کہ مجھ کو ثقیف کی عورتوں سے شرم آتی ہے، اور اس کے بعد کہتا ہے: کافی عرصہ تک میں ان سے یہ کہتا رہا کہ وہ پیغمبر موعود میں ہوگا اب کس طرح تحمل کروں کہ وہ مجھے بنی عبد مناف کے ایک جوان کا پیرو دیکھیں۔ لیکن اس حد و رقابت کے باوجود خدا نے پیغمبر ﷺ کو کامیاب کیا اور قریش کی شان و شوکت کو خاک میں ملادیا، آٹھویں ہجری کے بعد اکثر اشراف قریش مدینہ منقل ہو گئے اور وہاں بھی خاندان پیغمبر ﷺ کو تکلیف دینے سے باز نہ آئے۔ ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ ماجرین میں سے ایک نے عباس بن عبدالمطلب سے چند بار کہا: آپ کے والد عبدالمطلب اور بنی سہم کا ہنہ غیطلہ دونوں جہنم میں ہیں، آخر کار عباس غصہ ہو گئے اور اس کے منہ پر ٹانچہ مارا اور اس کی ناک سے خون نکل آیا، اس شخص نے پیغمبر سے آکر عباس کی شکایت کی رسول نے اپنے چچا عباس سے اس بات کی وضاحت چاہی، عباس نے سارا قضیہ بیان کیا تو پیغمبر نے فرمایا: کیوں عباس کو اذیت دیتے ہو؟ حضرت علیؑ اپنے مخصوص کماں کی بنا پر زیادہ مورد حد قرار پائے امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ جب بھی رسول اکرم ﷺ علیؑ کے فضائل بیان کرنا چاہتے تھے یا اس آیت کی تلاوت کرنا چاہتے تھے جو علیؑ کی شان میں نازل ہوئی تھی تو کچھ لوگ مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے، اس روایت نبی اکرمؐ سے بہت زیادہ وارد ہوئی میں ۳۔ آپ نے فرمایا: جس نے علیؑ سے حد کیا اس نے مجھ سے حد کیا اور جس نے مجھ سے حد کیا وہ کافر ہو گیا۔ یہاں تک کہ پیغمبر کے زمانہ میں بعض افراد علیؑ سے حد کرتے تھے اور آپ کو اذیت پہنچاتے تھے جیسا کہ سعد بن وقاص سے نقل ہوا ہے کہ میں اور دوسرے دو آدمی مسجد میں بیٹھے علیؑ کی برائی کر رہے تھے کہ پیغمبر غصہ کی حالت میں ہم لوگوں کی طرف آئے اور فرمایا: علیؑ نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی ۵۔

<sup>۱</sup> ابن قتیبہ، المعارف، منشورات الشریف الرضی، قم ۱۴۱۵ھ۔ ص ۶۰، اور تاریخ اسلام، مہدی پیشوائی، زمانہ جاہلیت سے حجة

الوداع تک، دانشگاه آزاد اسلامی، واحد اراک، ص ۸۸

<sup>۲</sup> طبقات الکبریٰ دار بیروت ۱۴۰۵ھ، ج ۴، ص ۲۴

<sup>۳</sup> ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، مؤسسہ انتشارات ۱۴۶، قم، ج ۳، ص ۲۱۴

<sup>۴</sup> ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، مؤسسہ انتشارات ۱۴۶، قم، ج ۳، ص ۲۱۳-۲۱۴

<sup>۵</sup> ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، مؤسسہ انتشارات ۱۴۶، قم، ج ۳، ص ۲۱۱

### (۳) حضرت علیؑ سے قریش کی دشمنی

علیؑ کی محرومیت اور مظلومیت کی اہم ترین دلیل قریش کی مخالفت اور دشمنی تھی کیونکہ وہ حضرت علیؑ سے زک کھا چکے تھے حضرت نے رسول خدا کے زمانے میں جنگوں میں ان کے باپ، بھائیوں اور عزیزوں کو قتل کیا تھا، چنانچہ یعقوبی حضرت علیؑ کی خلافت کے شروع کے حالات کے بارے میں لکھتا ہے: قریش کے مروان بن حکم، سعید بن عاص اور ولید بن عقبہ کے علاوہ تمام لوگوں نے حضرت علیؑ کے ہاتھوں پر بیعت کی، ولید نے ان لوگوں کی طرف سے حضرت علیؑ سے کہا: آپ نے ہم لوگوں کو نقصان پہنچایا ہے، بدر کے بعد میرے باپ کی گردن اڑائی سعید کے باپ کو جنگ میں قتل کیا اور جب عثمان نے مروان کے باپ کو مدینہ واپس بلانا چاہا تو آپ نے اعتراض کیا۔ اسی طرح خلافت علیؑ کے وقت عبید اللہ بن عمر نے امام حسنؑ سے سفارش کی کہ آپ مجھ سے ملاقات کریں مجھے آپ سے کام ہے، جس وقت دونوں کی ملاقات ہوئی تو عبید اللہ بن عمر نے امام حسنؑ سے کہا: آپ کے والد نے شروع سے آخر تک قریش کو نقصان پہنچایا لوگ ان کے دشمن ہو گئے ہیں آپ میری مدد کریں تاکہ ان کو ہٹا کر آپ کو ان کی جگہ بٹھادیا جائے۔ جب ابن عباس سے سوال کیا گیا: کیوں قریش حضرت علیؑ سے دشمنی رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: پہلے والوں کو حضرت علیؑ نے واصل جہنم کیا اور بعد والوں کے لئے باعث عار ہو گئے، حضرت علیؑ کے دشمن قریش کی اس ناراضگی سے فائدہ اٹھاتے تھے اور قضیہ کو مزید ہوا دیتے تھے۔ عمر بن خطاب نے سعد بن عاص سے کہا: تو مجھے اس طرح دیکھ رہا ہے جیسے میں نے ہی تیرے باپ کو قتل کیا ہو میں نے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ علیؑ نے ان کو قتل کیا ہے۔ خود حضرت علیؑ نے بھی ابن ملجم کے ہاتھوں سے ضربت کھانے کے بعد ایک شعر کے ضمن میں قریش کی دشمنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تکلم قریش تمنای لتقتلنی فلا وربوا ما فازوا وما ظفروا ہ قریش کی خود تمنا تھی کہ وہ مجھے قتل کریں لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

### (۴) حضرت علیؑ کا سکوت:

<sup>۱</sup> ابن واضح، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، منشورات شریف رضی، قم، ۱۴۱۱ھ، ج ۲، ص ۱۷۸

<sup>۲</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۴۹۸

<sup>۳</sup> ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ص ۲۲۰

<sup>۴</sup> ابن سعد، طبقات الکبریٰ، دار بیروت، ۱۴۰۵ھ، ج ۵، ص ۳۱

<sup>۵</sup> ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، ص ۳۱۲

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ حضرت علیؑ نے سفینہ اور ابوبکر کی حکومت کے آغاز کے بعد کیوں اپنے حق سے صرف نظر کیا؟ چند ماہ کے استدلال اور احتجاجات کے بے اثر ہونے کا یقین کر لینے کے بعد حکومت کے خلاف مسلحانہ جنگ کیوں نہیں کی؟ جب کہ بعض بزرگ اصحاب پیغمبر ﷺ آپ کے واقعی طرفداروں میں تھے اور عمومی طور سے مسلمان بھی آپ سے مخالفت نہیں رکھتے تھے، یہ طور کلی کہا جا سکتا ہے کہ امیر المومنین نے اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کو مد نظر رکھا اور سکوت اختیار کیا جیسا کہ خطبہ شقیہ میں آپ نے فرمایا: ”میں نے خلافت کی قبا کو چھوڑ دیا اور اپنے دامن کو اس سے دور کر لیا حالانکہ میں اس فکر میں تھا کہ آیا تنہا بغیر کسی یا وروددگار کے ان پر حملہ کر دو یا اس دم گھٹنے والی تنگ و تاریک فضا میں جو ان کی کارستانیوں کا نتیجہ تھی اس پر صبر کروں ایسی فضا جس نے بوڑھوں کو فرسودہ بنا دیا تھا، جوانوں کو بوڑھا اور باایمان لوگوں کو زندگی کے آخری دم تک کے لئے رنجیدہ کر دیا تھا میں نے انجام پر نگاہ کی تو دیکھا کہ بردباری اور حالات پر صبر کرنا ہی عقل و خرد سے زیادہ نزدیک ہے اسی وجہ سے میں نے صبر کیا لیکن میں اس شخص کی طرح رہا کہ جس کی آنکھ میں کانٹا اور گلے میں کھروری ہڈی پھنسی ہوئی ہو میں اپنی میراث کو اپنی آنکھ سے لٹتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ (فَدَلْتُ دُونَهَا ثَوْبًا وَ طَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحًا وَ طَفَفْتُ ارْتَمَى بَيْنَ اَنْ اَصُولَ بَيْدٍ جَذَاءٍ اَوْ اَصْبَرَ عَلٰى طَنْيَةِ عَمِيَاءٍ يَهْرَمُ فِيهَا الْكَبِيرُ، وَيُثَيِّبُ فِيهَا الصَّغِيرُ، وَيَكْدُخُ فِيهَا مُؤْمِنٌ حَتَّى يَلْقَى رَبَّهُ! فَرَأَيْتَ اِنْ الصَّبْرُ عَلٰى حَاتَا اَجْحَى الصَّبْرَتُ وَ فِى الْمَعِينِ قَدِى، وَ فِى الْخَلْقِ شَيْءٌ اُرَى تَرَاثِي نَهْبًا) حضرت علیؑ کے کلام سے خاموشی کے دوسرے اسباب کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے (اگرچہ وہ اسباب جزئی ہیں جیسے:

(۱) مسلمانوں کے درمیان تفرقہ

امیر المومنین فرماتے ہیں: جب خدا نے اپنے پیغمبر ﷺ کی روح قبض کی قریش نے اپنے کو ہم پر مقدم کیا اور ہم (جو امت کی قیادت کے لئے سب سے زیادہ سزاوار تھے) کو ہمارے حق سے باز رکھا لیکن میں نے دیکھا کہ اس کام میں صبر و بردباری کرنا مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اور ان کے خون بہنے سے بہتر ہے کیونکہ لوگ نئے نئے مسلمان

ہوئے تھے دین کی مثال بالکل دودھ سے بھری ہوئی اس مشک کی سی تھی کہ جس میں جھاگ بھر گیا ہو کہ جس میں ذرا سی غفلت اور سستی اسے نابود کر دے گی اور تھوڑا سا بھی اختلاف اسے پلٹ دے گا۔<sup>۱</sup>

(۲) مرتد ہونے کا خطرہ

پیغمبر اکرم ﷺ کی وفات کے بعد، عرب قبائل کی بڑی تعداد کہ جنہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کی آخری زندگی میں اسلام قبول کیا تھا وہ دین سے پلٹ گئے اور مرتد ہو گئے تھے کہ جس کی وجہ سے مدینہ کے لئے خطرہ بہت بڑھ گیا تھا ان کے مقابلہ میں مدینہ کی حکومت کمزور نہ ہونے پائے اس لئے حضرت علیؓ نے سکوت اختیار کیا حضرت علیؓ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے یہ کبھی نہیں سوچا اور نہ میرے ذہن میں کبھی یہ بات آئی کہ پیغمبرؐ کے بعد عرب منصب امامت اور رہبری کو ان کے اہل بیٹ سے چھین لیں گے اور خلافت کو مجھ سے دور کر دیں گے تنہا وہ چیز کہ جس نے مجھے ناراض کیا وہ لوگوں کا فلاں (ابوبکر) کے اطراف میں جمع ہو جانا اور اس کی بیعت کرنا تھا میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کچھ گروہ اسلام سے پھر گئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دین محمد ﷺ کو نابود کر دیں، میں نے اس بات کا خوف محسوس کیا کہ اگر اسلام اور اس کے اہل کی مدد نہ کروں نیز اسلام میں شکاف اور اس کے نابود ہونے پر شاہد رہوں تو میرے لئے اس کی مصیبت حکومت اور خلافت سے محروم ہونے سے زیادہ بڑی تھی کیونکہ دنیا کا فائدہ چند روزہ ہے جو جلد ہی ختم ہو جائے گا جس طرح سراب تمام ہو جاتا ہے یا بادل چھٹ جاتے ہیں پس میں نے اس چیز کو چاہا کہ باطل ہمارے درمیان سے چلا جائے اور دین اپنی جگہ باقی رہے۔ امام حسن نے بھی معاویہ کو خط میں لکھا: میں نے منافقوں اور عرب کے تمام گروہ کو جو اسلام کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے ان کی وجہ سے اپنے حق سے پشم پوشی کی<sup>۲</sup> حتیٰ کہ ان لوگوں میں کچھ ایسے تھے جن کے لئے قرآن نے شہادت دی ہے: ان کے قلوب میں ایمان داخل ہی نہیں ہوا تھا اور انہوں نے

<sup>۱</sup> اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا قَبِضَ نَبِيَّہٗ اسْتَاثَرَتْ عَلَيْنَا قَرِيْشٌ بِالْاَمْرِ وَدَفَعْتَنَا عَنْ حَقِّ نَحْنِ اَحَقُّ بِہٖ مِنَ النَّاسِ كَافَّةً فَرَايْتُ اَنَّ الصَّبْرَ عَلٰی ذٰلِیْ اَفْضَلٌ مِنْ تَقْبِيْرِ كَلِمَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ سَفُوِّ دِمَاہِمِ وَ النَّاسُ حُدِّیْثُوْ عَهْدٍ بِالْاِسْلَامِ وَ الدِّیْنَ یُمَخَّصُ مَخَّصَ الْوَطْبِ ، یُفْسِدُہٗ اَدْنٰی و ہُنَّ وَ یَعْکَسُ خُلْفِ

ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار الجیل بیروت، طبع اول، ۱۴۵۷ ہجری، ج ۱، ص ۳۰۸

<sup>۲</sup> فَوَاللّٰہِ مَا کَانَ یَلْقٰی فِی رَوْعِی و لَا یَخْطُرُ بِبَالِی ، اِنَّ الْعَرَبَ تَزْعَجُ ہٰذَا الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِہٖ عَنِ اِبْلِ بَیْتِہٖ وَ لَا اَنْہُمْ مَنَحُوْہٗ عَنِّیْ مِنْ بَعْدِہٖ فَمَا رَاعٰنِیْ الْاَنْبِیَالَ النَّاسُ عَلٰی فَلَانِ یَبِیَاعُوْنِہٖ ، فَاَمْسَکْتُ یَدِی حَتّٰی رَايْتُ رَجْعَةَ النَّاسِ قَدْ رَجَعَتْ عَنِ الْاِسْلَامِ یَدْعُوْنَ الِیَّ مُحَمَّدٌ □ فَخَشِیْتُ اَنْ لَمْ اَنْصُرِ الْاِسْلَامَ و اِبْلِہٖ اَنْ اَرٰی فِیْہِ تَلْمَآ و ہَدَمًا تَکُوْنُ الْمَصِیْبَةُ بِہٖ عَلٰی اعْظَمِ مِنْ قُوْتِ وَ لَا یَنْتَکُمُ الْاَنْمَآ ہِیَ مَتَاعُ اَیَّامٍ قَلٰلٌ یَزُوْلُ مِنْہَا مَا کَانَ یَزُوْلُ السَّرَابِ وَ کَمَا یَتَّقَشَعُ السَّحَابِ فَنَهَضْتُ فِی تَلٰی الْاِحْدَاثِ حَتّٰی زَاغَ الْبَاطِلُ وَ زَهَقَ ، وَ اطْمَآنَ الدِّیْنَ وَ تَنَهَنَ ( نہج البلاغہ ، فیض الاسلام، مکتوب ۶۲

<sup>۳</sup> ابو الفرج اصفہانی ، مقاتل الطالبین ، منشورات الشریف الرضی ، قم ۱۴۱۶ھ ص ۶۵

زبردستی اسلام قبول کیا تھا اور اپنے نفاق کی وجہ سے علیؑ کی ولایت کے منکر تھے حتیٰ کہ رسولؐ کے دور میں بھی اس مطلب پر اعتراض کرتے تھے۔ طبری نے آیہ ”سَلِّ سَأَلَ بَعْدَ ابِ وَقَع“ کی تفسیر میں حضرت امام صادقؑ سے نقل کیا ہے: خدیجہؓ کے واقعہ کے بعد نعمان بن حارث فہرہؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آپ کے حکم کے مطابق ہم نے خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دی اور آپ نے جہاد، روزہ، حج، زکوٰۃ، نماز کا حکم دیا ہم نے قبول کیا ان تمام باتوں پر آپ راضی اور خوش نہیں ہوئے اور کہہ رہے ہیں کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علیؑ مولا ہیں، کیا یہ آپ کی طرف سے ہے یا خدا کی جانب سے؟ تو رسولؐ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے یہ حکم خدا کی طرف سے ہے، نعمان بن حارث وہاں سے یہ کہتا ہوا واپس ہوا کہ اگر یہ مطلب حق ہے تو آسمان سے میرے اوپر پتھر نازل فرما، اسی وقت آسمان سے اس کے اوپر پتھر نازل ہوا اور وہ وہیں پر ہلاک ہو گیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔<sup>۱</sup> سقیفہ میں بھی یہ لوگ قریش کے حامی اور طرف دار تھے جیسا کہ ابو مخنف نے نقل کیا ہے کہ کچھ صحرائی عرب مدینہ کے اطراف میں کار و بار کے لئے آئے ہوئے تھے اور پیغمبرؐ کی وفات کے دن مدینہ میں موجود تھے ان لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کرنے میں اہم کردار ادا کیا تھا۔<sup>۲</sup>

(۳) عمرت پیغمبر ﷺ کی حفاظت

پیغمبرؐ کے اصلی وارث اور دین کے سچے حامی نیز خیر خواہ رسولؐ کے خاندان والے تھے یہ لوگ قرآن کے ہم پلہ اور ہم رہنیز پیغمبرؐ کے دوسری عظیم یادگار نیز قرآن و شریعت کی تفسیر کرنے والے تھے انہوں نے پیغمبرؐ کے بعد اسلام کا صحیح چہرہ لوگوں کے سامنے پیش کیا تھا ان لوگوں کا قتل ہو جانا ناقابل تلافی نقصان تھا امیر المؤمنین فرماتے ہیں: میں نے سوچا اور فکر کی کہ اس وقت اہل بیت کے علاوہ کوئی میرا مددگار نہیں ہے میں راضی نہیں تھا کہ یہ لوگ قتل کر دیئے جائیں۔<sup>۳</sup>

سقیفہ کے بعد شیعوں کے سیاسی حالات

<sup>۱</sup> مجمع البیان، دارالمعرفة للطباعة، ۱۴۰۸ھ، ج ۱۰، ص ۵۳۰

<sup>۲</sup> شیخ مفید، محمد بن محمد بن نعمان، الجمل، مکتب الاعلام الاسلامی، مرکز نشر، ص ۱۱۹، ۱۱۸

<sup>۳</sup> تَنْظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِي مُعِينٌ إِلَّا أَيْلُ بَيْتِي فَصَنَنْتُ بِهِمُ مِنَ الْمَوْتِ (نهج البلاغه، فیض الاسلام، خطبہ: ۲۶)

اگرچہ سقیفہ تشکیل پانے کے بعد حضرت علیؑ سیاسی میدان سے دور ہو گئے تھے، شیعہ مخصوص گروہ کی صورت میں سقیفہ کے بعد سیاسی طور پر وجود میں آئے اور انفرادی یا جماعت جماعت کی صورت میں حضرت علیؑ کی حقانیت کا دفاع کرتے رہے پہلے حضرت فاطمہؑ زہرا کے گھر جمع ہوئے اور بیعت سے انکار کیا اور سقیفہ کے کارندوں سے روبرو ہوئے۔ لیکن حضرت علیؑ تحفظ اسلام کی خاطر خشونت اور سختی کا رویہ ان کے ساتھ اپنانا نہیں چاہتے تھے بلکہ وہ چاہتے تھے کہ بحث و مناظرہ کے ساتھ مسئلہ کا تصفیہ کریں چنانچہ براء بن عازب نقل کرتا ہے: میں سقیفہ کے قضیہ سے دل برداشتہ رات کے وقت مسجد نبیؐ میں گیا اور دیکھا: مقداد، عبادہ بن صامت، سلمان فارسی، ابوذر، حذیفہ اور ابوالہیثم بن تیمان پیغمبرؐ کے بعد رونما ہونے والے حالات کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں ہم سب ایک ساتھ ابی بن کعب کے گھر گئے تو اس نے کہا: جو بھی حذیفہ کہیں اس کی رائے بھی وہی ہوگی۔ آخر کار شیخان علیؑ نے جمعہ کے دن مسجد نبیؐ میں ابو بکر کے ساتھ مناظرہ کیا اور اس کو ملامت کیا، طبری نقل کرتے ہیں: ابان بن تغلب نے امام صادقؑ سے پوچھا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں، جس وقت ابو بکر رسول خدا کی جگہ پر بیٹھے تو کیا کسی نے اعتراض نہیں کیا؟ امام نے فرمایا: کیوں نہیں انصار و ماجرین میں سے بارہ افراد نے مثلاً خالد بن سعید، سلمان فارسی، ابوذر، مقداد، عمار، بریدہ اسلمی، ابن الہیثم بن تیمان، سہل بن حنیف، عثمان بن حنیف، خزیمہ بن ثابت (ذوالشہادتین)، ابی بن کعب، ابو ایوب انصاری ایک جگہ پر جمع ہوئے اور انہوں نے سقیفہ کے متعلق آپس میں گفتگو کی، بعض نے کہا: مسجد چلیں اور ابو بکر کو منبر سے اتار لیں لیکن بعض لوگوں نے اس سے اتفاق نہیں کیا یہ لوگ امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا چلتے ہیں اور ابو بکر کو منبر سے کھینچ لیتے ہیں حضرت نے فرمایا: ان لوگوں کی تعداد زیادہ ہے اگر سختی کرو گے اور یہ کام انجام دو گے تو وہ لوگ آئیں گے اور مجھ سے کہیں گے کہ بیعت کرو ورنہ تمہیں قتل کر دیں گے بلکہ اس کے پاس جاؤ جو کچھ رسول خداؐ سے سنا ہے اس سے بیان کرو، اس طرح سے اتمام حجت ہو جائے گی، وہ لوگ مسجد میاں آئے اور سب سے پہلے خالد بن سعید اموی نے کہا: اے ابو بکر! آپ جانتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے جنگ، بنی نضیر کے بعد کیا کہا تھا: یاد رکھو! اور میری وصیت کو حفظ کر لو تمہارے

<sup>۱</sup> ابن واضح، تاریخ یعقوبی، منشورات شریف رضی، قم، ۱۴۱۴ھ، ج ۲، ص ۱۲۶

<sup>۲</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج ۲، ص ۵۱



درمیان میرے بعد میرے جانشین اور خلیفہ علیؑ میں، اس کے بعد جناب سلمان فارسیؓ نے اعتراض کیا اس کے بعد جب دوسرے لوگوں نے احتجاج کیا تو ابو بکرؓ نمبر سے نیچے اترے اور گھر چلے گئے اور تین دن تک گھر سے باہر نہیں نکلے، خالد بن ولید، ابو حذیفہ کا غلام سالم اور معاذ بن جبل کچھ افراد کے ساتھ ابو بکر کے گھر آئے اور اس کے دل کو قوت دی، عمر بھی اس جماعت کے ساتھ مسجد میں آئے اور کہا کہ اے شعیان علیؑ، اور دوستاران علیؑ، جان لو اگر دوبارہ ان باتوں کی تکرار کی تو تمہاری گردنوں کو اڑا دوں گا۔<sup>۱</sup>

اسی طرح وہ چند صحابہ جو وفات پیغمبرؐ کے وقت زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور تھے جب وہ اپنی ماموریت سے واپس آئے جن میں خالد بن سعید اور اس کے دو بھائی ابان اور عمر تھے، ان حضرات نے ابو بکر پر اعتراض کیا اور دوبارہ زکوٰۃ وصول کرنے سے انکار کیا اور کہا: پیغمبر کے بعد ہم کسی دوسرے کے لئے کام نہیں کریں گے۔ خالد بن سعید نے حضرت علیؑ سے یہ درخواست کی آپ آئیے تاکہ ہم آپ کی بیعت کریں کیونکہ آپ ہی پیغمبر اکرم ﷺ کی جگہ کے لائق و سزاوار ہیں۔ خلفاء ثلاثہ کی حکومت کے پورے ۲۵ سالہ دور میں شعیان علیؑ آپ کو خلیفہ اور امیر المؤمنین کے عنوان سے پھنواتے رہے، عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں: قرآن کی فرمائش کے مطابق خلیفہ چار پیادہ، داؤد، ہارون اور علیؑ۔ حذیفہ بھی کہتے تھے: جو بھی امیر المؤمنین برحق کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہے وہ علیؑ سے ملاقات کرے۔ حارث بن جو پیغمبر کی جنگوں میں انصار کے علمدار ہوا کرتے تھے نقل کرتے ہیں: نبی اکرم نے علیؑ سے فرمایا: اہل آسمان آپ کو امیر المؤمنین کہتے ہیں۔<sup>۲</sup> یعقوبی لکھتا ہے: عمر کی چھ رکنی کمیٹی کی تشکیل اور عثمان کے انتخاب کے بعد کچھ لوگوں نے یہ ظاہر کیا کہ ہم علیؑ کی طرف رجحان رکھتے ہیں اور عثمان کے خلاف باتیں کرتے تھے، ایک شخص نقل کرتا ہے کہ میں

<sup>۱</sup> طبرسی، ابی احمد منصور بن علی بن ابی طالب، الاحتجاج، انتشارات اسوہ، ج ۱، ص ۱۸۶، ۲۰۰۱ء۔  
<sup>۲</sup> ابن اثیر، ابی الحسن علی بن ابی اکرام، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، قاہرہ، دار احیاء التراث العربی بیروت، ج ۲، ص ۸۳۔  
<sup>۳</sup> ابن واضح، تاریخ یعقوبی، منشورات مؤسسۃ لاعلمی للمطبوعات، بیروت، طبع اول، ج ۲، ص ۱۱۔  
<sup>۴</sup> خداوند عالم حضرت آدم کے لئے قرآن میں فرماتا ہے، (اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً) (سورہ بقرہ، آیت ۳۰) خداوند عالم حضرت داؤد کے لئے فرماتا ہے: (یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ لَیْسَتَخْلَفْنٰہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفْنَا مِنْ قَبْلُہُمْ) (سورہ نور: ۲۴، آیت ۵۵، ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، دارالاضواء، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ج ۳، ص ۷۸-۷۷) بلانری، محمد بن یحییٰ، انساب الاشراف، منشورات مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت، ۱۲۹۴ھ، ج ۳، ص ۱۱۵۔



مسجد النبی میں داخل ہوا دیکھا ایک آدمی دوزانو بیٹھا ہے اور اس درجہ بیتاب ہو رہا ہے جیسے تمام دنیا اس کی تھی اور اب پوری دنیا اس سے چھن گئی ہے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے: قریش پر تعجب ہے کہ خلافت کو خاندان پیغمبر سے خارج کر دیا حالانکہ ان کے درمیان سب سے پہلا مومن اور رسول خدا کا چچا زاد بھائی دین خدا کا دانا ترین عالم اور فقیہ ترین شخص صراط مستقیم موجود تھا، خدا کی قسم! امام ہادی و مہدی اور طاہر و نقی سے خلافت کو لے لیا گیا کیونکہ ان کا ہدف اصلاح امت و دین داری نہ تھا بلکہ انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی،“ راوی کہتا ہے:

میں نزدیک ہوا اور دریافت کیا خدا آپ پر رحمت نازل کرے آپ کون ہیں؟ اور یہ شخص جس کے بارے میں بیان کر رہے ہیں وہ کون ہے؟ فرمایا: میں مقداد بن عمرو ہوں اور وہ علی بن ابی طالب ہیں، میں نے کہا: آپ قیام کریں میں آپ کی مدد کروں گا، مقداد نے کہا: میرے بیٹے یہ کام ایک دو آدمی سے ہونے والا نہیں ہے۔ ابوذر غفاری بھی عثمان کی خلافت کے روز مسجد نبوی کے دروازہ پر کھڑے کہہ رہے تھے جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ مجھے پہچان لے میں جناب بن جنادہ ابوذر غفاری ہوں، محمد ﷺ علم آدم کے وارث اور تمام فضائل انبیاء کے حامل ہیں اور علیؓ محمد کے جانشین اور ان کے علم کے وارث ہیں، اے پیغمبر کے بعد سرگرداں امت! آگاہ ہو جاؤ جس کو خدا نے مقدم کیا تھا اس کو اگر تم مقدم رکھتے اور ولایت کو خاندان رسول میں رہنے دیتے تو خدا کی نعمتیں اوپر اور نیچے سے نازل ہوتیں جو بھی مطلب تم چاہتے اس کا علم کتاب خدا اور سنت پیغمبر سے حاصل کر لیتے لیکن اب تم نے ایسا نہیں کیا تو اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھنا۔<sup>۱</sup> ہاں شیعیان علی کے پہلے گروہ میسبی پیغمبر اکرم کے اصحاب با وفا تھے انہیں کے ذریعہ تشیع تابعین تک متصل ہوئی اور انہیں کی تلاش و کوشش کی وجہ سے عثمان کی حکومت کے آخری دور میں سیاسی حوالہ سے حضرت علی کی خلافت کے اسباب فراہم ہوئے۔

شیعہ صحابی

<sup>۱</sup> ابن واضح، تاریخ یعقوبی، ص ۵۷

<sup>۲</sup> تاریخ یعقوبی، ابن واضح، ص ۶۷

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جس نے سب سے پہلے پیروان علیؑ کو شیعہ کہا وہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ذات گرامی تھی، رسول اکرمؐ کے زمانہ میں آپ کے کچھ صحابہ شیعان علیؑ کے نام سے مشہور تھے، محمد کرد علی خطہ الثام میں لکھتا ہے: رسول اللہ کے زمانہ میں اصحاب میں سے چند بزرگ، دوستاران علیؑ کے نام سے معروف تھے جیسے سلمان فارسی جو کہتے ہیں ہم نے رسول خدا کے ہاتھوں پر بیعت کی تاکہ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کریں اور علیؑ کے دوستوں اور ان کی اقتدا کرنے والوں میں سے رہیں، ابوسعید خدری کہتے ہیں: ہم کو پانچ چیزوں کا حکم ہوا لوگوں نے چار پر عمل کیا اور ایک کو چھوڑ دیا پوچھا گیا وہ چار چیزیں کون سی ہیں؟ انہوں نے کہا: نماز، زکوٰۃ، روزہ ماہ رمضان اور حج، پھر پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے جس کو لوگوں نے ترک کر دیا؟ تو انہوں نے کہا: وہ علیؑ بن ابیطالب کی ولایت ہے لوگوں نے کہا: کیا یہ بھی انہیں چار چیزوں کی طرح واجب ہے؟ کہا: ہاں یہ بھی اسی طرح واجب ہے، یا ابوذر غفاری، عمار یاسر، حذیفہ بن یان، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین ابوایوب انصاری، خالد بن سعید قیس بن سعد وغیرہ شیعہ علیؑ کے عنوان سے جانے جاتے تھے۔<sup>۱</sup>

ابن ابی الحدید کا پہلے دور کے شیعوں کے بارے میں کہنا ہے علیؑ کی افضلیت کا قول پرانا قول ہے اصحاب اور تابعین میں سے اکثر اس کے قائل تھے جیسے عمار، مقداد، ابوذر، سلمان، جابر، ابی بن کعب، حذیفہ، بریدہ، ابوایوب، سہل بن حذیفہ، عثمان بن

حنیف ابوہیثم بن تیمان، خزیمہ بن ثابت، ابو الطفیل عامر بن واثلہ، عباس بن عبدالمطلب اور تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب، شروع میں زبیر بھی حضرت علیؑ کے مقدم ہونے کے قائل تھے بنی امیہ میں سے بھی کچھ افراد جیسے خالد بن سعید اور اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز بھی علیؑ کی افضلیت کے قائل تھے<sup>۲</sup>۔ سید علی خان شیرازی نے درجات الرفیعین طبقات الشیعہ میں ایک حصہ شیعہ صحابیوں سے مخصوص کیا ہے، سب سے پہلے بنی ہاشم کا ذکر کیا ہے اس کے بعد تمام شیعہ صحابیوں کو پیش کیا ہے، پہلا حصہ جو بنی ہاشم سے مربوط شیعہ اصحاب سے ہے اس طرح ذکر کیا ہے: ابوطالب، عباس بن عبدالمطلب، عبد اللہ بن عباس، فضل بن عباس، عبید اللہ بن عباس، عبد الرحمن بن عباس، تمام بن عباس، عقیل بن ابی طالب

<sup>۱</sup> خطط الشام، مکتبۃ النوری، دمشق، طبع سوم، ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء، ج ۶ ص ۲۴۵  
<sup>۲</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت ج ۲۰ ص ۲۲۲، ۲۲۱

، ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب، نوفل بن حارث بن عبدالمطلب، عبد اللہ بن زبیر بن عبدالمطلب، عبد اللہ بن جعفر، عون بن جعفر، محمد بن جعفر، ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب، طفیل بن حارث بن عبدالمطلب، مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب، عباس بن عقبہ بن ابی لہب عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب، جعفر بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب۔ اسید علی خان نے دوسرے باب میں شیعیان بنی ہاشم کے علاوہ اصحاب شیعہ کا اس طرح تذکرہ کیا ہے

عمر بن ابی سلمہ، سلمان فارسی، مقداد بن اسود، ابوذر غفاری، عمار بن یاسر، حذیفہ بن یان، خزیمہ بن ثابت، ابو ایوب انصاری، ابوالمہشم مالک بن تیمان، ابی ابن کعب، سعد بن عبادہ، قیس بن سعد، سعد بن سعد بن عبادہ، ابو قتادہ انصاری، عدی بن حاتم، عبادہ بن صامت، بلال بن رباح، ابو سحر، ابو رافع، ہاشم بن عقبہ بن ابی وقاص، عثمان بن حنیف، سہل بن حنیف، حکیم بن جبلة العدوی، خالد بن سعید بن عاص، ولید بن جابر بن طلیم الطائی، سعد بن مالک بن سنان، براء بن مالک انصاری، ابن حصیب اسلمی کعب بن عمرو انصاری، رفاعہ بن رافع انصاری، مالک بن ربیعہ ساعدی، عقبہ بن عمر بن ثعالبہ انصاری، ہند بن ابی ہالہ تمیمی، جعدہ بن بئیرہ، ابو عمرہ انصاری، مسعود بن اوس، نضله بن عبید، ابو برزہ اسلمی، مرداس بن مالک اسلمی، مور بن شداد دفری، عبد اللہ بن بدیل الخزاعی، حجر بن عدی کندی، عمرو بن الحکم خزاعی، اسامہ بن زید، ابو لیلیٰ انصاری، زید بن ارقم اور براء بن عازب اوسی - ۲

مؤلف رجال البرقی نے بھی شیعیان اور مجاہدان علی بن ابی طالب کے اصحاب پیغمبر سے تھے انہیں اپنی کتاب کے ایک حصہ میں اس طرح ذکر کیا ہے: سلمان، مقداد، ابوذر، عمار، اور ان چار افراد کے بعد ابو لیلیٰ، بشیر، ابو عمرہ انصاری، ابو سنان انصاری، اور ان چار افراد کے بعد جابر بن عبد اللہ انصاری، ابو سعید انصاری جن کا نام سعد بن مالک خزرجی تھا، ابو ایوب انصاری، خزرجی، ابی بن کعب انصاری، ابو برزہ اسلمی، خزاعی جن کا نام نضله بن عبید اللہ تھا، زید بن ارقم انصاری، بریدہ بن حصیب اسلمی، عبد الرحمن بن قیس جن کا لقب سفینہ راکب اسد تھا، عبد اللہ بن سلام، عباس بن عبدالمطلب، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن جعفر، مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب، حذیفہ الیمان جو انصار میں شمار کئے جاتے تھے، اسامہ بن زید،

<sup>۱</sup> اسید علی خان شیرازی، الدرجات الرفیعة فی طبقات الشیعة مؤسسة الوفا، بیروت ص ۱۹۵-۱۴۱

<sup>۲</sup> اسید علی خان شیرازی، الدرجات الرفیعة فی طبقات الشیعة مؤسسة الوفا، بیروت ص ۱۹۷، ۴۵۵

انس بن مالک ابو الحمراء، براء بن عازب انصاری اور عرفہ ازدی۔ بعض شیعہ علماء رجال عقیدہ رکھتے ہیں کہ شیعہ صحابہ کی تعداد اس سے زیادہ تھی جیسا کہ شیخ مفید نے وہ تمام اصحاب جنہوں نے مدینہ میں حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کی خصوصاً وہ اصحاب جو جنگوں میں حضرت کے ساتھ تھے انہیں شیعان و معتقدین امامت حضرت علیؑ میں سے جانا ہے جنگ جمل میں اصحاب میں سے پندرہ سو افراد حاضر تھے۔<sup>۲</sup>

رجال کشی میں آیا ہے: شروع کے اصحاب جو حق کی طرف آئے اور حضرت علیؑ کی امامت کے قائل ہوئے وہ یہ ہیں: ابو الہیثم بن تہان، ابو ایوب، خزیمہ بن ثابت، جابر بن عبد اللہ، زید بن ارقم، ابو سعید، سہل بن حنیف، براء بن مالک، عثمان بن حنیف، عبادہ بن صامت، ان کے بعد قیس بن سعد، عدی بن حاتم، عمرو بن حمق، عمران بن حصین، بریدہ اسلمی، اور بہت سے دوسرے جن کو ”بشر کثیرہ“ سے تعبیر کیا ہے۔<sup>۳</sup> مرحوم میر داماد تعلیقہ رجال کشی میں بشر کثیر کی وضاحت و شرح میں کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے بہت سے بزرگان اور تابعین کے چندہ افراد میں<sup>۴</sup>۔ سید علی خان شیرازی نے کہا ہے کہ اصحاب پیغمبرؐ کی بیشتر تعداد امیر المؤمنین کی امامت کی طرف واپس آگئی تھی کہ جس کا شمار کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں ہے اور اخبار نقل کرنے والوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اکثر صحابہ جنگوں میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔<sup>۵</sup> محمد بن ابی بکر نے معاویہ کو خط لکھا کہ جس میں علیؑ کی حقانیت کی طرف اشارہ اس بات سے کیا ہے کہ اکثر اصحاب پیغمبرؐ حضرت علیؑ کے ارد گرد جمع میں۔ محمد بن ابی حذیفہ جو حضرت علیؑ کے وفادار ساتھی تھے اور معاویہ کے ماموں کے بیٹے تھے حضرت علیؑ سے دوستی کی بنا پر مدتوں معاویہ کے زندان میں زندگی بسر کی اور آخر کار وہیں دنیا سے رخصت ہو گئے، معاویہ سے مخاطب ہو کر کہا: جس روز سے میں تجھ کو پہچانتا ہوں چاہے وہ جاہلیت کا دور ہو یا اسلام کا تجھ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے اور اسلام نام کی کوئی چیز تیرے اندر نہیں پائی جاتی، اس کی علامت یہ ہے کہ تو مجھے علیؑ سے محبت کی بنا پر ملامت کرتا ہے حالانکہ تمام زاہد و عابد، مہاجر و انصار علیؑ کے ساتھ میں اور تیرے ساتھ آزاد کردہ غلام اور منافقین میں۔<sup>۶</sup>

<sup>۱</sup> احمد بن محمد بن خالد برقی، رجال البرقی، مؤسسہ قیوم، ص ۲۹، ۳۱

<sup>۲</sup> شیخ مفید، محمد بن محمد بن نعمان، الجمل، مکتب الاعلام الاسلامی، مرکز النشر، قم، ص ۱۰۹-۱۱۰

<sup>۳</sup> شیخ طوسی، ابی جعفر، اختیار معرفۃ الرجال، رجال کشی، مؤسسہ آل البیت التراث، قم، ۱۴۰۴ھ، ج ۱، ص ۱۸۱-۱۸۸

<sup>۴</sup> شیخ طوسی، ابی جعفر، اختیار معرفۃ الرجال، رجال کشی، مؤسسہ آل البیت التراث، قم، ۱۴۰۴ھ، ج ۱، ص ۱۸۸

<sup>۵</sup> امین، سعید محسن، اعیان الشیعہ، دارالتعارف للمطبوعات، بیروت، ج ۲، ص ۲۴

<sup>۶</sup> بلاذری، انساب الاشراف، منشورات مؤسسہ الاعلمی، للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۴ھ، ج ۲، ص ۳۹۵

<sup>۷</sup> شیخ طوسی، ابی جعفر، رجال کشی، ص ۲۷۸

البتہ جو لوگ امیر المومنین کی فوج میں تھے ان سب کا شمار آپ کے شیعوں میں نہیں ہوتا تھا لیکن چونکہ آپ قانونی خلیفہ تھے اس لئے آپ کا ساتھ دیتے تھے اگرچہ یہ بات تمام لوگوں کے بارے میں کہی جاسکتی ہے سوائے ان صحابیوں کے جو علیؑ کے ساتھ تھے اس لئے کہ وہ اصحاب جو حضرت امیرؑ کے ساتھ تھے کہ جن سے وہ اپنی حقانیت ثابت کرنے کے لئے مدد لیتے تھے ان کے بارے میں یہ کہنا درست نہیں ہے جیسا کہ سلیم ابن قیس نقل کرتا ہے: امیر المومنین صفین میں نمبر پر تشریف لے گئے اور مہاجر و انصار کے سبھی افراد جو لشکر میں تھے نمبر کے نیچے جمع ہو گئے حضرت نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور اس کے بعد فرمایا: اے لوگو! میرے فضائل و مناقب بے شمار ہیں میں صرف اس پر اکتفا کرتا ہوں کہ جب رسول خدا سے اس آیت کے بارے میں ”السا بقون السا بقون اولئک المقربون“ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: خدا نے اس آیت کو انبیا و اوصیا کی شان میں نازل کیا ہے اور میں تمام انبیا و پیغمبروں سے افضل ہوں اور میرا وصی علیؑ ابن ابی طالب تمام اوصیاء سے افضل ہے اس موقع پر بدر کے ستر اصحاب جن میں اکثر انصار تھے کھڑے ہو گئے اور گواہی دی کہ رسول خدا سے ہم نے ایسا ہی سنا ہے۔<sup>۱</sup>

مکتبہ اسلامیہ  
 Darul Uloom Haqqania

تیسری فصل

شیعی تاریخ میں تحول و تغیر

(۱) شیعہ خلفا کے زمانے میں

شیعہ پہلے تینوں خلیفہ، ابوبکر، عمر، عثمان کے زمانے میں حسب ذیل خصوصیات کے حامل تھے۔

<sup>۱</sup> سلیم ابن قیس العامری، منشورات دار الفنون، للطبع والنشر والتوزیع، بیروت، ۱۴۰۰ھ۔ ص ۱۸۶، طبری، ابی منصور احمد ابن علی ابن ابی طالب، الاحتجاج، انتشارات اسوہ، ج ۱ ص ۴۷۲

(الف) شیعہ ان تین خلفاء کے دور میں سقیفہ کے ابتدائی دنوں کے علاوہ بہت زیادہ فشار میں نہیں تھے اگرچہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت سے شیعہ، شیعہ ہونے کی وجہ سے اہم منصبوں سے محروم تھے۔<sup>۱</sup>

(ب) سقیفہ کے بعد مسلمانوں کی قیادت کا مسئلہ انتشار کا شکار ہو گیا اور مسلمان دو اہم گروہوں میں تقسیم ہو گئے، اہل سنت علمی فقہی و اعتقادی مشکلات میں خلفاء زمانہ کی طرف اور شیعہ حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے، شیعہ اپنے علمی اور فقہی مشکلات بلکہ بطور کلی معارف اسلامی سے متعلق امور میں حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد ائمہ طاہرین کی طرف رجوع کرتے رہے اور شیعہ و اہل سنت کے درمیان فقہ و حدیث و تفسیر کلام وغیرہ میں اختلاف کی وجہ یہی ہے کہ ان دونوں گروہوں کی دینی درگاہ اور پناہ گاہ ایک دوسرے سے علیحدہ تھی۔

(ج) اسی طرح حضرت علیؑ نے قانونی طور پر خلفاء وقت کے ساتھ فوجی اور سیاسی شعبہ میں عالم اسلام کی حفاظت اور مصلحت کی خاطر کافی حد تک طرفداری و حمایت کی<sup>۲</sup> چند بزرگ شیعہ صحابہ نے بھی امام کی موافقت سے فوجی اور سیاسی منصوبوں کو قبول کر لیا تھا مثلاً حضرت علیؑ کے چچا زاد بھائی فضل بن عباس جو سقیفہ میں حضرت علیؑ کے مدافع تھے شام میں فوجی منصب پر فائز تھے اور ۸ھ میں فلسطین میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔<sup>۳</sup> حذیفہ اور سلمان ترتیب وار مدائن کے حاکم تھے،<sup>۴</sup> عمار یا سر، سعد بن ابی وقاص کے بعد خلیفہ دوم کی طرف سے کوفہ کے حاکم ہوئے ہاشم مرقال جو حضرت علیؑ کے مخلص شیعوں میں تھے اور جنگ صفین میں علیؑ کے لشکر میں شہید ہوئے<sup>۵</sup> تینوں خلفاء کے زمانے میں بڑے افسر تھے

<sup>۱</sup> ابو بکر نے پہلی بار خالد بن سعید کو شام کی جنگ کا سردار بنایا عمر نے ان سے کہا: کیا آپ اس بات کو بھول گئے ہیں کہ خالد نے بیعت نہیں کی ہے اور بنی ہاشم کے ساتھ اتحاد کر لیا ہے؟ اس وجہ سے ابو بکر نے خالد سے سرداری اور فرمان روائی کو واپس لے لیا اور خالد کی جگہ کسی اور کو معین کر دیا، ابن واضح، احمد بن ابی یعقوب تاریخ یعقوبی، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۴ ہجری، ج ۲، ص ۱۳۳

<sup>۲</sup> جیسے حضرت علی کی رائے ابو بکر کے لئے، فوج کو شام کی طرف بھیجنے کے بارے میں، ابن واضح، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۴ ہجری، ج ۲، ص ۱۳۳، اور حضرت علیؑ کا عمر کو رہنمائی کرنا کہ جب انہوں نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے جانے پر آپ سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا: اگر آپ خود ان دشمنوں کے مقابلے میں جائیں گے تو مغلوب ہو جائیں گے اور مسلمانوں کے لئے کسی دور دراز شہر میں بھی کوئی پناہ گاہ نہیں ہوگی نیز آپ کے بعد کوئی نہیں ہے کہ جس کی طرف لوگ رجوع کریں، لہذا جنگ کے ماہر اور بہادر افراد کو ان کی طرف بھیجیں اور ایسے لوگوں کو ساتھ انہیں بھیجیں کہ جو سختی کو برداشت کر سکیں اور نصیحت کو قبول کریں، اگر خدا وند متعال نے کامیاب و کامران کر دیا تو یہ وہی ہے کہ جس کی آپ آرزو رکھتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا واقعہ پیش آگیا تو آپ مسلمانوں کے مددگار اور پناہ دینے والے ہوں گے (نہج البلاغہ، ترجمہ فیض الاسلام، خطبہ: ۱۳۴) ونیز جب عمر نے بنفس نفیس ایرانیوں سے جنگ کرنے کے بارے میںناپ سے پوچھا۔

<sup>۳</sup> احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۴ ہجری، ج ۲، ص ۱۵۱

<sup>۴</sup> مسعودی، علی بن الحسین، مروج الذهب، منشورات مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۴ ہجری، ج ۲، ص ۳۲۳

<sup>۵</sup> احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۴ ہجری، ج ۲، ص ۱۵۵

<sup>۶</sup> مسعودی علی ابن الحسین، مروج الذهب، منشورات مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۴ ہجری، ج ۲، ص ۴۰۱

تھے ۲۲ھ میاڈر بائجان کو فتح کیا عثمان بن حنیف اور حذیفہ بن یان عمر کی طرف سے عراق کی زمین کی بیہاش پر مامور تھے عبداللہ بن بدیل بن ورقہ خزاعی، شعیان علیؑ میں سے تھے جن کا بیٹا جنگ جمل میں سب سے پہلے شہید ہوا یہ فوجی افسروں میں سے تھا اور اس نے اصفہان اور ہمدان کو فتح کیا تھا۔ اسی طرح سے دوسرے افراد بھی جیسے جریر بن عبد اللہ بجلی ۵ قرظہ بن کعب انصاری یہ لوگ امیر المومنین کی خلافت میں اہم افراد شمار کئے جاتے تھے جب کہ تینوں خلفا کے زمانے میں ملکی اور لشکری عہدوں پر فائز تھے جریر نے کوفہ کا علاقہ فتح کیا، اور زمانہ عثمان میں ہمدان کے حاکم تھے ۸ قرظہ بن کعب انصاری نے بھی عمر بن خطاب کے زمانے میں شہر ری کو فتح کیا۔ ۱۹ اظہار تشیع (امیر المومنین کی خلافت میں)

اگرچہ تشیع کا سابقہ پیغمبر کے زمانہ سے ہے، لیکن قتل عثمان کے بعد خلافت علیؑ کے دور میں علی الاعلان اظہار ہو اس زمانہ میں صف بندی ہوئی اور پیروان علیؑ نے آشکارا اپنے شیعہ ہونے کا اعلان کیا، شیخ مفید نقل کرتے ہیں کہ ایک جماعت حضرت علیؑ کے پاس آئی اور کہا: ”اے امیر المومنین! ہم آپ کے شیعہ ہیں، حضرت نے ان کو غور سے دیکھا اور فرمایا: آخر میں تمہارے اندر شیعہ ہونے کی علامت کیوں نہیں دیکھ رہا ہوں؟ اس جماعت نے کہا: اے امیر المومنین شیعوں کی کیا علامت ہونی چاہیے حضرت نے فرمایا: راتوں میں کثرت عبادت سے ان کا رنگ زرد پڑ جائے، (خوف خدا میں) گریہ

کرنے سے ان کی بینائی ضعیف ہوگئی ہو مسلسل قیام عبادت سے ان کی کمر خمیدہ ہوگئی ہو اور ان کا پیٹ روزہ رکھنے کی وجہ سے پیٹھ سے لگ گیا ہو اور خضوع اور خشوع میں ڈوبے ہوئے ہوں اسی طرح بہت سے اشعار حضرت علیؑ کی خلافت کے دور میں کہے گئے ہیں کہ جو امام کے برحق نیز پیغمبر کے بعد پیغمبر کے جانشین اور بلا فضل خلیفہ ہونے کی

<sup>۱</sup> احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، منشورات الشریف الرضی، قم ۱۴۱۴ھ ج ۲ ص ۱۵۶

<sup>۲</sup> احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، منشورات الشریف الرضی، قم ۱۴۱۴ھ ج ۲ ص ۱۵۲

<sup>۳</sup> شیخ مفید، محمد بن محمد بن النعمان، الجمل، مکتب الاعلام الاسلامی، مرکز النشر، قم، ص ۳۴۲

<sup>۴</sup> احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، منشورات الشریف الرضی، قم ۱۴۱۴ھ ج ۲ ص ۱۵۷

<sup>۵</sup> بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر، انساب الاشراف، منشورات موسسه الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱۳۹۴ھ ج ۲ ص ۲۷۵

<sup>۶</sup> ابن اثیر، عز الدین علی بن ابی الکریم، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج ۴ ص ۲۰۲

<sup>۷</sup> ابن واضح، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، ج ۲ ص ۱۴۳

<sup>۸</sup> ابن قتیبہ، ابی محمد عبد اللہ بن مسلم، المعارف، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۵ھ، ص ۵۸۶

<sup>۹</sup> ابن واضح، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، ج ۲ ص ۱۵۷

<sup>۱۰</sup> شیخ مفید، ارشاد، ترجمہ شیخ محمد باقر ساعدی خراسانی، کتاب فروشی اسلامیہ ۱۳۷۶ھ، ص ۲۲۷، ۲۲۸



طرف اشارہ کرتے ہیں، قیس بن سعد نے کہا: و علی امانا و امام لسوانا اتی بہ التمنزیل اعلیٰ ہمارے اور ہمارے علاوہ لوگوں کے امام میں اس بات کو قرآن نے بیان کیا ہے۔ خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین کہتے ہیں: فدیت علیاً امام الوری سراج البریۃ ماوی التقیٰ میں علیؑ پر قربان ہو جاؤں وہ لوگوں کے امام اور چراغ خلق اور متقین کی پناہ گاہ میں۔ وصی الرسول وزوج

امام البریۃ شمس الضحیٰ وہ پیغمبرؐ کے وصی اور حضرت فاطمہ زہراؑ کے شوہر نیز خلائق کے امام اور خورشید تاباں میں۔ تصدق خاتمہ راکفا حسن بفعل امام الوری وہ امام خلق میں انہوں نے میں رکوع کی حالت میں اپنی انگوٹھی زکوٰۃ میں دے کر کتنا بڑا نیک کارنامہ انجام دیا فضئلہ اللہ رب العباد و انزل فی شأنہ حل اتی اللہ نے ان کو دوسروں پر برتری عطا کی اور ان کی شان میں سورہ ہل اتی نازل کیا۔ حضرت کے شیعوں نے بھی اپنے بعض اشعار میں خود کو علیؑ کے دین پر ہونے کو ثابت کیا ہے عمار یا سر نے جنگ جمل میں عمرو بن یشرنی کے سامنے یہ اشعار پڑھے:

لا تبرح العرصۃ یا ابن یشرنی حتی اقاتک علی دین علیؑ سخن و بیعت اللہ اولی بالنبی اے یشرنی کے بیٹے! میدان سے فرار نہ کرنا تاکہ میں دین علیؑ کے دین پر رہ کر تجھ سے جنگ کروں، خانہ کعبہ کی قسم! ہم نبی کے حوالے سے تم سے اولیٰ ہیں۔ جیسا کہ عمر بن یشرنی کہ جو دشمن علیؑ تھا، مجھان علیؑ کو قتل کر کے افتخار کرتا تھا وہ شعر میں کہتا ہے: ان تنکرونی فانا ابن یشرنی قاتل علباء و ہذا الجلی ثم ابن صوحان علی دین علیؑ اگر مجھے نہیں پہچانتے تو پہچان لو میں یشرنی کا فرزند ہوں اور علباء و ہذا جلی کا قاتل ہوں (یہ دو لوگ علیؑ کے دوستوں اور شیعوں میں سے تھے) اور میں نے علیؑ کی دوستی کے جرم میں صوحان کے بیٹے کو بھی قتل کیا ہے۔<sup>۲</sup>

(۲) شیعہ، بنی امیہ کے زمانہ میں

بنی امیہ کا زمانہ شیعوں کے لئے بہت دشوار زمانہ تھا جو چالیس ہجری سے شروع ہوتا ہے اور ایک سو بیس ہجری تک جاری رہتا ہے، عمر بن عبد العزیز کے علاوہ تمام خلفائے اموی شیعوں کے سخت ترین دشمن و مخالف تھے، البتہ ہشام

<sup>۱</sup> ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، موسسہ انتشارات علامہ، قم ج ۳ ص ۲۸  
<sup>۲</sup> شیخ مفید، الجمل، مکتب الاعلام الاسلامی، مرکز النشر، قم ۱۴۱۶ھ، ص ۳۴۶



اموی کے بعد سے وہ داخلی اختلافات و شورش کا ٹھکانہ ہو گئے تھے اور عباسیوں سے مقابلہ میں لگ گئے تھے اور گذشتہ سکتیوں میں کمی آگئی تھی خلفائے بنی امیہ شام کے علاقہ میں وہاں کے حاکموں کے ذریعہ شیعوں کے اوپر فشار لاتے تھے اور تمام اموی حکام، شیعوں کے دشمنوں میں سے منتخب ہوتے تھے جو شیعوں کو اذیت دینے سے گریز نہیں کرتے تھے لیکن ان کے درمیان زیادہ، عبید اللہ بن زیاد اور حجاج بن یوسف نے ظلم کرنے میں دوسروں پر سبقت کی، اہل تسنن کا مشہور دانشمند ابن ابی الحدید لکھتا ہے: شیعہ جہاں کہیں بھی ہوتے تھے ان کو قتل کر دیا جاتا تھا، بنی امیہ صرف شیعہ ہونے کے شبہ کی وجہ سے لوگوں کے ہاتھ پیر کاٹ دیا کرتے تھے جو بھی خاندان پیغمبر سے محبت کرتا تھا اس کو زندان میں ڈال دیتے تھے یا اس کے مال لوٹ لیا کرتے تھے یا اس کا گھر ویران کر دیا جاتا تھا،

اس ناگفتہ بہ صورت حال کی شدت اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ علی سے دوستی کی تہمت لگانا کفر و بے دینی سے زیادہ بدتر شمار کیا جاتا تھا اور اس کے نتائج بڑے سخت ہوتے تھے، اس خشونت آمیز سیاست میں کوفہ کے حالات کچھ زیادہ بدتر تھے کیونکہ کوفہ شیعان علی کا مرکز تھا معاویہ نے زیاد بن سمیہ کو کوفہ کا حاکم بنا دیا تھا، بعد میں بصرہ کی پہ سالاری بھی اس کے حوالہ کر دی گئی، زیاد چونکہ پہلے کبھی علی کے دوستوں کی صفوں میں تھا جو شیعان علی کو اچھی طرح پہچانتا تھا اس نے شیعوں کا تعاقب کیا، شیعہ جہاں کہیں گوشہ و کنار میں مخفی تھے ان کو ڈھونڈ کر قتل کر دیا ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے اور ان کو نابینا بنا دیا اور انہیں کھجور کے درخت پر پھانسی دے دی نیز انہیں شہر بدر کر دیا یہاں تک کہ کوئی بھی مشہور شیعہ شخصیت عراق میں باقی نہیں رہی۔<sup>۱</sup>

ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن ابی جوزی کہتا ہے: زیاد نمبر پر خطبہ دے رہا تھا کچھ شیعوں نے اس پر اعتراض کیا اس نے حکم دیا اسی ۸۰ افراد کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے جائیں وہ لوگوں کو مسجد میں جمع کرتا تھا اور ان سے کہتا تھا کہ علی پر تبراکرو اور جو بھی تبرائیں کرتا تھا، حکم دیتا کہ اس کا گھر کو منہدم کر دیا جائے<sup>۲</sup>۔ زیاد ہ چھ مہینہ کوفہ میں اور چھ مہینہ بصرہ میں حکومت کرتا تھا، سمرہ ابن جندب کو بصرہ میں اپنی جگہ رکھتا تھا تاکہ اس کی غیر موجودگی میں وہ امور حکومت کی دیکھ بھال

<sup>۱</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار احیاء الکتب العربیہ، قاہرہ، ۱۹۶۱ء، ص ۴۳-۴۵

<sup>۲</sup> ابن جوزی، عبد الرحمن بن علی، المنتظم فی الامم والملوک، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۲ ہجری، ج ۵، ص ۲۲۷

کرتا رہے، سمرہ نے اس مدت میں آٹھ ہزار افراد کو قتل کیا تھا زیادہ اس سے کہا: کیا تجھے خوف نہیں ہوا کہ تو نے ان میں سے کسی ایک بے گناہ کو بھی قتل کیا ہو؟ سمرہ نے جواب دیا: اگر اس کے دو برابر بھی قتل کرتا تب بھی اس طرح کی کوئی فکر لاحق نہیں ہوتی۔ ابو سوار عدوی کہتا ہے: سمرہ نے ایک دن صبح میں ۴۷ افراد کو قتل کیا جو میرے قبیلہ سے وابستہ تھے اور سب کے سب حافظ قرآن تھے<sup>۱</sup>۔ معاویہ نے خط میں اپنے کارندوں کو لکھا کہ شعیان اور خاندان علیؑ میں سے کسی کی گواہی قبول نہ کرنا، اور دوسرے خط میں لکھا کہ اگر دو افراد گواہی دیں کہ اس کا تعلق شعیان علیؑ اور دوستداران علیؑ سے ہے تو اس کا نام بیت المال کے دفتر سے حذف کر دو اور اس کے وظائف اور حقوق کو قطع کر دو۔<sup>۲</sup>

حجاج بن یوسف جو بنی امیہ کا انتہائی درجہ سفاک و بے رحم عامل تھا مکہ و مدینہ میں لوگوں کو بنی امیہ کا مطیع بنانے کے بعد ۱۵ھ ہجری میں خلیفہ اموی عبد الملک بن مروان کی جانب سے عراق کی حکومت پر مامور ہوا جو شیعوں کا مرکز تھا، حجاج چہرہ کو چھپائے ہوئے مسجد کوفہ میں داخل ہوا صفوں کو چیرتا ہوا نمبر پر بیٹھ گیا کافی دیر تک خاموش بیٹھا رہا لوگوں میں چہ می گوئیاں ہونے لگیں کہ یہ کون ہے؟ ایک نے کہا: نیا حاکم ہے دوسرے نے کہا اس پر ہتھ مارے جائیں کچھ نے کہا: نہیں صبر سے کام لیا جائے دیکھتے ہیں کہ یہ کیا کہتا ہے؟ جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو اس نے اپنے چہرہ سے نقاب ہٹائی اور چند جملوں کے ذریعہ سے ایسا ڈرایا کہ جس کے ہاتھ میں مارنے کے لئے ہتھرتھے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئے اس نے اپنے خطبہ کی ابتدا اس طرح کی: ”اے کوفہ والو! برسوں سے آشوب و فتنہ برپا ہے تم نے نافرمانی کو اپنا شعار بنا لیا ہے میں ایسے سروں کو دیکھ رہا ہوں جو پھلوں کی طرح بالکل تیار میں انہیں جموں سے جدا کر دینا چاہیے، میں اتنے سروں کو قلم کروں گا کہ تم فرما نہر داری کا راستہ یاد کر لو گے“<sup>۳</sup>۔ حجاج نے پورے عراق میں اپنی حکومت قائم کی اور کوفہ کے نیک اور بے گناہ بہت سے لوگوں کا قتل کیا۔ معودی حجاج کے مظالم کے بارے میں لکھتا ہے: حجاج کی بیس سال کی حکومت میں جو لوگ اس کی شمشیر کے ذریعہ شگنوں میں رہ کر جاں بحق ہوئے میں ان کی تعداد ایک لاکھ بیس

<sup>۱</sup> طبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، دار القاموس الحدیث بیروت، ج ۶، ص ۱۲۳

<sup>۲</sup> طبری محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، ج ۶، ص ۱۳۲

<sup>۳</sup> ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ، دار احیاء الکتب العربیہ، قاہرہ، ج ۱، ص ۴۵

<sup>۴</sup> زبیر بن بکار، اخبار الموفقیات، منشورات شریف رضی، قم، ۱۴۱۶ ہجری ص ۹۵، ۹۹، ڈاکٹر شہیدی جعفر، تاریخ تحلیلی اسلام تا پایان اموی، مرکز نشر، دانشگاه، تہران، ۱۳۶۳۔ ھ، ص ۱۸۴، پیشوائی، مہدی، سیرہ پیشوایان، موسسہ، امام صادق، قم، طبع ہشتم، ۱۳۷۸۔ ھ، ص ۲۴۶

ہزار ہے، اس کے علاوہ کچھ وہ افراد ہیں جو حجاج کے ساتھ جنگ میں اس کی فوج کے ہاتھوں قتل کئے گئے حجاج کی موت کے وقت اس کے مشہور زندان میں پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں قید تھیں، ان میں سولہ ہزار عریاں اور بے لباس تھے حجاج مرد اور عورتوں کو ایک جگہ قید کرتا تھا، اس کے تمام زندان بغیر چھت کے تھے اس وجہ سے زندان میں رہنے والے گرمی اور سردی سے امان میں نہیں تھے۔ احجاج معمولاً شیعوں کو زندانی اور شکنجہ کرتا تھا اور انہیں قتل کرتا تھا شیعوں کی دردناک و ضعیفیت کا پتہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔

جس کو انہوں نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم و ستم کو اموی دور میں امام سجادؑ سے بیان کیا ہے، مرحوم علامہ مجلسی نے نقل کیا ہے: کچھ شیعان علیؑ، امام زین العابدینؑ کے پاس آئے اور مصیبتوں پر آہ و گریہ کیا نیز اپنے دردناک حالات کو بیان کیا: فرزند رسول، ہم کو ہمارے شہر سے نکال دیا گیا قتل و غارت کے ذریعہ ہم کو نابود کر دیا گیا امیر المؤمنینؑ پر شہروں میں مسجد نبوی میں نمبروں سے سب و شتم کیا گیا لیکن کوئی مانع نہیں ہوا، اور اگر ہم میں سے کسی نے اعتراض کیا تو کہتے تھے کہ یہ ترابی ہے جب اس کا علم حاکم کو ہوتا تھا تو اس شخص کے بارے میں حاکم کے پاس لکھ بھیجتے تھے کہ اس نے ابو تراب کی تعریف کی ہے وہ حکم دیتا تھا کہ اس کو زندان میں ڈال دیا جائے اور قتل کر دیا جائے۔ اموی دور میں تشیع کی وسعت اموی خلفا کے دور میں شیعوں پر ظلم و ستم ہونے کے باوجود تشیع کی ترویج و فروغ میں کوئی کمی نہیں آئی پیغمبر و خاندان پیغمبر ﷺ کی مظلومیت لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف کھینچتی رہی اور نئے نئے لوگ شیعہ ہوتے گئے، یہ مطلب اموی حکومت کے آخری زمانہ میں پورے طور سے دیکھا جاسکتا ہے اموی زمانہ میں تشیع کے پھیلنے کے کئی مراحل تھے ہر مرحلہ کی ایک خصوصیت تھی کئی طور پر شیعوں کی کثرت کو تین مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(الف) ۱۰ھ سے ۱۱ھ تک، دوران امام حسن اور امام حسین۔

(ب) ۱۱ھ سے ۱۲ھ تک، دوران امام سجاد و امام باقر علیہما السلام۔

<sup>۱</sup> مروج الذهب، منشورات مؤسسة الاعلمی، للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۱ ہجری ج ۳، ص ۱۸۷  
<sup>۲</sup> مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۲۷۵

(ج) ۱۰ھ سے ۳۲ھ یعنی اموی حکومت کے اختتام تک، دوران امام صادق

(الف) عصر امام حسن او امام حسین علیہما السلام امیر المؤمنین کے زمانہ میں شیعیت نے آہستہ آہستہ ایک گروہ کی شکل اختیار کر لی تھی اور شیعوں کی صف بالکل نمایاں تھی اسی بنیاد پر امام حسن نے صلح نامہ کے شرائط میں ایک شرط شیعوں کی امنیت کی رکھی تھی کہ ان پر تجاوز نہ کیا جائے اشیعہ رفتہ رفتہ عادت ڈال رہے تھے کہ جو امام اور خلیفہ حکومت سے وابستہ ہو اس کی اطاعت ضروری نہیں ہے، اسی وجہ سے جس وقت لوگ دھیرے دھیرے امام حسن کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے حضرت نے ان سے شرط رکھی تھی کہ وہ جنگ و صلح میں آپ کی اطاعت کریں گے اس طرح واضح ہو جاتا ہے کہ امامت لازمی طور پر حاکمیت کے مساوی نہیں ہے اور معاویہ جیسا ظالم حاکم امام نہیں ہو سکتا اور اس کی اطاعت واجب نہیں ہے، چنانچہ امام نے جو خطبہ صلح کے بعد معاویہ کے فشار کی وجہ سے مسجد کوفہ میں دیا، اس میں فرمایا: خلیفہ وہ ہے جو کتاب خدا اور سنت پیغمبر پر عمل کرے، جس کا کام ظلم کرنا ہے وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ایک بادشاہ ہے جس نے ایک ملک کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے مختصر سی مدت تک اس سے فائدہ اٹھائے گا بعد میں اس کی لذتیں ختم ہو جائیں گی لیکن بہر حال اسے حساب و کتاب دینا پڑے گا<sup>۲</sup>

اس دور کے تشیع کی دوسری خصوصیت شیعوں کے درمیان اتحاد ہے جس کا سرچشمہ بہترین رہبر کا وجود ہے امام حسین کی شہادت تک شیعوں میں کوئی فرقہ نہیں تھا امام حسن اور امام حسین علیہ السلام کو مسلمانوں کے درمیان ایک خاص اہمیت حاصل تھی ان کے بعد ائمہ طاہرین میں سے کسی کو بھی یہ مقام حاصل نہیں ہو سکا ہی دونوں فرزند تہما ذریت پیغمبر تھے، امیر المؤمنین نے جنگ صفین میں جس وقت دیکھا کہ امام حسن تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں فرمایا: میرے بجائے تم اس جوان کی حفاظت کرو (ان کو جنگ سے روکو مجھے مضطرب نہ کرو مجھے ان دونوں کی بہت فکر ہے) یہ دونوں جوان (امام حسن و امام حسین) قتل نہ ہوں کیونکہ ان کے قتل ہونے سے پیغمبر ﷺ کی نسل منقطع ہو جائے گی<sup>۳</sup>۔

<sup>۱</sup> ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، مؤسسۃ انتشارات علامہ، قم، ج ۴ ص ۳۳

<sup>۲</sup> ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ ص ۸۲

<sup>۳</sup> نہج البلاغہ، فیض الاسلام، خطبہ، ۱۶۸، ص ۶۶۰

حسین کا مقام اصحاب پیغمبر کے درمیان بھی ایک خاص اہمیت کا حامل تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ لوگوں نے امام حسن کی بیعت کی اور صحابہ پیغمبر نے حضرت کی خلافت کو قبول کیا یہی وجہ ہے کہ خلافت امام حسن میں کوئی مشکل دیکھنے میں نہیں آتی کسی نے اعتراض تک نہیں کیا، صرف شام کی حکومت کی طرف سے مخالفت کی گئی جس وقت حضرت نے صلح کی اور کوفہ سے مدینہ جانا چاہا تو لوگوں نے شدت سے گریہ کیا مدینہ میں قریش کی طرف سے کسی نے معاویہ کو جو خبر دی اس سے حضرت کی اہمیت و عظمت کا اندازہ ہوتا ہے قریش کے کسی آدمی نے معاویہ کو لکھا: یا امیر المؤمنین!! امام حسن نماز صبح مسجد میں پڑھتے ہیں، مصلیٰ پر بیٹھ جاتے ہیں اور سورج طلوع ہونے تک بیٹھے رہتے ہیں، ایک ستون سے ٹیک لگائے ہوتے ہیں اور جو لوگ بھی مسجد میں ہوتے ہیں ان کی خدمت میں جاتے ہیں اور ان سے گفتگو کرتے ہیں یہاں تک کہ کچھ حصہ دن کا چڑھ جاتا ہے اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے ہیں اور آگے بڑھ جاتے ہیں اور پیغمبر ﷺ کی بیویوں کی احوال پر سی کرتے ہیں اور اس کے بعد اپنے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔<sup>۱</sup>

امام حسین کا بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح اقبال بہت بلند تھا یہاں تک کہ عبداللہ بن زبیر جو اہل بیت کا سر سخت دشمن تھا وہ بھی امام حسین کی عظمت سے انکار نہ کر سکا، جب تک حضرت مکہ میں تھے لوگوں نے ابن زبیر کی طرف کوئی توجہ نہ دی اسی بنا پر وہ چاہتا تھا کہ امام جلدی مکہ سے چلے جائیں لہذا امام سے کہتا ہے کہ اگر میرا بھی آپ کی طرح عراق میں بلند مقام ہوتا تو میں بھی وہاں جانے میں جلدی کرتا۔ حضرت کا مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ جب آپ نے بیعت سے انکار کر دیا تو حکومت یزید زیر بحث آگئی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت سے بیعت لینے کا اصرار و فشار اس قدر زیادہ تھا کہ بنی ہاشم کے ان دو بزرگوں کا ایک خاص احترام و اکرام تھا اس طرح سے کہ ان کے زمانے میں، بنی ہاشم میں سے نہ ہی کسی نے رہبری کا دعویٰ کیا اور نہ ہی کوئی (بنی ہاشم کی) سرداری کا مدعی ہوا، جس وقت امام حسن معاویہ کے زہر دینے کی وجہ سے دنیا سے رخصت ہو گئے تو شام میں معاویہ نے ابن عباس سے کہا: اے ابن عباس! امام حسن وفات کر چکے ہیں اور اب تم بنی ہاشم کے سردار ہو، ابن عباس نے جواب دیا: جب تک امام حسین موجود ہیں اس وقت تک نہیں۔

<sup>۱</sup> بلاذری، انساب الاشراف، دار التعارف، للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۴ھ، ج ۳، ص ۲۱  
<sup>۲</sup> ابن عبد ربہ اندلسی، احمد بن محمد، عقد الفرید، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۰ھ، ج ۴، ص ۳۲۶

ابن عباس بلند مقام، مفسر قرآن اور جبر الامۃ تھے اور سن میں بھی امام حسن اور امام حسین دونوں سے بڑے تھے اس کے باوجود ان دو بزرگوں کی خدمت کرتے تھے مدرک بن ابی زیاد نقل کرتا ہے: ابن عباس امام حسن، امام حسین کی رکاب سنبھالتے تھے تاکہ یہ دو حضرات سوار ہو جائیں، میں نے کہا: آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: احمق! تو نہیں جانتا کہ یہ کون لوگ ہیں یہ رسول کے فرزند ہیں کیا یہ ایک عظیم نعمت نہیں ہے جس کی خدا نے مجھے توفیق دی ہے کہ میں ان کی رکاب پکڑوں؟<sup>۱</sup> تشیع کی وسعت میں انقلاب کر بلا کا اثر

امام حسین کی شہادت کے بعد شیعہ اپنی پناہ گاہ کھو دینے کے بعد کافی خوف زدہ تھے اور دشمن کے مقابلہ میں مسلمان تحریک اور اقدام سے ناامید ہو گئے تھے دل خراش واقعہ عاشورہ کے بعد مختصر مدت کے لئے انقلاب شیعیت کو کافی نقصان پہنچا، اس حادثہ کی خبر پھیلنے سے اس زمانے کی اسلامی سر زمین خصوصاً عراق و حجاز میں شیعوں پر رعب و وحشت کی کیفیت طاری ہو گئی تھی کیونکہ یہ مسلم ہو گیا کہ یزید فرزند رسول کو قتل کر کے نیز ان کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کر کے اپنی حکومت کی بنیاد مستحکم کرنا چاہتا ہے اور وہ اپنی حکومت کو پائیدار کرنے میں کسی بھی طرح کے ظلم سے گریز نہیں کرنا چاہتا ہے اس وحشت کے آثار مدینہ اور کوفہ میں بھی نمایاں تھے، واقعہ حرہ کے ظاہر ہوتے ہی لوگوں کی بے رحمانہ سرکوبی میں یزید کی فوج کی جانب سے شدت آگئی تھی عراق و حجاز کے شیعہ نشین علاقے خاص کر کوفہ اور مدینہ میں سانس لینا بھی دشوار ہو گیا اور شیعوں کی یکجہتی و انجام کا شیرازہ یکسر منتشر ہو گیا تھا امام صادق اس اہتر اور ناگفتہ بہ وضعیت کے بارے میں فرماتے ہیں: امام حسین کی شہادت کے بعد لوگ خاندان پیغمبر کے اطراف سے پراگندہ ہو گئے ان تین افراد کے علاوہ ابو خالد کاہلی، یحییٰ ابن ام الطویل، جبیر ابن مطعم۔<sup>۲</sup>

مورخ مسعودی بھی اس بارے میں کہتا ہے: ”علی بن حسین مخفی اور تقیہ کی حالت میں بہت دشوار زمانے میں امامت کے عہدے دار ہوئے، یہ وضعیت حکومت یزید کے خاتمہ تک جاری رہی یزید کے مرنے کے بعد شیعوں کا قیام شروع ہوا اور اموی حکومت کے مضبوط ہونے تک یعنی عبد الملک کی خلافت تک یہ سلسلہ جاری رہا، یہ مدت تشیع کے فروغ

<sup>۱</sup> مسعودی علی بن حسین، مروج الذهب، موسسہ الا علمی، المطبوعات، بیروت، ج ۳ ص ۹

<sup>۲</sup> ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، موسسہ انتشارات علامہ، ج ۳ ص ۴۰۰

<sup>۳</sup> شیخ طوسی، اختیار معرفة الرجال، معروف بہ رجال کشی، موسسہ آل البیت لاحیاء التراث، ۱۴۰۴ ہجری، ج ۱ ص ۲۳۸

کے لئے ایک اچھی فرصت ثابت ہوئی، قیام کربلا کی جو اہم ترین خاصیت تھی وہ یہ کہ لوگوں کے ذہنوں سے بنی امیہ کی حکومت کی مشروعیت یکسر ختم ہو گئی تھی اور حکومت کی بدنامی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ خلافت بالکل سے اپنی حیثیت کھو چکی تھی اور لوگ اسے پاکیزہ عنوان نہیں دیتے تھے یزید کی قبر سے خطاب کر کے جو شعر کہا گیا اس سے بخوبی اس بات کا اندازہ ہو سکتا ہے :

ایھا القبر بحوارینا

قد ضمنت شر الناس اجمعینا اے وہ قبر کہ جو حواریں کے شہر میں ہے لوگوں میں سے سب سے بدترین آدمی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اس زمانہ میں سوائے شامیوں کے شیعہ و سنی سب کے سب، حکومت بنی امیہ کے مخالف تھے، شیعہ اور سنی کی جانب سے بغاوتیں بہت زیادہ جنم لے رہی تھیں۔<sup>۱</sup> یعقوبی لکھتا ہے: ”عبدالملک بن مروان نے اپنے حاکم حجاج بن یوسف کو لکھا کہ مجھے آل ابی طالب کا خون بہانے میں ملوث نہ کر کیونکہ میں نے سفیانوں (ابوسفیان کے بیٹے) کا نتیجہ ان کے قتل کرنے میں دیکھا کہ کن مشکلات سے دوچار ہوئے تھے“<sup>۲</sup> آخر کار خون امام حسین علیہ السلام نے بنی امیہ کے قصر کو خاک میں ملا دیا۔

مقدسی لکھتا ہے: ”جب خداوند عالم نے خاندان پیغمبر پر بنی امیہ کا ظلم و ستم دیکھا تو ایک لشکر کو کہ جو خراسان کے مختلف علاقوں سے اکٹھا ہوا تھا شب کی تاریکی میں ان کے سروں پر مسلط کر دیا۔“<sup>۳</sup>

دوسری طرف سے امام حسین علیہ السلام اور شہداء کربلا کی مظلومیت کی وجہ سے خاندان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گئی اور ان کے مقام کو اولاد پیغمبر اور اسلام کے تنہا سرپرست ہونے کے عنوان سے مستحکم کر دیا بنی امیہ کے دور میں جگہ جگہ لوگ یا لئارات الحسین کے نعرہ کے ساتھ جمع ہوتے، یہاں تک کہ سیستان میں ابن اشعث کا قیام<sup>۴</sup>، حسن ثنیٰ فرزند امام حسن علیہ السلام کے نام سے ششگل پایا<sup>۵</sup> اسی بنیاد پر امام مہدی کی احادیث انتقام آل

<sup>۱</sup> مسعودی علی بن حسین، مروج الذهب، موسسہ لاعلمی، للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۱ھ، ج ۳ ص ۵۶

<sup>۲</sup> مسعودی علی بن حسین، مروج الذهب، موسسہ لاعلمی، للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۱ھ، ج ۳، ص ۹۹، ۸۱

<sup>۳</sup> ابن واضح تاریخ یعقوبی، منشورات شریف رضی، قم، ۱۴۱۴ھ، ص ۳۰۴

<sup>۴</sup> مقدسی، احسن التقاسیم، ترجمہ منذوی، شرکت مولفان و مترجمان ایرانی، ج ۲ ص ۴۲۶، ۴۲۷

<sup>۵</sup> عبد الرحمن بن محمد بن اشعث حجاج کی جانب سے سیستان میں حاکم تھا، سیستان کا علاقہ مسلمانوں اور ہندؤں کے درمیان سرحد واقع ہوتا تھا یہاں مسلمانوں اور ہندوستان کے حاکموں کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں، حجاج کو عبد الرحمن سے جو دشمنی تھی اس کی بنا پر اس نے یہ منصوبہ بنایا کہ اسے اس طرح ختم کر دے، عبد الرحمن جب اس سازش سے آگاہ ہوا تو اس نے ۸۲ھ



محمد کے عنوان سے پھیلی<sup>۲</sup> اور لوگ، بنی امیہ سے انتقام لینے والے کا بے صبری اور شدت سے انتہا کرنے لگے کبھی مہدی کے نام کو قیام اور تحریک کے قائدین پر منطبق کرتے تھے۔<sup>۳</sup>

دوسری طرف ائمہ اہلارہ اور پیغمبر کے خاندان والے شہدائے کربلا کی یادوں کو زندہ رکھے ہوئے تھے، امام سجاد جب بھی پانی پینا چاہتے تھے اور پانی پر نظر پڑتی تھی تو (بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) پروگرام یہ تھا کہ حجاج کو بر طرف کر دے پھر خود عبد الملک کو خلافت سے ہٹا دے، عبد الملک نے شام سے بہت بڑا لشکر حجاج کی مدد کے لئے روانہ کیا، کوفہ سے سات فرسخ کے فاصلہ پر ”دیر البجائم“ نامی جگہ پر شام کے لشکر نے عبد الرحمن کو شکست دے دی، وہ ہندوستان بھاگا اور وہاں کے ایک بادشاہ سے پناہ طلب کی لیکن حجاج کے عامل نے اسے قتل کر دیا، معودی، مروج الذهب، ج ۳ ص ۱۳۸، معجم البلدان، یا قوت حموی، ج ۴ ص ۳۳۸ آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے، جب لوگوں نے اس کا سبب معلوم کیا تو آپ نے فرمایا: کیسے گریہ نہ کروں اس لئے کہ انہوں نے پانی جنگلی جانوروں اور پرندوں کے لئے آزاد رکھا تھا اور میرے بابا کے لئے بند کر دیا تھا؛ ایک روز امام کے خادم نے دریافت کیا، کیا آپ کا غم تمام نہیں ہوگا؟ امام نے فرمایا: ”افس تجھ پر یعقوب کے بارہ بیٹوں میں سے ایک آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تھا اس کے فراق میں اتنا گریہ کیا کہ نابینا ہو گئے اور شدت غم سے کمر جھک گئی حالانکہ ان کا فرزند زندہ تھا لیکن میں نے اپنے باپ بھائی، چچا نیز اپنے خاندان کے سترہ افراد کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے ان کے لاشے زمین پر پڑے ہوئے تھے لہذا کس طرح ممکن ہے کہ میرا غم تمام ہو جائے؟“۔ امام صادق امام حسین کی مدح میں اشعار کہنے والے شاعروں کی توثیق کرتے تھے اور فرماتے: ”جو بھی امام حسین کی شان میں شعر کہے اور گریہ کرے اور لوگوں کو رلائے اس پر جنت واجب ہے اور اس کے گناہ معاف

میں حجاج کے خلاف بغاوت کر دی، چونکہ عوام حجاج سے نفرت کرتی تھی لہذا بصرہ و کوفہ کے کافی لوگ عبد الرحمن کے ساتھ ہو گئے، کوفہ کے بہت سے قاریان قرآن اور شیعہ حضرات قیام کرنے والوں کے ساتھ ہو گئے، اس طرح عبد الرحمن سیستان سے عراق کی جانب روانہ ہوا، اس کا پہلا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

<sup>۱</sup> ابن عنبہ، عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب، انتشارات رضی، قم، ص ۱۰۰

<sup>۲</sup> ابو الفرج اصفہانی مقاتل الطالبین، منشورات شریف رضی، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۲۱۶

<sup>۳</sup> یعقوبی نقل کرتا ہے: عمر بن عبد العزیز نے اپنی خلافت کے دور میں عامر بن وائل کو کہ جس کا نام وظیفہ لینے والوں کی فہرست سے کاٹ دیا گیا تھا، اس کے اعتراض کے جواب میں کہا: سنا ہے تم نے اپنی شمشیر کو تیز کیا ہے، نیزہ کو تیز کیا ہے تیر اور کمان کو آمادہ رکھا ہے اور ایک امام قائم کے کہ وہ قیام کریں لہذا انتظار کرو جس وقت بھی وہ خروج کریں گے اس وقت تمہیں وظیفہ دیا جائے گا، (تاریخ یعقوبی، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۴ھ، ص ۲ ص ۳۰۱)

<sup>۴</sup> ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، ج ۲، ص ۲۱۰

<sup>۵</sup> علامہ مجلسی، بحار الانوار، المكتبة الاسلامیہ، تہران، طبع دوم، ۱۳۹۴ھ، ج ۴۶ ص ۱۰۸



کر دئے جائیں گے۔ امام حسینؑ کی تشیع کی بنیاد اور علامت ٹھہرے اسی بنا پر بہت سے زمانوں میں جیسے متوکل کے دور میں آپ کی زیارت کو ممنوع قرار دیا گیا۔<sup>۱</sup>

(ب) عصر امام سجاد علیہ السلام

امام سجادؑ کے دور کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا مرحلہ: شہادت امام حسینؑ اور بنی امیہ کی حکومت کے متزلزل ہونے کے بعد سے اور سفیانوں (ابو سفیان کے بیٹوں اور پوتوں) کے خاتمہ اور مروانیوں کے برسر اقتدار آنے نیز بنی امیہ کے آپس میں جھگڑنے اور مختلف طرح کی شورشوں اور بغاوتوں میں گرفتار ہونے تک یہاں تک کہ مروانیوں کی حکومت برقرار ہو گئی۔

دوسرا مرحلہ: حجاج کی حکمرانی اور مکہ میں عبداللہ بن زبیر کی شکست سے لے کر امام محمد باقرؑ کا ابتدائی زمانہ اور عباسیوں کے قیام تک۔ مکہ میں عبداللہ بن زبیر کی حاکمیت، اس زمانے سے کہ جب اس نے یزید کی بیعت سے انکار کیا اور لوگوں کو اپنی طرف آنے کی دعوت دی، یہاں تک کہ ۲۰ھ میں حجاج کے سپاہیوں نے اسے قتل کر دیا، یہ کل بارہ سال کا عرصہ ہے ابن عبد رب نے اس بارہ سال کے طولانی دور کو ”العقد الفرید“ میں ابن زبیر کے فتنہ کے عنوان سے ذکر کیا ہے، معاویہ کے مرنے کے بعد مدینہ کے حاکم نے ابن زبیر سے یزید کی بیعت طلب کی، یزید کی بیعت سے بچنے کے لئے جس وقت امام حسینؑ مکہ تشریف لے گئے تو ابن زبیر بھی مکہ آ گیا لیکن وہاں لوگوں نے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی، اسی بنا پر مکہ میں امام حسینؑ کا رہنا اسے ناگوار لگ رہا تھا لہذا اس نے امام حسینؑ سے کہا: اگر آپ کی طرح لوگ مجھے بلاتے تو میں عراق چلا جاتا، امام حسینؑ کی شہادت کے بعد یزید کے خلاف پرچم بغاوت بلند کر دیا یزید نے ۲۰ھ میں مسلم بن عقبہ کو ایک لشکر کے ساتھ مدینہ کی شورش کو دبانے اور ابن زبیر کی سرکوبی کے لئے پہلے مدینہ اور پھر مکہ روانہ کیا لیکن واقعہ حرہ کے بعد مکہ جاتے ہوئے راستہ ہی میں وہ مر گیا اس کا جانشین حصین بن نمیر شام کے لشکر کے ہمراہ مکہ گیا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر) امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ایک طرف سے تو بنی امیہ عراق و حجاز کے علاقہ میں برپا ہونے

<sup>۱</sup> شیخ طوسی، اختیار معرفة الرجال، معروف بہ رجال کشی، ج ۲ ص ۵۷۴

<sup>۲</sup> طبری، ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری، دارالکتب العلمیہ بیروت، طبع دوم، ۱۴۰۸ھ، ج ۵، ص ۳۱۲

والے انقلابات میں گرفتار تھے تو دوسری طرف سے ان کے اندر اندرونی اختلاف تھا جس کی بنا پر حکومت یزید زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکی یزید تین سال کی حکومت کے بعد ۶۴ھ میں مر گیا، اس کے بعد اس کا بیٹا معاویہ صغیر برسر اقتدار آیا اس نے چالیس روز سے زیادہ حکومت نہیں کی تھی کہ خلافت سے الگ ہو گیا اور بلا فاصلہ دنیا سے رخصت ہو گیا، اس کے مرتے ہی خاندان بنی امیہ کے درمیان اختلاف اور ۶۴ھ میں منجنيق کے ذریعہ کعبہ پر آگ برسائی انہ کعبہ کا پردہ جل گیا اسی جنگ کے دوران یزید کے مرنے کی خبر ملی، شام کی فوج سست پڑ گئی، حصین نے ابن زبیر سے کہا: بیعت کر لو اور شام چلو وہاں مجھے تخت حکومت پر بٹھا دو لیکن ابن زبیر نے قبول نہیں کیا یزید کے مرنے کے بعد اردن کے علاوہ تمام اسلامی سر زمین نے ابن زبیر کی خلیفہ کے عنوان سے بیعت کر لی اور اس کی حکومت کو تسلیم کر لیا لیکن بنی امیہ نے مروان کو جابیہ میں اپنا خلیفہ منتخب کر لیا اس نے شام میں اپنے مخالفین کو تخت سے اتار دیا، اس کے بعد اس کا بیٹا عبد الملک خلیفہ بنا عبد الملک نے مصعب بن زبیر کو شکست دینے کے بعد اس کے بھائی عبد اللہ ابن زبیر کو شکست دینے کے لئے حجاج ابن یوسف کو عراق سے مکہ روانہ کیا حجاج نے مکہ کا محاصرہ کر لیا، کوہ ابو قیس پر منجنيق رکھ کر گولہ باری کر کے کعبہ اور مکہ کو ویران کر دیا اس جنگ میں عبد اللہ بن زبیر کے ساتھیوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا لیکن عبد اللہ نے مقاومت کی اور آخر کار قتل ہو گیا، اس طرح ۱۲ سال بعد عبد اللہ ابن زبیر کا کام تمام ہو گیا ( ابن عبد ربہ اندلسی، احمد بن محمد، العقد الفرید، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۹ھ ج ۴ ص ۲۶۶، مسعودی، علی ابن الحسین، مروج الذهب، منشورات موسسہ الاعلیٰ للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۱ھ ج ۳ ص ۷۸-۷۹ شروع ہو گیا، مسعودی نے اس کے مرنے کے بعد پیش آنے والے واقعات کہ جس سے بنی امیہ کی ریاست طلبی کی عکاسی ہوتی ہے یوں بیان کیا ہے: معاویہ دوّم ۲۲ سال کی عمر میں دنیا سے چلا گیا اور دمشق میں دفن ہوا ولید بن عتبہ بن ابی سفیان خلافت کی لالچ میں آگے بڑھا تا کہ معاویہ دوم کے جنازہ پر نماز پڑھے نماز تمام ہونے سے پہلے ہی اسے ایسی ضرب لگی کہ وہیں پر ڈھیر ہو گیا اس وقت عثمان بن عتبہ بن ابی سفیان نے نماز پڑھائی لیکن لوگ اس کی خلافت پر بھی راضی نہیں ہوئے اور وہ ابن زبیر

<sup>۱</sup> ابن واضح تاریخ یعقوبی، منشورات شریف رضی، قم، ۱۴۱۴ھ، ج ۲، ص ۲۵۲

<sup>۲</sup> ابن واضح تاریخ یعقوبی، منشورات شریف رضی، قم، ۱۴۱۴ھ، ج ۲، ص ۲۵۶

کے پاس مکہ جانے پر مجبور ہو گیا۔ امام حسین کی شہادت کو ابھی تین سال بھی نہ گزرے تھے کہ سفیانیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا، اسلامی سر زمین کے لوگ یہاں تک کہ بنی امیہ کے کچھ بزرگ افراد جیسے ضحاک بن قیس اور نعمان بن بشیر، ابن زبیر کی طرف مائل ہو گئے تھے، اسی وقت ابن زبیر نے مدینہ سے اموی ساکنین منجملہ مروان کو نکال باہر کیا وہ سب وہاں سے نکل کر رہی شام ہو گئے چونکہ دمشق میں کوئی خلیفہ نہیں تھا، امویوں نے جابیہ میں مروان بن حکم کو خلیفہ بنا دیا اور خالد بن یزید اور اس کے بعد عمرو بن سعید اشدرق کو اس کا ولی عہد قرار دیا، کچھ مدت کے بعد مروان نے خالد بن یزید کو بر طرف کر دیا اور اس کے بیٹے عبدالملک کو اپنا ولی عہد بنایا اسی وجہ سے خالد کی ماں جو مروان کی بیوی تھی اس نے اس کو زہر دیا اور مروان مر گیا، عبدالملک نے بھی عمرو بن سعید کو اپنے راستے سے ہٹا کر اس کے فرزند کو اپنا ولی عہد بنایا۔ دوسری طرف سے امویوں کو بہت سی شورشوں اور بغاوتوں کا سامنا تھا یہ قیام دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے، ایک وہ قیام جو شیعہ مائیت نہیں رکھتا تھا جیسے حرہ کا قیام اور ابن زبیر کا قیام، ابن زبیر کے قیام کی حقیقت معلوم ہے اس قیام کا قائد ابن زبیر تھا جو خاندان رسول کا سخت ترین دشمن تھا، جنگ جمل میں شکست کے بعد ہی اس کا دل (اہل بیت کے) بغض و کینہ سے بھر گیا تھا لیکن اس کا بھائی مصعب شیعیت کی طرف مائل تھا اس نے امام حسین کی بیٹی سکینہ سے شادی کی تھی، اسی بنا پر عراق میں اس کو ایک حیثیت حاصل تھی، امویوں کے مقابلہ میں شیعہ اس کے ساتھ تھے، جناب مختار کے بعد ابراہیم بن مالک اشتر ان کے ساتھ ہو گئے تھے اور انہیں کے ساتھ شہید ہوئے۔

دوسرے وہ قیام جو مائیت کے اعتبار سے شیعہ فکر رکھتے تھے۔ قیام حرہ کو بھی شیعہ حمایت حاصل نہیں تھی، اس قیام میں امام سجاد کی کسی قسم کی مداخلت نہ تھی جس وقت مسلم بن عقبہ لوگوں سے بیعت لے رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا غلام کی

<sup>۱</sup> مسعودی، مروج الذهب، منشورات موسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۱ھ، ج ۳ ص ۸۵-۸۶  
<sup>۲</sup> حرہ کا واقعہ ۶۲ھ میں پیش آیا، مسعودی اس کی وجہ لوگوں کا یزید کے فسق و فجور سے ناخوش ہونا اور امام حسین کی شہادت جانتا ہے، مدینہ جو اولاد رسول اور اصحاب رسول کا مرکز تھا یہاں کے لوگ یزید سے ناراض تھے مدینہ کا حاکم عثمان بن محمد بن ابی سفیان جو ایک نا تجربہ کار نوجوان تھا، مدینہ کے لوگوں کی نمائندگی میں کچھ لوگوں کو شام روانہ کیا تاکہ یزید کو قریب سے دیکھیں اور اس کی نوازشات سے فائدہ اٹھائیں اور جب مدینہ آئیں لوگوں کو یزید کی اطاعت پر تشویق کریں، اس عثمانی تجویز میں مدینہ کے بزرگان کہ جن میں عبد اللہ بن حنظلہ جو غسل الملانکہ کہے جاتے ہیں وہ بھی شامل تھے، یزید جو اسلامی تربیت سے بالکل بے بہرہ تھا ان لوگوں کے سامنے بھی اس نے اپنے فسق و فجور کو جاری رکھا، لیکن مدینہ سے آنے والوں کی خوب آؤ بھگت کی سب کو گراں بہا تحفے دئے تاکہ یہ لوگ واپس جا کر اس کی تعریفیں کریں لیکن اس کا سب کچھ کرنا بیکار ہو گیا یہ لوگ جب مدینہ پلٹے تو مجمع میں یہ اعلان کیا کہ ہم اس کے پاس سے واپس آ رہے ہیں جو بے دین بے شراب پیتا ہے، ناچ گانا سنتا (بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

سے جنگ کروں گا اس نے مجھے تحفے دئے اکرام کیا میں نے اس کے ہدیہ و تحفہ کو قبول نہیں کیا جگہ یزید کی بیعت کریں اس وقت وہ امام سجاد کا احترام کر رہا تھا اور حضرت پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا۔ (۱)

(بقیہ گذشتہ صفحہ کا) ہے، کتے سے کھیلتا ہے، ان طوائفوں کے ساتھ ناچ گانے کی محفلیں منعقد کرتا ہے، ان سے ہم نشینی کرتا ہے کی آوازیں سنتا ہے، عیش و عشرت میں زندگی گزارتا ہے، ہم لوگ آپ کو گواہ قرار دیتے ہیں کہ ہم نے اسے خلافت سے معزول کر دیا ہے، عبد اللہ ابن حنظلہ نے کہا اگر کسی نے بھی میری مدد نہیں کی تو میں صرف اپنے بچوں کے ساتھ یزید مگر صرف اس لئے لے لیا کہ خود اس کے خلاف استعمال کروں اس کے بعد لوگوں نے عبد اللہ ابن حنظلہ کی بیعت کی مدینہ کے حاکم اور تمام بنی امیہ کو مدینہ سے باہر بھگا دیا۔ جب یزید کو یہ خبر ملی تو اس نے بنی امیہ کے ایک نمک خوار و تجربہ کار شخص مسلم بن عقبہ کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ مدینہ روانہ کیا اور کہا: ان لوگوں کو تین دن کی مہلت دینا اگر تسلیم ہو جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان سے جنگ کر کے کامیابی کے بعد تین دن تک جتنی لوٹ مار کرنی ہو کر لینا اور سپاہیوں کو کھلی اجازت دے دینا۔ اہل مدینہ اور لشکر شام میں شدید جنگ ہوئی آخر کار اہل مدینہ کو شکست ہوئی بڑے بڑے رہبر مارے گئے مسلم نے تین دن بالکل قتل عام کا حکم صادر کر دیا، لشکر شام نے وہ کام کیا جسے بیان کرنے سے قلم کو بھی شرم آتی ہے اس ظلم و بربریت کی بنا پر مسلم کو مسرف کہا گیا، قتل و غارت کے بعد اس نے یزید کے لئے لوگوں سے زبردستی بیعت لی۔

ابن عبد ربہ اندلسی، العقد الفرید، دار احياء التراث العربی، بیروت، ج ۴ ص ۳۶۲، ابن واضح، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ یعقوبی، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۳۱۴ھ ج ۲ ص ۲۵۰-۸۲، ابن اثیر، الکامل دار صادر، بیروت، ج ۴ ص

(۱) ابی حنیفہ ، دنوری ، احمد بن داؤد ، الاخبار الطوال ، ثورات الشریف الرضی ، قم ، ص ۲۶۶

شیعی قیام

شیعی قیام درج ذیل ہیں: قیام توہین اور قیام مختار، ان دو قیام کا مقام و مرکز عراق میں شمر کوفہ تھا اور جو فوج تشکیل پائی تھی وہ

شیعیان امیرالمومنین کی تھی سپاہ مختار میں شیعہ غیر عرب بھی کافی موجود تھے۔

توہین کے قیام کی ماییت میں کوئی ابہام نہیں ہے یہ قیام صحیح ہدف پر استوار تھا جس کا مقصد صرف خونِ خواہی امام حسین اور

حضرت کی مدد کرنے کے گناہ کو پاک کرنے اور ان کے قاتلوں سے مقابلہ کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا، توہین کوفہ سے نکلنے کے بعد

کربلا کی طرف امام حسین کی قبر کی زیارت کے لئے گئے اور قیام سے پہلے اس طرح کہا:

پروردگارا! ہم فرزند رسول کی مدد نہ کر سکے ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری توبہ کو قبول فرما، امام حسین کی روح اور ان کے سچے

ساتھیوں پر رحمت نازل کر، ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم اسی عقیدہ پر ہیں جس عقیدہ پر امام حسین قتل ہوئے، پروردگارا! اگر ہمارے

گناہوں کو معاف نہیں کیا اور ہم پر لطف و کرم نہیں کیا تو ہم بد بخت ہو جائیں گے۔ (۱)

مختار نے مسلم بن عقیل کے کوفہ میں داخل ہونے کے بعد ان کی مدد کی جس کی وجہ سے عبید اللہ بن زیاد کے ذریعہ دستگیر ہوئے اور

زندانی میں ڈال دیئے گئے اور واقعہ عاشورہ کے بعد اپنے بہنوئی عبداللہ بن عمر کے توسط سے آزاد ہوئے وہ ۳۴ھ میں کوفہ آئے اور

اپنے قیام کو قیام توہین کے بعد شروع کیا اور یا لثارات الحسین کے نعرہ کے

(۱) ابن اثیر ، الکامل فی التاریخ ، ج ۴ ص ۱۵۸-۱۸۶

ذریعہ تمام شیعوں کو جمع کیا وہ اس منصوبے اور حوصلہ کے ساتھ میدانِ عمل میں وارد ہوئے کہ امام حسین کے قاتلوں کو ان کے عمل کی

سزا دیں اور اس طرح سے ایک روز میں (۲۸۰) ظالموں کو قتل کیا اور فرار کرنے والوں کے گھروں کو ویران کیا، من جملہ محمد بن

اشعث کے گھر کو خراب کیا اور اس کی باقیات (ملہ و اسباب) سے علی کے وفادار ساتھی حجر بن عدی کا گھر بنوایا جس کو معاویہ

نے خراب کر دیا تھا۔ (۱)

جناب مختار کے بارے میں اختلاف نظر ہے بعض ان کو حقیقی شیعہ اور بعض انہیں جھوٹا جانتے ہیں، ابن داؤد نے رجال میں مختار

کے بارے میں اس طرح کہا ہے:

مختار ابو عبید ثقفی کا بیٹا ہے بعض علماء شیعہ نے ان کو کیسانہ سے نسبت دی ہے اور اس بارے میں امام سجادؑ کا مختار کا ہدیہ رد

کرنے کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے لیکن یہ اس کی رد پر دلیل نہیں ہو سکتی، کیونکہ امام محمد باقر نے ان کے بارے میں فرمایا: مختار کو

برانہ کو کیونکہ اس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ہے اور اس نے نہیں چاہا کہ ہمارا خون پامال ہو، ہماری لڑکیوں کی شادی کرائی اور

سختی کے موقع پر ہمارے درمیان مال تقسیم کیا۔

جس وقت مختار کا بیٹا ابو الحکم امام باقر کے پاس آیا امام نے اس کا کافی احترام کیا ابو الحکم نے اپنے باپ کے بارے میں معلوم

کیا اور کہا: لوگ میرے باپ کے بارے میں کچھ باتیں کہتے ہیں لیکن آپ کی جو بات ہوگی وہ صحیح میرے لئے معیار ہوگی اس وقت

امام نے مختار کی تعریف کی اور فرمایا:

”بجان اللہ میرے والد نے مجھ سے کہا: میری ماں کا مہر اس مال میں سے تھا جو

(۱) مقتل الحسین ، مشورات المفید ، قم ، ج ۲ ص ۲۰۲

مختار نے میرے والد کو بھجا تھا اور چند بار کہا: خدا تمہارے باپ پر رحمت نازل کرے اس نے ہمارے حق کو ضائع نہیں

ہونے دیا ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارا خون پامال نہیں ہونے دیا۔“

امام صادق نے بھی فرمایا: ”جب تک مختار نے امام حسین کے قاتلوں کے سر قلم کر کے ہم تک نہیں بھجا اس وقت تک

ہمارے خاندان کی عورتوں نے بالوں میں گنگھا نہیں کیا اور بالوں کو مہندی نہیں لگائی۔“ -  
 روایت میں ہے جس وقت مختار نے عبید اللہ ابن زیاد ملعون کا سر امام سجاد کے پاس بھیجا امام سجاد نے اسے گریٹے اور مختار کے  
 لئے دعائے خیر کی، جو روایتیں مختار کی سرزنش میں ہیں وہ مخالفین کی بنائی ہوئی روایتیں ہیں۔ (۱)  
 مختار کی کیسانہ سے نسبت کے بارے میں یا فرقہ کیسانہ کی ایجاد میں، مختار کے کردار کے بارے میں آیت اللہ خوئی مختار کے دفاع اور  
 کیسانہ سے ان کی نسبت کی رد میں لکھتے ہیں:  
 بعض علماء اہل سنت مختار کو مذہب کیسانہ سے نسبت دیتے ہیں اور یہ بات قطعاً باطل ہے کیونکہ محمد حنفیہ خود مدعی امامت نہیں تھے  
 کہ مختار لوگوں کو ان کی امامت کی دعوت دیتے مختار محمد حنفیہ سے پہلے قتل ہو گئے اور محمد حنفیہ زندہ تھے اور مذہب کیسانہ محمد  
 حنفیہ کی موت کے بعد وجود میں آیا ہے لیکن یہ کہ مختار کو کیسانہ کہتے تھے اس وجہ سے نہیں کہ ان کا مذہب کیسانی ہے اور بالفرض  
 اس لقب کو مان لیا جائے تو یہ وہ روایت ہے کہ امیر المؤمنین نے ان سے دو مرتبہ فرمایا: (یا کیس یا کیس) اسی کو صیغہ ثنیہ میں  
 کیسان کہنے لگے۔ (۲)

(۱) رجال ابن داؤد، مشورات الرضی، قم ص ۲۷۷

(۲) آیت اللہ سید ابو القاسم خوئی، معجم رجال الحدیث، بیروت، ج ۱۸، ص ۱۰۲-۱۰۳

مروانیوں کی حکومت (سخت دور)

جیسا کہ بیان کر چکے امام سجاد کے دور کا دو سر امر حلد مروانی حکومت دور تھا بنی مروان نے عبداللہ بن زبیر کے قتل کے بعد ۷۳ھ

سے (۱) میں اپنی حکومت کو مستحکم کر لیا تھا، اس نے اور اس دور میں ظالم و جابر جاج بن یوسف کے وجود سے فائدہ اٹھایا وہ دشمن کو

ختم کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی یہاں تک کہ کعبہ کو بھی مورد حملہ قرار دیا اس پر آگ کے گولے برسائے اور اس کو ویران کر دیا اور

بنی امیہ کے مخالفین کو چاہے وہ شیعہ ہو یا سنی جہاں کہیں بھی پایا فوراً ان کو قتل حرہ کا واقعہ ۲۱ھ میں پیش آیا، مسعودی اس کی وجہ لوگوں کا یزید کے فق و فخر سے ناخوش ہونا اور امام حسین کی شہادت جانتا ہے، مدینہ جو اولاد رسول اور اصحاب رسول کا مرکز تھا یہاں کے لوگ یزید سے ناراض تھے مدینہ کا حاکم عثمان بن محمد بن ابی سفیان جو ایک نا تجربہ کار نوجوان تھا، مدینہ کے لوگوں کی نائندگی میں کچھ لوگوں کو شام روانہ کیا تاکہ یزید کو قریب سے دیکھیں اور اس کی نوازشات سے فائدہ اٹھائیں اور جب مدینہ آئیں لوگوں کو یزید کی اطاعت پر توثیق کریں، اس عثمانی تجویز میں مدینہ کے بزرگان کہ جن میں عبد اللہ بن حنظلہ جو غیل الملکانہ کہے جاتے ہیں وہ بھی شامل تھے، یزید جو اسلامی تربیت سے بالکل بے بہرہ تھا ان لوگوں کے سامنے بھی اس نے اپنے فق و فخر کو جاری رکھا، لیکن مدینہ سے آنے والوں کی خوب آؤ بھگت کی سب کو گراں بہا تحفے دئے تاکہ یہ لوگ واپس جا کر اس کی تعریفیں کریں لیکن اس کا سب کچھ کرنا بیکار ہو گیا یہ لوگ جب مدینہ پلٹے تو مجمع میں یہ اعلان کیا کہ ہم اس کے پاس سے واپس آ رہے ہیں جو بے دین ہے شراب پیتا ہے، ناچ گانا سنتا (بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو) ل کر دیا ۸۰ھ میں ابن اشعث نے قیام کیا مگر اس قیام سے بھی حجاج کو کوئی نقصان نہیں پہنچا (۲) ۹۵ھ تک حجاز اور عراق میں اس کی ظالم

## تاریخہ

(۱) ابن واضح ، احمد بن ابی یعقوب ، تاریخ یعقوبی ، نشورات الشریف الرضی ، قم، ۱۴۱۴ھ ج ۲ ص ۲۶۷

(۲) ۸۰ھ میں باوجود اس کے کہ حجاج، عبد الرحمن بن اشعث سے خوش نہیں تھا مگر سیتان اور زابلتان کا حاکم بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ رقیل کو کہ جس نے سیتان پر حملہ کیا تھا اسے باہر بھگا دے، عبد الرحمن جب وہاں پہنچا تو حملہ آوروں کو ٹھکانے لگا دیا شہر میں امن و امان قائم کیا اس کے بعد بھی چونکہ حجاج نے مطالبہ تھا کہ دشمن کا تعاقب کرے جسے عبد الرحمن اور اس کے فوجیوں نے حجاج کی چال سمجھا لہذا وہ دشمن سے لڑنے کے بجائے حجاج پر ہی حملہ کرنے کے لئے عراق روانہ ہو گیا خوزستان کے علاقہ میں حجاج اور عبد الرحمن میں جنگ ہوئی، پہلے تو حجاج کے سپاہیوں کو شکست ہوئی عبد الرحمن نے اپنے کو عراق پہنچا دیا اور کوفہ پر



قابض ہو گیا بصرہ کے بہت سے لوگوں نے بھی اس کی مدد کی، حجاج نے عبد الملک سے مدد طلب کی، شام سے لشکر اس کی مدد کے لئے روانہ ہوا لشکر کے پہنچنے پر حجاج نے دوبارہ حملہ کیا یہ شدید جنگ (دیر البجائم) کے نام سے مشہور ہے، بصرہ اور کوفہ کے لوگ یہاں تک کہ قاریان و حافظان قرآن جو حجاج کے دشمن تھے عبد الرحمن کی نصرت کی، عبد الرحمن کے پاس اتنی بڑی فوج تھی کہ خود (بقیہ صفحہ اگلے صفحہ پر)

حکومت قائم رہی۔ (۱)

امام سجاد نے ایسے حالات میں زندگی گزاری اور دعائوں کے ذریعہ اسلامی معارف کو شیعوں تک منتقل کیا، ایسے وقت میں شیعہ یا تو فرار تھے یا زندان میں زندگی بسر کر رہے تھے یا حجاج کے ہاتھوں قتل ہو رہے تھے یا تقیہ کرتے تھے اس بنا پر لوگوں میں امام سجاد سے نزدیک ہونے کی جرات نہیں تھی اور حضرت کے مددگار بہت کم تھے، مرحوم علامہ مجلسی نقل کرتے ہیں: حجاج بن یوسف نے سعید بن جبیر کو اس وجہ سے قتل کیا کہ اس کا ارتباط امام سجاد سے تھا۔ (۲) البتہ اس زمانے میں شیعوں نے سختیوں کی وجہ سے مختلف اسلامی سر زمینوں کی

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) عبد الملک کو خوف ہونے لگا اس نے لوگوں سے کہا: اگر لوگ حجاج کو معزول کرنا چاہتے ہیں تو میں حاضر ہوں لیکن عراق والوں نے اس کی سازش قبول نہ کی اور عبد الملک کو ہی معزول کر دیا، بڑی شدید جنگ ہوئی عبد الملک نے عبد الرحمن کے کچھ فوجیوں کو فریب دیا اور شب خون مارا، ابن اشعث کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ فرار ہونے پر مجبور ہوئے اور رقیل کے پاس پناہ حاصل کی، بعد میں رقیل نے حجاج کے فریب اور لالچ میں آکر اسے قتل کر دیا اور سر کو حجاج کے پاس بھجوا (معودی، علی بن الحسین، مروج الذهب، فتوحات موسسہ الاعلیٰ للطبوعات، بیروت، ۱۴۱۲ھ، ج ۳ ص ۱۳۸-۱۳۹، و شہیدی، دکتیر سید جعفر، تاریخ اسلام تا پایان امویان، مرکز نشر دانشگاه تهران، طبع ششم، ۱۳۶۵ھ، ش. ص ۱۸۵-۱۸۶)

(۱) مسعودی ، علی بن الحسین ، موج الذهب ، ص ۱۸۷

(۲) شیخ طوسی ، اختیار معرفة الرجال ، معروف بہ رجال کشی ، موسسہ آل الیتم ، لاجیاء التراث العربیہ قم ۱۴۰۲ھ ج ۱ ص ۳۳۵

طرف ہجرت کی جو تشیع کے پھیلنے کا سبب بنی، اسی زمانے میں کوفہ کے چند شیعہ قم کی طرف آئے اور یہاں سکونت اختیار کر لی اور

وہ تشیع کی ترویج کا سبب بنے۔ (۱)

امام محمد باقر کی امامت کا ابتدائی دور بھی حکومت امویان سے متصل تھا اس دور میں ہشام بن عبد الملک حکومت کرتا تھا جو

صاحب قدرت اور مغرور بادشاہ تھا، اس نے امام محمد باقر کو امام صادق کے ساتھ شام بلوایا اور ان کو اذیت و آزار دینے میں کسی

قسم کی کو تاہی نہیں کی۔ (۲)

اسی کے زمانے میں زید بن علی بن الحسین نے قیام کیا اور شہید ہو گئے اگرچہ عمر بن عبد العزیز کے دور میں سختیوں میں بہت کمی آگئی

تھی لیکن اس کی مدت خلافت بہت کم تھی وہ دو سال اور کچھ مدت کے بعد سزای طور پر (اس کو موت ایک معمہ رہی) اس دنیا

سے چلا گیا، بنی امیہ اس قدر فشار اور سختیوں کے باوجود نور حق کو خاموش نہ کر سکے اور علی ابن ابی طالب کے فضائل و مناقب

کو محو نہ کر سکے چونکہ یہ خدا کی مرضی تھی، ابن ابی الحدید کہتا ہے: ”اگر خدا نے علی میں سر (راز) قرار نہ دیا ہوتا تو ایک حدیث بھی

ان کی فضیلت و مقبوت میں موجود نہ ہوتی،“ اس لئے کہ حضرت کے فضائل نقل کرنے والوں پر مروانیوں کی طرف سے بہت

سختی تھی۔ (۳)

(۱) یاقوت حموی، شاب الدین ابی عبد اللہ، معجم البلدان، دار الایاء التراث العربی، بیروت طبع اول ۱۴۰۲ھ، ج ۷ ص ۸۸

(۲) طبری، محمد بن جریر بن رستم ، دلائل الامامہ منشورات المطبعة المجدریہ، نجف ، ۱۳۸۳ھ ص ۱۰۵

(۳) حمد عبدہ ، شرح نج البلاغہ ، دار احیاء الکتب العربیہ ، قاہرہ ، ج ۴ ص ۳

عباسیوں کی دعوت کا آغاز اور شیعیت کا فروغ

سن اللہ سے عباسیوں کی دعوت شروع ہو گئی (۱) یہ دعوت ایک طرف تو اسلامی سر زمینوں میں تشیع کے پھیلنے کا سبب بنی تو

دوسری طرف سے بنی امیہ کے مظالم سے نجات ملی جس کے نتیجہ میں شیعہ راحت کی سانس لینے لگے، ائمہ معصومین علیہم السلام

نے اس زمانے میں شیعہ فقہ و کلام کی بنیاد ڈالی تشیع کے لئے ایک دور کا آغاز ہوا، کئی طور پر امویوں کے زمانے میں فرزند ان علی اور

فرزند ان عباس کے درمیان دو گانگی کا وجود نہیں تھا کوئی اختلاف ان کے درمیان نہیں تھا جیسا کہ سید محسن امین اس سلسلے میں

کہتے ہیں: ”ابناء علی اور بنی عباس، بنی امیہ کے زمانے میں ایک راستے پر تھے، لوگ اس بات کے معقد تھے کہ بنی عباس، بنی امیہ

سے زیادہ خلافت کے سزاوار ہیں اور ان کی مدد کرتے تھے کہ بنی عباس لوگ شیعان آل محمد کے نام سے یاد کئے جاتے تھے اس

زمانے میں فرزند ان علی و فرزند ان عباس کے درمیان نظریات و مذہب کا اختلاف نہیں تھا لیکن جس وقت بنی عباس حکومت

پر قابض ہوئے شیطان نے ان کے اور فرزند ان علی کے درمیان اختلاف پیدا کر دیا، انہوں نے فرزند ان علی پر کافی ظلم و ستم

کیا، (۲) اسی سبب سے داعیان فرزند ان عباس لوگوں کو آل محمد کی نشوونما کی طرف دعوت دیتے تھے اور خاندان پیغمبر کی

مظلومیت بیان کرتے تھے -

ابو الفرج اصفہانی کہتا ہے: ولید بن یزید کے قتل اور بنی مروان کے درمیان

(۱) ابن واضح ، احمد بن ابی یعقوب ، تاریخ یعقوبی ، نشورات الشریف الرضی ، ج ۲ ص ۳۱۹

(۲) سید محسن امین ، اعیان الشیعہ ، دار المعارف للمطبوعات ، بیروت ، ج ۱ ص ۱۹

اختلاف کے بعد بنی ہاشم کے مبلغین مختلف جگہوں پر تشریف لے گئے اور انہوں نے جس چیز کا سب سے پہلے اظہار کیا وہ بنی مروان

ابن طالب اور ان کے فرزندوں کی فضیلت تھی، وہ لوگوں سے بیان کرتے تھے کہ بنی امیہ نے اولاد علی کو کس طرح قتل کیا اور ان کو کس طرح در بدر کیا ہے، (۱) جس کے نتیجے میں اس دور میں شیعیت قابل ملاحظہ حد تک پھیلی یہاں تک امام مہدی سے مربوط احادیث مختلف مقامات پر لوگوں کے درمیان کافی تیزی سے منتشر ہوئی داعیان عباسی کی زیادہ تر فعالیت و سرگرمی کا مرکز خراسان تھا اس بنا پر وہاں شیعوں کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا۔

یعقوبی نقل کرتا ہے: ۱۲۶ھ میں زید کی شہادت کے بعد شیعہ خراسان میں جوش و حرکت میں آگئے اور اپنی شیعیت کو ظاہر کرنے لگے بنی ہاشم کے بہت سے مبلغین ان کے پاس جاتے تھے اور خاندان پیغمبر پر بنی امیہ کی طرف سے ہونے والے مظالم کو بیان کرتے تھے، خراسان کا کوئی شہر بھی ایسا نہیں تھا کہ جہاں ان مطالب کو بیان نہ کیا گیا ہو اس بارے میں اچھے اچھے خواب دیکھے گئے، جنگی واقعات کو درس کے طور پر بیان کیا جانے لگا۔ (۲)

مسعودی نے بھی اس طرح کے مطلب کو نقل کیا ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خراسان میں کس طرح شیعیت پھیلی وہ لکھتا ہے کہ ۱۲۵ھ میں یحییٰ بن زید جو زنجان میں قتل ہوئے تو لوگوں نے اس سال پیدا ہونے والے تمام لڑکوں کا نام یحییٰ رکھا۔ (۳)

(۱) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، نشورات الشریف الرضی، ۱۴۱۶ھ، ص ۲۰۷

(۲) ابن واضح، تاریخ یعقوبی، نشورات الشریف الرضی، ج ۲، ص ۳۲۶

(۳) مروج الذهب نشورات موسسه الاعلیٰ للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۷ھ، ج ۳، ص ۲۳۶

اگرچہ خراسان میں عباسیوں کا زیادہ نفوذ تھا چنانچہ ابو الفرج عبداللہ بن محمد بن علی ابنی طالب کے حالات زندگی میں کہتا ہے:

خراسان کے شیعوں نے گمان کیا کہ عبداللہ اپنے باپ محمد حنفیہ کے وارث ہیں کہ جو امام تھے اور محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو

اپنا جانشین قرار دیا اور محمد کے جانشین ابراہیم ہوئے اور وراثت کے ذریعہ امامت عباسیوں تک پہنچ گئی۔ (۱)

یہی وجہ ہے کہ عباسیوں کی فوج میں اکثر خراسانی تھے اس بارے میں مقدسی کا کہنا ہے: جب خداوند عالم نے بنی امیہ کے ذریعہ ڈھائے جانے والے مظالم کو دیکھا تو خراسان میں تشکیل پانے والے لشکر کو رات کی تاریکی میں ان پر مسلط کر دیا حضرت مہدیؑ کے ظہور کے وقت بھی آپ کے لشکر میں خراسانیوں کے زیادہ ہونے کا احتمال ہے۔ (۲)

بہر حال اہل بیت پیغمبرؐ کا لوگوں کے درمیان ایک خاص مقام تھا چنانچہ عباسیوں کی کامیابی کے بعد شریک بن شیخ مہری نامی شخص نے بخارا میں خانوادہ پیغمبرؐ پر عباسیوں کے تم کے خلاف قیام کیا اور کہا: ہم نے ان کی بیعت اس لئے نہیں کی ہے کہ بغیر دلیل کے تم کریں اور لوگوں کا خون بہائیں اور خلاف حق کام انجام دیں چنانچہ یہ ابو مسلم کے ذریعہ قتل کر دیا گیا۔ (۳)

(۱) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، ثورات؛ شریف الرضی، قم ۱۴۱۶ھ، ص ۱۳۳

(۲) مقدسی، احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، ترجمہ دکتور علی نقی منزوی، شرکت مولفان و مترجمان ایران، ج ۲ ص ۴۲۶-۴۲۷

(۳) تاریخ یعقوبی، ثورات الرضی، قم ۱۴۱۴ھ، ج ۲ ص ۳۲۵

(ج) شیخ عصر امام باقرؑ اور امام صادقؑ علیہما السلام میں

امام محمد باقرؑ کی امامت کا دوسرا دور اور امام صادقؑ علیہما السلام کی امامت کا پہلا دور عباسیوں کی تبلیغ اور علویوں کے قیام سے

متصل ہے علویوں میں جیسے زید بن علی، یحییٰ بن زید، عبداللہ بن معاویہ کہ جو جعفر طیار کے پوتے ہیں۔ (۱)

عباسیوں میں رہبری کا دعویٰ کرنے والے ابو مسلم خراسانی کا خراسان میں قیام جو لوگوں کو بنی امیہ کے خلاف ابھار رہے

تھے۔ (۲)

دوسری طرف بنی امیہ آپس میں اپنے طرفداروں کے درمیان مشکلات و اختلافات کا شکار تھے اس لئے کہ بنی امیہ کے طرفداروں

میں مصریوں اور یمینوں کے درمیان بہت زیادہ اختلاف تھا، یہ مشکلات اور گرفتاریاں سبب واقع ہوئیں کہ بنی امیہ شیعوں سے غافل ہو گئے جن پر شیعوں نے سکون کا سانس لیا اور شدید تقیہ کی حالت سے باہر آئے تاکہ اپنے رہبروں سے رابطہ برقرار کریں اور دوبارہ منظم ہوں یہ وہ دور تھا کہ جس میں لوگ امام باقر کی طرف متوجہ ہوئے اور ان نعمتوں سے بہرہ مند ہوئے کہ جس سے برسوں سے محروم تھے، حضرت نے مکتب اہل بیت کو زندہ رکھنے کے لئے قیام کیا اور لوگوں کی ہدایت کے لئے مسجد نبیؐ میں درسی نشستیں اور جلسے تشکیل دیئے جو کہ لوگوں کے رجوع کرنے کا محل قرار پایا ان کی علمی اور فقہی مشکلات کو اس طرح حل کرتے تھے کہ جو ان کے لئے حجت ہو، قیس بن ربیع نقل کرتے ہیں کہ میں

(۱) مقال الطالین، منورات الشریف الرضی، قم، ج ۲، ص ۳۳۲

(۲) تاریخ یعقوبی، منورات الشریف الرضی، قم، ج ۲، ص ۳۳۳

نے ابواسحاق سے نعلین پر مسح کرنے کے متعلق سوال کیا اس نے کہا: میں بھی تمام لوگوں کی طرح نعلین پر مسح کرتا تھا یہاں تک کہ بنی ہاشم کے ایک شخص سے ملاقات کی کہ میں نے ہرگز اس کے مثل نہیں دیکھا تھا اور اس سے نعلین پر مسح کرنے کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے مجھے اس کام سے منع کیا اور فرمایا امیر المؤمنینؑ نعلین پر مسح نہیں کرتے تھے اس کے بعد میں نے بھی ایسا نہیں کیا، قیس بن ربیع کہتے ہیں: یہ بات سننے کے بعد میں نے بھی نعلین پر مسح کرنا ترک کر دیا۔ خوارج میں سے ایک شخص امام محمد باقرؑ کی خدمت میں آیا اور حضرت کو مخاطب کر کے کہا: اے ابا جعفر! اس کی عبادت کرتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: خدا کی عبادت کرتا ہوں، اس شخص نے کہا: کیا اس کو دیکھا ہے؟ فرمایا: ہاں لیکن دیکھنے والے اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے بلکہ بہ پشم قلب حقیقت ایمان سے اس کو دیکھا جاسکتا ہے، قیاس سے اس کی معرفت نہیں ہو سکتی جو اس کے ذریعہ اس کو درک نہیں کیا جاسکتا، وہ لوگوں کی شبیہ نہیں ہے، وہ خارجی شخص امام کی بارگاہ سے یہ کہتا ہوا نکلا کہ خدا خوب جانتا ہے کہ

رسالت کو کہاں قرار دے -

عمر بن عبید، طاؤس یانی، حسن بصری، ابن عمر کے غلام نافع، علمی و فقہی مشکلات کے حل کے لئے امام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ (۱)

امام محمد باقر علیہ السلام جس وقت مکہ میں آتے تھے تو لوگ حلال و حرام کو جاننے کے لئے امام کے پاس آتے تھے اور حضرت کے پاس بیٹھنے کی فرصت کو غنیمت ٹھا کرتے تھے اور اپنے علم و دانش میں اضافہ کرتے تھے۔ سرزمین مکہ پر آپ کے حلقہ

درس

(۱) حیدر، اسد، امام صادق، و مذاہب اربعہ، دار الکتب العربی، طبع سوم، ج ۱ ص ۲۵۲-۲۵۳

میں طالب علموں کے علاوہ اس زمانہ کے دانشمند بھی شریک ہوا کرتے تھے۔ (۱)

جس وقت ہشام بن عبد الملک حج کے لئے مکہ آیا اور حضرت کے حلقہ درس کو دیکھا تو اس پر یہ بات گراں گذری اس نے ایک شخص کو امام کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ امام سے یہ سوال کرے کہ لوگ محشر میں کیا کھائیں گے؟ امام نے جواب میں فرمایا: محشر میں درخت اور نہریں ہوں گی جس سے لوگ میوہ کھائیں گے اور نہر سے پانی پئیں گے یہاں تک کہ حساب و کتاب سے فارغ ہو جائیں، ہشام نے دوبارہ اس شخص کو بھیجا کہ وہ امام سے سوال کرے کہ کیا محشر میں لوگوں کو کھانے پینے کی فرصت ملے گی؟ امام نے فرمایا: جہنم میں بھی لوگوں کو کھانے پینے کی فرصت ہوگی اور اللہ سے پانی اور تمام نعمتوں کی درخواست کریں گے۔

زرارہ کا بیان ہے امام باقر کے ہمراہ کعبہ کے ایک طرف بیٹھا ہوا تھا امام رو بہ قبلہ تھے اور فرمایا: کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اس وقت ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ کعبہ الاحبار کا کہنا ہے کہ کعبہ بیت المقدس کو ہر روز صبح کو سجدہ کرتا ہے، حضرت نے فرمایا: تم کیا یہ کہتے ہو اس شخص نے کہا: کعبہ سچ کہتا ہے، امام ناراض ہو گئے اور فرمایا: تم اور کعبہ دونوں جھوٹ بولتے ہو

(۲)۔

حضرت کے محض اقدس میں بزرگ علماء، فقہا اور محدثین نے تریمت پائی ہے جیسے زرارہ بن اعین کہ جن کے بارے میں امام صادقؑ نے فرمایا ہے: اگر زرارہ نہ

(۱) علامہ مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، مکتبۃ الاسلامیہ، ج ۲۶، ص ۳۵۵  
(۲) حیدر، اسد، امام صادقؑ و مذاہب اربعہ، دار الکتب العربی، طبع سوم، ج ۱ ص ۲۵۲-۲۵۳  
ہوتے تو میرے والد کی احادیث کے ختم ہو جانے کا احتمال تھا۔ (۱)  
محمد بن مسلم نے امام محمد باقرؑ سے تیس ہزار حدیثیں سنی تھیں (۲) ابو بصیر جن کے بارے میں امام صادقؑ نے فرمایا: اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو آثار نبوت پرانے ہو جاتے یا قطع ہو جاتے (۳) اور دوسرے بزرگ جیسے یزید بن معاویہ عجمی، جابر بن یزید، حران بن اعین، ہشام بن سالم حضرت کے مکتب کے تریمت یافتہ تھے، شیعہ علماء کے علاوہ بہت سے علمائے اہل سنت بھی امام کے شاگرد تھے اور حضرت سے روایتیں نقل کی ہیں، بط ابن جوزی کہتا ہے: جعفر اپنے باپ کے حوالے سے حدیث پیغمبرؐ نقل کرتے تھے، اسی طرح تابعین کی کچھ تعداد نے جیسے عطاء بن ابی رباح، سفیان ثوری، مالک بن انس (مالکی فرقہ کے رہنما) شعبہ اور ابو ایوب جستانی نے حضرت کی طرف سے حدیثیں نقل کی ہیں (۴) خلاصہ یہ کہ حضرت کے مکتب سے علم فقہ و حدیث کے ہزاروں علماء و ماہرین نے کسب فیض کیا اور ان کی حدیثیں تمام جگہ پھیلیں بزرگ محدث جابر جعفی نے ستر ہزار حدیثیں حضرت سے نقل کی ہیں (۵) حضرت نے ۱۴ھ میں ساتویں ذی الحجہ کو شہادت پائی۔ (۶)

(۱) شیخ طوسی اختیار معرفۃ الرجال، ج ۱ ص ۳۲۵



(۲) شیخ طوسی ، اختیاء معرفة الرجال ج ۱ ص ۳۸۶

(۳) شیخ طوسی ، اختیاء معرفة الرجال ج ۱ ص ۳۹۸

(۴) ابن جوزی ، تذکرۃ الخواص ، منورات شریف الرضی ، قم ، ۱۳۷۶ھ ش ، ۱۴۱۸ھ ص ۳۱۱

(۵) تاریخ الشیخ ، ص ۲۲

(۶) کلینی، اصول کافی، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ۱۳۶۳ھ ش، ج ۱ ص ۷۲

یونیورسٹی جعفریہ

امام صادق کو ایک مناسب سیاسی موقع فراہم ہوا تھا کہ جس میں انہوں نے اپنے والد کی علمی تحریک کو آگے بڑھایا اور ایک عظیم یونیورسٹی کی داغ بیل ڈالی کہ جس کی آواز پورے آفاق میں گونج گئی۔ شیخ مفید لکھتے ہیں: حضرت سے اتنی مقدار میں علوم نقل ہوئے کہ زبان زد خلائق تھے امام کی آواز تمام جگہ پھیل گئی تھی، خاندان پیغمبر میں سے کسی فرد سے اتنی مقدار میں علوم نقل نہیں ہوئے میں۔ (۱) امیر علی حضرت کے بارے میں لکھتے ہیں: علمی مباحث اور فلسفی مناظروں نے تمام مراکز اسلامی میں عمومت پیدا کر لی تھی اور اس سلسلے میں جو رہنمائی اور ہدایت دی جاتی تھی وہ فقط اس یونیورسٹی کی مرہون منت تھی جو مدینہ میں حضرت امام صادق علیہ السلام کے زیر نظر تھی، آپ امیر المؤمنین کی اولاد میں سے تھے نیز ایک عظیم و بزرگ دانشور تھے کہ جن کی نظر دقیق اور فکر عمیق تھی اس دور میں تمام علوم کے بھر تھے، در حقیقت اسلام میں دانشکدہ شعبہ معقولات کے بانی تھے۔ (۲) اس بنا پر علم و دانش کے چاہنے والے اور معارف محمدی کے تئیں لب افراد جو در جو مختلف اسلامی سر زمینوں سے امام کی طرف آتے اور تمام علوم و حکمت کے

(۱) شیخ مفید ، الارشاد ، ترجمہ ، محمد باقر ساعدی ، خراسانی ، کتاب فروشی الاسلامیہ ، تہران ۱۳۷۶ھ ش ، ص ۵۲۵

(۲) امیر علی ، تاریخ عرب و اسلام ، ترجمہ فخر داعی گیلانی ، انتشارات گنجینہ ، تہران ، ۱۳۶۶ھ ش ، ص ۲۱۳

پشمہ سے بہرہ مند ہوتے تھے ، سید الاہل کہتے ہیں :

کوفہ، بصرہ، واسط اور حجاز کے ہر قبیلہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو جعفر بن محمد کی خدمت میں بھجا عرب کے اکثر بزرگان اور

فارسی دوست بالخصوص اہل قم حضرت کے علم کدے سے شرفیاب ہوئے ہیں۔ (۱)

مرحوم محقق، معتبر میں لکھتے ہیں: امام صادق کے زمانے میں اس قدر علوم منتشر ہوئے کہ عقلیں حیران ہیں، رجال کی ایک

جماعت میں چار ہزار افراد نے حضرت سے روایتیں نقل کی ہیں اور ان کی تعلیمات کے ذریعہ کافی لوگوں نے مختلف علوم میں

مہارت پیدا کی، یہاں تک کہ حضرت کے جوابات اور لوگوں کے سوالات سے چار سو کتابیں معرض وجود میں آگئیں کہ جن کو

اصولاربعہ مائة کا نام دیا گیا - (۲)

شہید اول بھی کتاب ذکر میں فرماتے ہیں: امام صادق علیہ السلام کے جوابات لکھنے والے عراق و حجاز اور خراسان کے چار ہزار

افراد تھے۔ (۳)

حضرت کے مکتب کے برجستہ ترین دانشمندیوں جو مختلف علوم مقبول و مقبول کے ماہر تھے جیسے ہشام بن حکم، محمد بن مسلم، ابان بن

تغلب، ہشام بن سالم، مومن طاق، مفضل بن عمر، جابر بن حیان وغیرہ -

ان کی تصنیف جو اصول اربع ماعتے نام سے مشہور ہے جو کافی، من لا یحضرہ الفقیہ، تہذیب استبصار کی اساس و بنیاد ہے۔

(۱) حیدر ، اسدالامام الصادق والمذاهب الاربعہ ، طبع سوم ، ۱۴۰۳ھ ق

(۲) المتعبر ، طبع ، گنگی ، ص ۴-۵

امام صادق کے شاگرد صرف شیعہ ہی نہیں تھے بلکہ اہل سنت کے بزرگ دانشوروں نے بھی حضرت کی شاگردی اختیار کی تھی، ابن حجر بیہقی اہل سنت کے مصنف اس بارے میں لکھتے ہیں: فقہ و حدیث کے بزرگ ترین پیشوا جیسے یحییٰ بن سعد، ابن جریج مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابو حنیفہ، شعبی و ایوب سبحانی وغیرہ نے حضرت سے حدیثیں نقل کی ہیں۔ (۱)

ابو حنیفہ حنفی فرقہ کے پیشوا کہتے ہیں: ایک مدت تک جعفر بن محمد کے پاس رفت و آمد کی، میں ان کو ہمیشہ تین حالتوں میں سے کسی حالت میں ضرور دیکھتا تھا یا نماز میں مشغول ہوتے تھے یا روزہ دار ہوا کرتے تھے یا تلاوت قرآن کریم میں مصروف رہتے تھے میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے بغیر وضو کے حدیث نقل کی ہو، (۲) علم و عبادت اور پرہیزگاری میں جعفر بن محمد سے برتر نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی کے بارے میں دل میں ایسا تصور پیدا ہوا۔ (۳)

آپ کے درس میں صرف وہی لوگ شریک نہیں ہوئے کہ جنہوں نے بعد میں مذاہب فقہی کی بنیاد رکھی بلکہ دور و دراز کے رہنے والے فلاسفر اور فلسفہ کے طالب علم آپ کے درس میں حاضر ہوتے تھے انہوں نے اپنے امام سے علوم حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن ایسی درگاہیں تشکیل دیں کہ جس میں مسلمان ان کے گرد جمع ہوتے تھے

(۱) الصواعق المحرقة ، مکتبۃ القاہرہ ، ۳۸۵ھ ، ص ۲۰۱

(۲) ابن حجر عسقلانی ، تہذیب ، دار الفکر ، بیروت ، طبع اول ، ۴۰۴ھ ، ج ۱ ص ۸۸

(۳) حیدر ، اسد ، الامام الصادق و المذاهب الاربعہ دار الکتب العربیہ ، بیروت ، ج ۱ ص ۵۳

اور یہ لوگ معارف اہل بیت سے لوگوں کو سیراب کرتے تھے اور تشیع کو فروغ دیتے تھے جس وقت ابان بن تغلب مسجد نبوی میں تشریف لاتے تو لوگ اس ستون کو کہ جس سے پیغمبر تکبیر لگاتے تھے ان کے لئے خالی کر دیتے تھے اور وہ لوگوں کے لئے حدیث

نقل کرتے تھے امام صادق نے ان سے فرمایا: آپ مسجد نبوی میں بیٹھ کے قویٰ دیجیے میں دوست رکھتا ہوں کہ میرے شیعوں کے درمیان آپ جیسے شخص دیکھنے میں آئیں۔

ابان پہلے شخص ہیں جنہوں نے علوم قرآن کے بارے میں کتاب تالیف کی ہے اور علم حدیث میں بھی انہیں اس قدر مہارت حاصل تھی کہ آپ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوتے اور لوگ آکر آپ سے طرح طرح کے سوالات کرتے تھے اور مختلف جہت سے ان کے جوابات دیتے تھے مزید احادیث اہل بیت کو بھی ان کے درمیان بیان کرتے تھے، (۱)

ذہبی میزان الاعتدال میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ابان کے مثل افراد جو شیخ سے متم ہیں اگر ان کی حدیث رد ہو جائے تو کافی آثار نبوی ختم ہو جائیں گے۔ (۲)

ابو خالد کابلی کا بیان ہے: ابو جعفر مومن طاق کو مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے دیکھا مدینہ کے لوگوں نے ان کے اطراف میں ہجوم کر رکھا تھا، لوگ ان سے سوال کر رہے تھے، اور وہ جواب دے رہے تھے۔ (۳)

- (۱) حیدر ، اسد ، الامام الصادق ، و المذاهب الاربعہ ، ج ۱ ص ۵۵
- (۲) ذہبی ، شمس الدین محمد بن احمد ، میزان الاعتدال ، دار المعرفۃ بیروت ، ج ۱ ص ۴
- (۳) شیخ طوسی ، اختیار معرفۃ الرجال ، ج ۲ ص ۵۸۱

شیعیت اس دور میں اس قدر پھیلی کہ بعض لوگوں نے اپنی اجتماعی حیثیت کے چکر میں اپنی طرف سے حدیث جعل کرنا شروع کر دیا اور احادیث ائمہ طاہرین کی بجائے وہیل کرنے لگے نیز اپنے نفع میں روایات ائمہ کی تفسیر کرنے لگے جیسا کہ امام صادق نے اپنے صحابی فیض ابن مختار سے اختلاف احادیث کے بارے میں فرمایا: وہ ہم سے حدیث اور انہما محبت میں رضائے خدا طلب نہیں کرتے بلکہ دنیا کے طالب ہیں اور ہر ایک اپنی ریاست کے چکر میں لگا ہوا ہے۔ (۱)

شیعہ عباسیوں کے دور کے دور میں

شعبت ۳۲۲ یعنی عباسیوں کے آغاز سے غمتِ ضمری کے آخر یعنی ۳۲۲ھ تک امویوں کے دور کی بہ نسبت زیادہ پھیلی، شیعہ دور و دراز کے علاقہ میں منتشر اور بکھرے ہوئے تھے جیسا کہ ہارون کے پاس امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شکایت کی جاتی تھی کہ دنیا کے مشرق و مغرب سے آپ کے پاس نہیں آتا ہے، (۲) جس وقت امام رضاؑ نیشاپور آئے دو حافظانِ حدیث جن میں ابو زرہ رازی اور محمد بن مسلم طوسی اور بے شمار طالبانِ علم حضرت کے ارد گرد جمع ہو گئے اور امام سے خواہش ظاہر کی کہ اپنے چہرہ انور کی زیارت کرائیں اس کے بعد مختلف طبقات کے لوگ جو ننگے پاؤں کھڑے ہوئے تھے ان کی آنکھیں حضرت کے جمال سے روشن ہو گئیں، حضرت نے حدیث سلسلۃ الذہب ارشاد فرمائی ہیں ہزار کاتب اور صاحبانِ قلم نے اس حدیث کو لکھا۔ (۳)

(۱) شیخ طوسی ، اختیار معرفۃ الرجال ، ج ۲ ، ص ۳۴۷

(۲) شیخ مفید ، الارشاد، ترجمہ محمد باقر ساعدی ، خراسانی ، کتاب فروشی اسلامیہ ، ۱۳۷۶ھ ، ص ۵۸۱

(۳) شیخ صدوق ، عیون اخبار الرضا ، طبع قم ، ۱۳۷۷ھ ، ج ۲ ، ص ۱۳۵

اسی طرح امام رضاؑ نے ولی عہدی قبول کرنے کے بعد مامون سے کہ جو حضرت سے بہت کچھ توقع رکھتا تھا، اس کے جواب میں

فرمایا: اس ولی عہدی نے میری نعمتوں میں کوئی اضافہ نہیں کیا ہے جب میں مدینہ میں تھا تو میرا لکھا ہوا شرق و غرب میں اجرا

دہوتا تھا۔ (۱)

اسی طرح ابن داؤد جو فقہائے اہل سنت میں سے تھا اور شیعوں کا سر سخت مخالف اور دشمن تھا اس کا اعتراف کرنا بھی

اہمیت کا حامل ہے اس سے پہلے کہ معتصم عباسی چور کے ہاتھ کاٹنے کے بارے میں امام جوادؑ کی رائے کو فقہائے اہل سنت کے

مقابلہ میں قبول کرے، ابن داؤد تہنائی میں اس کو مشورہ دیتا ہے کہ کیوں اس شخص کی بات کو کہ آدھی امت جس کی امامت کی قائل

ہے درباریوں، وزیروں، کاتبوں اور تمام علمائے مجلس کے سامنے ترجیح دیتے ہیں، (۲) یہاں تک کہ شیعیت حکومت بنی عباس کے فرمانرواؤں اور حکومت کے لوگوں کے درمیان بھی پھیل گئی تھی جیسا کہ یحییٰ بن ہرثمہ نقل کرتا ہے۔ عباسی خلیفہ متوکل نے مجھے امام ہادی کو بلانے کے لئے مدینہ بھیجا جس وقت میں حضرت کو لے کر اسحاق بن ابراہیم طاہری کے پاس بغداد پہنچا جو اس وقت بغداد کا حاکم تھا تو اس نے مجھ سے کہا: اے یحییٰ! یہ شخص رسول خدا کا فرزند ہے، تم متوکل کو بھی پہچانتے ہو اگر تم نے متوکل کو ان کے قتل کے لئے براگیختہ کیا تو گویا تم نے رسول خدا سے دشمنی کی، میں نے کہا: میں نے اس سے نیکی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا، اسکے بعد میں

(۱) علامہ مجلسی، بحار الانوار، مکتبۃ الاسلامیہ، تہران، ۱۳۵۸ھ، ج ۴۹، ص ۱۵۵

(۲) علامہ مجلسی، بحار الانوار، ج ۵، ص ۶

سامرہ کی طرف روانہ ہوا جس وقت میں وہاں پہنچا سب سے پہلے وصیف ترکی کے پاس گیا اس نے بھی مجھ سے کہا، (۱) اگر اس شخص کے سر کا ایک بال بھی کم ہو گیا تو تم میرے مقابلہ میں ہو۔ (۲) سید محسن امین نے اپنی کتاب کی پہلی جلد میں عباسی حکومت کے چند افراد کو شیعوں میں شمار کیا ہے منجملہ ان میں سے ابو سلمہ خلال میں (۳) کہ جو خلافت عباسی کے پہلے وزیر تھے اور وزیر آل محمد کے لقب سے مشہور تھے، ابو بصر اسدی بصری منصور کے زمانے میں بزرگ فرمانرواؤں میں محبوب ہوتے تھے، محمد بن اشعث ہارون رشید کے وزیر تھے اور امام کاظم کی گرفتاری کے وقت اسی شخص سے فہرہ داستان ہے جو اس کے شیعہ ہونے پر دلالت کرتی ہے، علی بن یقین ہارون کے وزیروں میں سے تھے اسی طرح یعقوب بن داؤد مدی عباسی کے وزیر اور طاہر بن حسین خزاعی مامون کے دور میں خراسان کے حاکم اور بغداد کے فاتح تھے، اسی وجہ سے سن بن سہل نے ان کو ابی السرایا کی جنگ میں نہیں بھیجا۔ (۴)

اسی طرح بنی عباس کے دور میں من جملہ شیعہ قاضیوں کی فرست یوں ہے:

(۱) ترک کے سرداروں میں سے

(۲) سعوی، مروج الذهب، فتوحات موسیٰ الا علی للمطبوعات، بیروت، طبع اول، ج ۴، ص ۱۸۳

(۳) البتہ کچھ صاحبان نظر اس بات کے معتقد ہیں کہ اگر ابو سلمہ کے شیعہ ہونے کی دلیل وہ خط ہے کہ جو امام صادق کی خدمت لکھا

گیا تھا تو یہ دلیل نہیں ہے کیونکہ اس اقدام کو ایک سیاسی اقدام تصور کیا گیا ہے، رجوع کیا جائے پشوائی، ہمدی، سیرہ پشویان، موسیٰ

امام صادق، طبع چہارم، ۱۳۷۸ء، ص ۳۷۸

(۴) اعیان الشیعہ، دارالتعارف للمطبوعات، بیروت، ج ۱، ص ۱۹۱

شریک بن عبداللہ نخعی کوفہ کے قاضی اور واقفی مشہور مورخ جو مامون کے دور میں قاضی تھے، (۱) یہاں تک کہ تشیع ان مناطق میں

کہ جہاں پر عباسیوں کا رسوخ و نفوذ تھا اس قدر پھیل گئی تھی کہ ان کو بڑا خطرہ لاحق ہونے لگا تھا جیسا کہ امام کاظم کی تشیع جنازہ کے

موقع پر سلیمان بن منصور کہ جو ہارون کا، چچا تھا اس نے شیعوں کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے جو کافی تعداد میں جمع تھے آپ کے

جنازہ میں پابراہنہ شرکت کی۔ (۲)

اسی طرح جس وقت امام جواد شہید ہوئے وہ چاہتے تھے کہ ان کو محضی طور پر دفن کر دیں لیکن شیعہ باخبر ہو گئے اور بارہ ہزار افراد

مسلح ہو کر ہاتھوں میں تلوار لئے گھروں سے باہر آ گئے اور عزت و احترام کے ساتھ حضرت کے جنازہ کی تشیع کی (۳) امام ہادی کی

شہادت کے موقع پر بھی شیعوں کی کثرت کی بنا پر اور بہت کافی گریہ و بکا کی وجہ سے مجبور ہوئے کہ حضرت کو ان کے گھر میں دفن

کر دیں۔ (۴)

امام رضا علیہ السلام کے دور کے بعد عباسی خلفا نے فیصلہ کیا کہ ائمہ طاہرین کے ساتھ اچھی رفتار سے پیش آئیں تاکہ شیعوں کے غصہ کا

سبب نہ بنیں، اسی بنا پر امام رضاؑ کو ہارون کے دور میں نسبتاً آزادی حاصل تھی اور آپ نے شیعوں کے لئے علمی اور تبلیغی

(۱) اعیان الشیعہ، دار التعارف، للمطبوعات بیروت، ص ۱۹۲-۱۹۳، (البتہ واقدی کا محققین کے درمیان تشیع کے بارے میں

اختلاف (ہے)

(۲) امین، سید محسن، اعیان شیعہ، دارالتعارف للمطبوعات بیروت، ج ۱، ص ۲۹

(۳) حیدر، اسد، الامام الصادقؑ والمذاهب الاربعہ، دار الکتاب عربی، بیروت، طبع سوم، ج ۱، ص ۲۲۶

(۴) ابن واضح، تاریخ یعقوبی، نشورات شریف الرضی، قم، ج ۲، ص ۴۸۴

فعالیت و سرگرمیاں بھی انجام دیں نیز اپنی امامت کا کھل کر اعلان کیا اور تقیہ سے باہر آئے مزید دوسرے تمام فرق و مذاہب کے اصحاب سے بحث و گفتگو کی، اور ان میں سے بعض کو جواب سے مطمئن کیا جیسا کہ اشعری قمی نقل کرتا ہے: امام کاظمؑ اور امام رضاؑ کے زمانے میں اہل سنت فرقہ سے مرجہ اور زیدیوں کے چند افراد شیعہ ہو گئے اور ان دو اماموں کی امامت کے قائل

ہو گئے۔ (۱)

بعض خلفائے عباسی کی کوشش یہ تھی کہ ائمہ طاہرین کو اپنی نظارت میں رکھیں تاکہ ان پر کنٹرول کر سکیں، ان حضرات کو مدینہ سے لاتے وقت اس بات کی کوشش کی کہ ان کو شیعہ نشین علاقہ سے نہ گزارا جائے، اسی وجہ سے امام رضاؑ کو مامون کے دستور کے مطابق ”بصرہ“، ”اہواز“، اور ”فارس“ کے راستے سے مروے گئے نہ کہ کوفہ، جبل اور قم کے راستے سے کیونکہ یہ شیعوں کے

علاقے تھے۔ (۲)

یعقوبی کے نقل کے مطابق جس وقت امام ہادی علیہ السلام کو متوکل عباسی کے دستور کے مطابق سامرہ لے جایا گیا تو جس وقت آپ بغداد کے نزدیک پہنچے تب اس بات سے باخبر ہوئے کہ کافی تعداد میں لوگ امام کے دیدار کے منظر میں یہ لوگ وہیں ٹھہر گئے اور



رات کے وقت شہر میں داخل ہوئے اور وہاں سے سامہ گئے، (۳) عباسیوں کے دور میں شیعہ حضرات دور دراز اور مختلف مناطق میں پرگندہ

(۱) المقالات و الفرق، مرکز انتشارات علمی و فرهنگی، تہران، ص ۹۴

(۲) پیشوائی، مہدی، سیرۃ پیشوایان، موسسہ امام صادق، طبع ہشتم، ۱۳۷۸ھ، ص ۴۷۸

(۳) ابن واضح تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۵۰۳

تھے ائمہ طاہرین نے وکالت کے نظام کی داغ بیل ڈالی اور مختلف مناطق اور شہروں میں اپنے نائب اور وکیل معین کئے تاکہ ان کے اور شیعوں کے درمیان رابطہ قائم ہو سکے، یہ مطلب امام صادق کے زمانے سے شروع ہوا اس وقت خلفا کا کنٹرول ائمہ طاہرین پر بتنا شدید ہوتا گیا اتنی ہی شیعوں کی دسترسی اماموں تک مشکل ہوتی گئی اور اسی اعتبار سے وکالت اور وکیلوں کے نظام کی اہمیت میں اضافہ ہوتا گیا، کتاب تاریخ عصر غیبت میں آیا ہے کہ مخفی کمیٹیوں کے پھیلنے اور تقویت پانے کا سب سے اہم ترین سبب وکلا ہیں یہ نظام امام صادق کے زمانے سے شروع ہوا اور عسکرین کے دور میں اس میں بہت زیادہ ترقی اور وسعت ہوئی۔

(۱)

استاد پیشوائی اس بارے میں لکھتے ہیں: شیعہ ائمہ جن بحرانی شرائط سے عباسیوں کے زمانے میں روبرو تھے وہ سبب بنا کہ ان کی پیروی کرنے والوں کے درمیان رابطہ برقرار کرنے کے لئے نئے وسائل کی جستجو کی جائے اور ان کی بروئے کار لایا جائے اور یہ وسائل وکالت کے ارتباط اور نمائندوں سے رابطہ نیز وکیلوں کا تعین کرنا مختلف مناطق میں امام کے توسط سے تھا، وکلا اور نمائندوں کے معین کرنے کا مقصد مختلف مناطق سے خمس و زکوٰۃ ہدایا اور نذورات کی رقم کا جمع کرنا تھا اور وکلا کے توسط سے لوگوں کی طرف سے ہونے والی فہمی مشکل اور عقیدتی سوالات کا امام کو جواب دینا تھا چنانچہ اس طرح کی کمیٹیاں امام کے مقاصد کو آگے

بڑھانے میں کافی مؤثر رہیں۔ (۲)۔

(۱) پور طباطبائی، سید مجید، تاریخ عصر غیبت، مرکز جهانی علوم اسلامی، ص ۸۴

(۲) پیشوائی، ممدی تاریخ عصر غیبت، ص ۵۷۳

وہ مناطق اور علاقے کہ جہاں امام کے وکیل اور نائب ہوا کرتے تھے وہ مندرجہ ذیل میں، کوفہ، بصرہ، بغداد، قم، واسط، اہواز، ہمدان

، سیستان، بست، ہری، حجاز، یمن، مصر اور اردان۔ (۱)

شیعہ مذہب چوتھی صدی ہجری میں، شرق و غرب اور اسلامی دنیا کے تمام مناطق میں اتنی اوج اور بلندی پیدا کر چکا تھا کہ اس کے بعد اور اس سے پہلے ایسی وسعت دیکھنے میں نہیں آئی۔۔۔ مقدسی نے شیعہ نشین شہروں کی فہرست اس دور کے اسلامی سرزمین

میں جو پیش کی ہے وہ اس مطلب کی طرف نشاندہی کرتی ہے، ہم اس کی کتاب سے وہ عبارت نقل کرتے ہیں جس میں اس نے

ایک جگہ کہا ہے: یمن، کرانہ، مکہ اور صحار میں اکثر قاضی معتزلی اور شیعہ تھے۔ (۲)

جزیرۃ العرب میں بھی کافی شیعیت پھیلی ہوئی تھی، (۳) اہل بصرہ کے ارد گرد رہنے والوں کے بارے میں ملتا ہے کہ اکثر اہل

بصرہ قدری، شیعہ، معتزلی یا پھر حنبلی تھے (۴) کوفہ کے لوگ بھی اس صدی میں کناہ کے علاوہ سب شیعہ تھے، (۵)

(۱) رجال نجاشی، دفتر نشر فرهنگ اسلامی، وابستہ جامع مدرسین، قم، ۱۴۰۲ھ، ص ۳۲۲، ۹۷، ۸۰۰، ۸۴۷، ۸۲۵

(۲) مقدسی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، ترجمہ مندوزی، شرکت مؤلفان، و مترجمان، ایران، ۱۳۶۱، ج ۱، ص

۱۳۶

(۳) احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، ص ۱۳۲

(۴) گزشتہ حوالہ ص ۱۷۵

(۵) گزشتہ حوالہ ص ۱۷۴

موصل کے علاقوں میں بھی کچھ شیعہ موجود تھے، (۱) اہل نابلس، قدس اور نغان میں بھی شیعوں کی اکثریت تھی، (۲) قصبہ فطاط اور صندا کے لوگ بھی شیعہ ہی تھے (۳) سزہ کے شہر ملتان میں بھی شیعہ تھے کہ جو اذان و اقامت میں ہر فقرے کو دو بار پڑھتے ہیں۔ (۴)

اہواز میں شیعہ اور سنی کے درمیان حالات کشیدہ رہے اور جنگ تک نوت پہنچ گئی۔ (۵) متفریقی نے بھی حکومت آل بویہ اور مصری فاطمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے رافضی مذہب مغرب کے شہروں میں شام، دیار بکر، کوفہ، بصرہ، بغداد، پورے عراق، خراسان کے شہر، ماوراء النہر اور اسی طرح حجاز، یمن، بحرین، میں پھیل گیا، ان کے اور اہل سنت کے درمیان اس قدر جنگیں ہوئیں کہ جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا، (۶) اس صدی میں بغداد میں بھی اکثر شیعہ ہی تھے جب کہ بغداد بنی عباس کی خلافت کا مرکز تھا اور جتنا ہو سکتا تھا روز عاشورا کھل کر آزادانہ طور پر عزاداری کرتے تھے جیسا کہ ابن کثیر کا بیان ہے شیعوں کی کثرت اور حکومت آل بویہ کی حمایت کی بنا پر اہل سنت ان کو اس

(۱) گزشتہ حوالہ ص ۲۰۰

(۲) گزشتہ حوالہ ص ۲۲۰

(۳) گزشتہ حوالہ ص ۲۸۶

(۴) گزشتہ حوالہ ج ۲ ص ۷۰۷

(۵) احسن التتاسیم فی معرفۃ الاقالم ص ۲ ج ۲ ص ۶۲۳

(۶) مقرریزی، نقی الدین ابن العباس احمد بن علی، المواعظ و الاعتبار بذكر الخط و الآثار ” المعروف بالخط المقریزی “، دار الکتب

العلیہ ، بیروت ، طبع اول ، ۱۸۴۱ء ج ۴ ، ص ۱۹۱

عزاداری سے نہیں روک سکے۔ (۱) اس زمانے میں شیعوں کے لئے اتنا زیادہ راستہ ہموار ہو گیا تھا کہ اکثر اسلامی سرزمینیں شیعہ حاکموں کے زیر تسلط تھیں، ایران کے شمال میں، گیلان اور مازندران میں طبرستان کے علوی حکومت کرتے تھے، مصر میں فاطمی،

یمن میں زیدی، شمال عراق اور سوریہ میں حمدانی اور ایران و عراق میں آل بویہ حکومت کرتے تھے، البتہ بعض عباسی خلفاء جیسے

مہدی، امین، مامون، معتصم واثق اور مضران کے زمانے میں شیعہ نسبتاً علی طور سے آزاد تھے، ان خلفاء کے زمانے میں پہلے کی بہ

نسبت سخت گیری کم ہو گئی تھی، یعقوبی کے نقل کے مطابق مہدی عباسی نے طالبیان اور شیعوں کو کہ جو زندان میں تھے آزاد کر دیا

تھا۔ (۲)۔

امین کی پنج سالہ دور حکومت میں بھی عیش و مستی اور اپنے بھائی مامون سے جنگ میں مشغول ہونے کی وجہ سے شیعوں پر سختی کم تھی

مامون، معتصم، واثق، اور معتضد عباسی بھی شیعیت کی طرف مائل تھے، لیکن متوکل خاندان پینمبر اور شیعوں کا سخت ترین دشمن تھا

اگرچہ اس کے دور میں شیعہ کنفٹروں کے قابل نہیں تھے اس کے باوجود بھی وہ زیارت قبر امام حسین علیہ السلام سے روکتا تھا

۔ (۳)

ابن اثیر کا کہنا ہے: متوکل اپنے سے پہلے خلفاء، جیسے مامون، معتصم، واثق جو علی اور خاندان علی سے محبت کا اظہار کرتے تھے

ان سے دشمنی رکھتا تھا اور جن کا شمار دشمنان علی میں

(۱) البدایہ والنہایہ، بیروت ، ۱۹۶۶ء ، ج ۱۱ ، ص ۲۴۳

(۲) ابن واضح ، تاریخ یعقوبی ، منشورات شریف الرضی ، قم ، ج ۲ ، ص ۴۰۴

(۳) طبری، محمد بن جریر تاریخ طبری دارالکتب العلمیۃ بیروت ج ۵ ص ۳۱۲

ہوتا تھا مثلاً شامی شاعر علی بن ہم، عمر بن فرج، ابو سبط اور مروان بن ابی حصہ کی اولادیں کہ جو بنی امیہ کا دم بھرتی تھیں اسی طرح عبداللہ بن محمد بن داؤد حاشمی کہ جو ناصبی اور دشمن علیؑ تھا اس کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا تھا (۱) اس دور میں ناصبی اور بے دین شاعروں میں متوکل سے نزدیکی کی وجہ سے یہ جرأت پیدا ہو گئی تھی کہ خاندان پیغمبرؐ کے خلاف اشعار کہنے لگے، لیکن متوکل کے جانشین مثنیٰ نے اس روش کے خلاف کام کیا اور شیعوں کو علیؑ آزادی دی اور قبر امام حسینؑ کی تعمیر کرائی اور زیارت کی مانعت

کو بر طرف کر دیا۔ (۲)

اس دور کے شاعر بختری نے اس طرح کہا ہے:

ان کی

وازی یاد عند کم من عمر (۳)

عمر کی بہ نسبت حضرت علیؑ علیہ السلام زیادہ مقرب و مقرب میں -

عباسی خلفاء کی شیعہ رہبروں پر کڑی نظر

عباسی حکومت نے ۳۲۹ھ تک کئی طور پر ایرانی وزراء اور افسروں نیز ترک فوجیوں کی برتری کے دو دور گزارے میں، اگرچہ

ترکوں کے دور میں خلافت کی باگ ڈور ضعیف رہی

(۱) الکامل فی التاریخ، دار صادر، بیروت، ۱۴۰۲ھ، ج ۷، ص ۵۶

(۲) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، نشرات مؤسسة الاعلیٰ للطبوعات، بیروت، ۱۴۰۲ھ، ج ۴، ص ۱۴۷

(۳) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، نشرات مؤسسة الاعلیٰ للطبوعات، بیروت، ۱۴۰۲ھ، ج ۴، ص ۱۴۷

اور زیادہ تر عباسی خلفاء کے افسر اور نمائندے ترک تھے، اور کئی طور پر حکومت کی سیاست شیعوں کے خلاف تھی عباسیوں کے دور میں تشیع کے زیادہ پھیلنے کی بنا پر عباسی خلفاء کی سیاست یہ تھی کہ شیعہ قائدین پر سخت نظر رکھی جائے، اگرچہ شیعوں کے سلسلہ میں خلفاء کا رویہ ایک دوسرے سے مختلف تھا بعض ان میں سے جیسے منصور ہادی، رشید، متوکل، مستبدر درجہ سخت گیر اور خون بہانے والے تھے ان میں سے بعض دوسرے جیسے مہدی عباسی، مامون واثق اپنے پہلے خلفاء کی طرح بہت زیادہ سخت گیر نہیں تھے اور ان کے زمانہ میں شیعہ کسی حد تک آرام کی سانس لے رہے تھے، جس وقت منصور عباسی نے محمد نفیس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم کی طرف سے خطرہ کا احساس کیا تو اس نے ان کے باپ، بھائیوں اور چچاؤں کو گرفتار کیا اور زندان میں ڈال دیا۔ (۱) منصور نے بارہا امام صادق - کو دربار میں بلوایا اور حضرت کے قتل کا ارادہ کیا لیکن خدا کا ارادہ کچھ اور ہی تھا، (۲)

(۱) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، انوار الاعلیٰ للمطبوعات، بیروت، ج ۳، ص ۳۲۲  
 (۲) ابن جوزی نقل کرتا ہے جس وقت منصور مکہ کے ارادے سے مدینہ میں وارد ہوا، ربیع حاجب سے کہا، جعفر بن محمد کو حاضر کرو خدا مجھ کو مار ڈالے اگر میں ان کو قتل نہ کروں، ربیع نے حضرت کے حاضر کرنے میں سستی برتی، منصور کے فشار کی وجہ سے ربیع نے حضرت کو حاضر کیا، جس وقت امام حاضر ہوئے اس وقت آپ نے آہستہ آہستہ اپنے لبوں کو حرکت دی، جب منصور کے نزدیک پہنچے اور آپ نے سلام کیا تو منصور نے کہا: اے خدا کے دشمن بنا بود ہوجا، ہماری مملکت میں خلل وقع کرتا ہے خدا مجھ کو مار ڈالے اگر میں تم کو قتل نہ کروں، امام صادق نے فرمایا: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)  
 خلفائے عباسی کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ وہ شیعہ رہنماؤں کو جو ان کے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) سلیمان پیغمبر کو سلطنت ملی انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا، ایوب نے مصیبت دیکھی اور صبر کیا یونس

مظلوم واقع ہوئے ظالموں کو بخش دیا، تم ان کے جانشین ہو بہتر ہے کہ ان سے عبرت حاصل کرو، منصور نے اپنے سر کو نیچے جھکایا دوسری بار اپنے سر کو اٹھا کر یہ کہا: آپ ہمارے قرابت داروں اور رشتہ داروں میں سے ہیں اس کے بعد اس نے حضرت کو عزت دی، معانقہ کیا اور آپ کو اپنے نزدیک بٹھا کر آپ سے بات کرنے میں مشغول ہو گیا پھر ربیع سے کہا: جتنی جلدی ہو سکے انعام و اکرام اور جعفر بن محمد کے لباس کو لے آؤ اور ان کو رخصت کرو، جس وقت حضرت باہر نکلے ربیع آپ کے پیچھے پیچھے آیا اور آپ سے کہا: میں تین دن سے آپ کی طرف سے دفاع اور مدد کر رہا تھا آپ جب آئے تو میں نے دیکھا کہ آپ کے لب حرکت کر رہے ہیں جس کی وجہ سے منصور آپ کے خلاف کچھ بھی نہ کر سکا چونکہ میں سلطان کا کارندہ ہوں اس دعا کا محتاج ہوں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ کو یہ دعا تعلیم فرمائیں حضرت نے فرمایا: یہ کہہ:

((اللّٰهُمَّ اِحْسِنِيْ بِعَمْرِيْ الَّتِيْ لَا تَمَامُ وَاكْفِنِيْ بِكَلْبِيْ الَّذِيْ لَا يَرَامُ اَوْ يَصْنُمُ وَاغْفِرْ لِيْ بِشِدْرِكُنِيْ عَلِيٍّ وَاغْلَا وَاَنْتَ رَجَائِيْ اللّٰهُمَّ اِنَّا اَكْبَرُ وَاَبْلُ  
مَنْ اَخَافُ وَاَحْذَرُ اللّٰهُمَّ بَا اَدْفَعْ فِىْ نُحْرِهِ وَاَسْتَعِذْ بِيْ مِنْ شَرِّهِ))  
بارالہا! تیری آنکھوں کی قسم! کہ جو سوتی نہیں میری حفاظت کر اور تجھے اس قدرت کا واسطہ! کہ جو ہدف بلا قرار نہیں پاتی مجھے اس چیز سے محفوظ رکھ اور میں ہلاک نہ کیا جاؤں کیونکہ تو ہی میری امید کا سرچشمہ ہے، بارالہا! وہ فراوان نعمتیں کہ جو تو نے مجھے دی ہیں میں ان نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکا اور تو نے مجھ کو ان نعمتوں سے محروم نہیں کیا بہت سی وہ بلائیں کہ جس میں تو نے مجھے مبتلا کیا اور میں نے کم صبری کا مظاہرہ کیا اس سے تو مجھے نجات دے بارالہا! تیری قدرت کے دفاع اور پشت پناہی سے ہی اس کے شر سے محفوظ رہ سکتا ہوں اور اس کے شر سے تجھ سے پناہ چاہتا ہوں۔

(مذکرۃ الخواص، مشورات المطبعة الحیدریہ و مکتبہا، النجف الاشرف، ۱۳۸۳ھ، ص ۳۲۲)  
رقیب ہوا کرتے تھے ان کو راستے سے ہٹا دیا جائے یہاں تک کہ منصور نے ابن ماجرا نام کے ایک شخص کو کچھ رقم دیکر مدینہ بھیجا تاکہ وہ عبداللہ ابن حسن اور امام صادق علیہ السلام اور بعض دوسرے علویوں کے پاس جائے اور ان سے کہے کہ میں خراسان کے



شیعوں کی طرف سے آیا ہوں اور اس رقم کو ان کے حوالہ کر کے ان سے دستخط لے لے، امام صادق نے اس کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ تم کو منصور نے بھیجا ہے اور اس سے تاکید کی کہ منصور سے جا کر کہنا: علویوں کو ابھی کچھ عرصہ سے مروانی حکومت سے نجات اور راحت ملی ہے اور انہیں ابھی اس کی ضرورت ہے، ان کے ساتھ جیلہ اور فریب نہ کر۔ (۱)

اسد حیدر کہتے ہیں: منصور نے امام صادق کو ختم کرنے کے لئے مختلف وسیلوں کا سہارا لیا اور شیعوں کی طرف سے ان کو خط لکھوایا اور ان کی طرف سے آپ کی خدمت میں کچھ مال بھیجا لیکن ان میں سے کسی ایک میں بھی کامیاب نہیں ہو سکا۔ (۲)

جس وقت منصور کو امام صادق علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی تو اس نے مدینہ کے حاکم محمد بن سلیمان کو خط لکھا کہ اگر جعفر بن محمد نے کسی معین شخص کو اپنا وصی قرار دیا ہے تو اس کو پکڑ لیا جائے اور اس کی گردن اڑادی جائے، تو مدینہ کے حاکم نے اس کے جواب میں لکھا: جعفر بن محمد نے ان پانچ افراد کو اپنا وصی قرار دیا ہے، ابو جعفر منصور، محمد بن سلیمان عبد اللہ، موسیٰ اور حمیدہ، اس وقت منصور نے کہا: تب ان کو قتل نہیں کیا جاسکتا، (۳)

(۱) ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، موسسہ انتشارات علامہ، قم، (بی تاج ۴ ص ۲۲۰)

(۲) الامام الصادق و المذاهب الاربعہ، دار الکتب العربی، بیروت، طبع سوم، ۱۴۰۳ھ ج ۱، ص ۴۶

(۳) طبرسی، ابو علی فضل بن حسین، اعلام الوریٰ موسسہ احیاء التراث، قم، ۱۴۱۰ھ ج ۲، ص ۱۳

مدی عباسی اپنے باپ کی طرح شیعوں اور علویوں کے لئے سخت گیر نہیں تھا۔

یعقوبی نقل کرتا ہے: مدی جب خلیفہ ہوا تو اس نے دستور دیا جتنے بھی علوی زندان میں ہیں ان کو آزاد کر دیا جائے، (۱) اس وجہ سے اس کے زمانے میں کوئی بھی علوی قیام و وجود میں نہیں آیا، ابو الفرج اصفہانی نے فقط دو کا ذکر کیا ہے کہ جو اس کے زمانے میں مارے گئے ایک علی عباس حسنی کہ جن کو زہر کے ذریعہ قتل کیا گیا دوسرے عیسیٰ بن زید کہ جن کی نامعلوم طریقہ سے موت واقع ہوئی

وہ منصور کے زمانے سے پوشیدہ طور پر زندگی بسر کر رہے تھے۔ (۲)

ہادی عباسی کے زمانے میں علویوں اور شیعوں کے بڑے قائدین پر شدید فشار تھا جیسا کہ یعقوبی نے لکھا ہے: ہادی نے شیعوں اور طالبیوں پر بہت سختی کر رکھی تھی اور ان کو بہت زیادہ ڈرا رکھا تھا اور وہ وظائف اور حقوق کہ جو ہمدی نے اپنے زمانے میں ان کے لئے مقرر کئے تھے ان کو قطع کر دیا اور شہروں کے حاکم اور فرمانرواؤں کو یہ لکھ بھیجا کہ طالبیوں کا تعاقب کریں اور ان کو گرفتار کر لیں، (۳) اس غلط رویے کے خلاف اعتراض کرتے ہوئے حسین بن علی کہ جو سادات حسنی سے تعلق رکھتے تھے (شہید فخر) نے قیام کیا اور اس جنگ میں حسین کے علاوہ بہت سے علوی قتل ہوئے۔ (۴)

(۱) ابن واضح ، تاریخ یعقوبی ، منثورات شریف الرضی ، قم ، ۱۴۱۲ھ ، ج ۲ ، ص ۳۹۴

(۲) ابو الفرج ، اصفہانی ، مقاتل الطالبین ، منثورات الشریف الرضی ، قم ، ۱۴۱۶ھ ، ص ۳۴۲ - ۳۶۱

(۳) ابن واضح ، تاریخ یعقوبی ، ص ۴۰۴

(۴) ابو الفرج ، اصفہانی ، مقاتل الطالبین ، منثورات شریف الرضی ، قم ، ۱۴۱۶ھ ، ص ۳۶۶

یہ جنگ امام کاظم علیہ السلام پر شدید فشار کا باعث بنی ہادی عباسی نے حضرت کو ڈرایا اور اس طرح سے کہا: خدا کی قسم حسین

(شہید فخر) نے موسیٰ بن جعفر کے دستور کی بنا پر میرے مقابل قیام کیا ہے اور وہ اس نے ان کے تابع اور پیرو میں کیوں کہ اس

خاندان کا امام اور پیشوا موسیٰ بن جعفر کے سوا کوئی اور نہیں ہے، خدا مجھے موت دیدے اگر میں ان کو زندہ چھوڑ دوں، (۱) لیکن وہ

اپنی موت کا وقت قریب آنے سے اپنے ارادہ کو نافذ نہ کر سکا۔

دوسری صدی ہجری میں منصور کے بعد ہارون رشید علویوں اور شیعہ قائدین کے لئے سخت ترین خلیفہ تھا ہارون علویوں کے ساتھ

بے رحمانہ رفتار رکھتا تھا اس نے یحییٰ بن عبداللہ محمد نفس زکیہ کے بھائی کو امان دینے کے بعد بے رحمانہ طریقہ سے زندان میں ڈالا

اور قتل کر دیا یا - (۲)

اسی طرح ایک داستان عیون اخبار الرضا میں ذکر ہوئی ہے جو ہارون رشید کی بے رحمی کی حکایت کرتی ہے، حمید بن قحطبہ طائی طوسی نقل کرتا ہے: ہارون نے ایک شب مجھ کو بلوایا اور حکم دیا کہ اس تلوار کو پکڑو اور اس خادم کے دستور پر عمل کرو خادم مجھے ایک گھر کے پاس لایا جس کا دروازہ بند تھا، اس نے دروازہ کو کھولا اس گھر میں تین کمرے اور ایک کنواں تھا اس نے پہلے کمرہ کو کھولا اور اس میں سے بیس سیدوں کو باہر نکالا جن کے بال بلند اور گھنگھریلے تھے، ان کے درمیان بوڑھے اور جوان دکھائی دے رہے

(۱) علامہ مجلسی، محمد باقر، بشار الانوار، ج ۴۸، ص ۱۵۱

(۲) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، نشوات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۳۸۱ - ۴۰۴  
تھے ان سب کو زنجیروں میں جکڑا گیا تھا ہارون کے نوکر نے مجھ سے کہا: امیر المومنین کا دستور ہے کہ ان سب کو قتل کر دو یہ سب اولاد علی، اور اولاد فاطمہ سے ہیں، میں ایک کے بعد دوسرے کو قتل کرتا گیا اور نوکر ان کے بدن کو سروں کے بل کنویں میں ڈالتا رہا، اس کے بعد اس نے دوسرے کمرہ کو کھولا اس کمرہ میں بھی بیس افراد اولاد علی، اور اولاد فاطمہ سے تھے میں نے ان کو بھی پہلے افراد کی طرح ٹھکانے لگا دیا، اس کے بعد تیسرے کمرہ کو کھولا اس میں دوسرے بیس افراد اہل سادات تھے میں نے ان کو بھی پہلے والے چالیس افراد کے ساتھ ملحق کر دیا، صرف ایک بوڑھا شخص باقی رہ گیا تھا وہ میری طرف متوجہ ہوا اور اس نے مجھ سے کہا: اے منحوس آدمی! خدا تجھے نابود کرے روز قیامت ہمارے جد رسول خدا کے سامنے کیا عذر پیش کرے گا اس وقت میرے ہاتھ کا پنے لگے تو نوکر نے غضبناک آنکھوں سے مجھے دیکھا اور دکھلی دی تو میں نے بوڑھے آدمی کو بھی قتل کر دیا اور نوکر نے اس کا بدن بھی کنویں میں ڈال دیا - (۱)

آخر کار ہارون رشید نے امام کاظم علیہ السلام کو باوجود اس کے کہ وہ ان کے مقام و مرتبہ کا قائل تھا گرفتار کیا اور زندان میں ڈال دیا اور آخر میں زہر دے کر آپ کو شہید کر دیا۔ (۲)

امام کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بعد ہارون رشید نے اپنے سرداروں میں سے

(۱) صدوق ، عیون اخبار الرضا ، دار العلم ، قم ، طبع ۱۳۷۷ھ ق ، ص ۱۰۹

(۲) طبرسی ، ابو علی فضل بن حسین ، اعلام الوری ، موسسہ آل الیثمہ لا حیاء التراث ، قم ، ۱۳۷۷ھ ج ۲، ص ۳۴

ایک جلودی نامی شخص کو مدینہ بھیجا تاکہ آل ابی طالب کے گھروں پر حملہ کرے، اور عورتوں کے لباس لوٹ لے ہر عورت کے لئے صرف ایک لباس چھوڑ دے امام رضا دروازے پر کھڑے ہو گئے اور آپ نے عورتوں کو حکم دیا کہ تم اپنے اپنے لباس ان کے حوالے کر دو۔ (۱)

مامون، عباسی خلفا میں سب سے زیادہ سیاست مدار تھا کہ جس نے شیعہ اماموں اور رہبروں پر پابندی کے لئے ایک نئی روش اختیار تاکہ ائمہ اطہار کو زیر نظر رکھ سکے، مامون کے مهم ترین انگیزوں میں سے ایک انگیزہ امام رضا کی ولی عہدی اسی مقصد کے لئے تھی جیسا کہ مامون نے اس سیاست کو دوسری بار امام جواد کے لئے بھی انجام دیا اور اپنی بیٹی کی شادی آپ کے ساتھ کر دی تاکہ مدینہ میں آپ کی فعالیت و سرگرمی پر نظر رکھ سکے مامون کے بعد والے خلفا نے بھی اس روش کو اختیار کیا اور ہمیشہ ائمہ معصومین علیہم السلام حکومت کے جبر سے مرکز خلافت میں زندگی بسر کرتے رہے یہاں تک کہ دسویں اور گیارہویں امام، سامرہ میں زندگی گزارنے کی وجہ سے جو ایک فوجی شہر تھا عسکریں کے نام سے مشہور ہو گئے۔

عباسیوں کے زمانے میں شیعوں کی کثرت کے ا باب

شیعت عباسیوں کے دور میں روز بروز بڑھتی گئی اس مسئلہ کے کچھ عوامل و اسباب ہیں کہ ان میں سے بعض کی طرف ہم اشارہ کرتے

میں:

(۱) امین، سید محسن، ص ۲۹

(۱) ہاشمی اور علوی بنی امیہ کے زمانے میں:

بنی امیہ کے دور میں ہاشمی چاہے علوی ہوں یا عباسی متحد تھے اور ہشام کے زمانے سے عباسیوں کی تبلیغ شروع ہو گئی تھی وہ زید اور ان کے فرزند یحییٰ کے قیام کے ساتھ ہم آہنگی رکھتے تھے انہوں نے شیخ کی بنیاد پر اپنے کام کا آغاز کر دیا تھا جیسا کہ ابو الفرج

اصفہانی کا بیان ہے:

جس وقت اموی خلیفہ ولید بن یزید قتل ہوا اور مروانیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تو بنی ہاشم کے مبلغین مختلف علاقے میں ہجرت کر گئے اور سب سے پہلے جس چیز کا اظہار کیا وہ حضرت علی کی افضلیت اور ان کے فرزندوں کی مطلوبیت تھی۔

منصور عباسی جو حدیث غدیر کے راویوں میں سے ایک تھا (۱) جس وقت عباسی سپاہیوں نے علویوں کے مقابلہ میں ان کی سیاست

کو دیکھا تو اس کو قبول نہیں کیا اور ان کا عباسیوں کے ساتھ اختلاف پیدا ہو گیا، ابو سلمہ خلال جو عراق میں عباسیوں کی جانب لوگوں کو

دعوت دینے والا تھا۔ (۲)

علویوں کی طرف میلان کی وجہ سے عباسیوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا (۳) اگرچہ یہ شخص عقیدہ کے اعتبار سے شیعہ نہیں تھا مگر خاندان

پینمبر سے جو اس کو لگاؤ تھا اس سے

(۱) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، فتاوات شریف رضی، قم ۱۴۱۶ھ ص ۲۰۷

(۲) خطیب بغدادی تاریخ بغداد، دارالکتب العلمیہ بیروت طبع اول ۱۴۱۷ھ ج ۲، ص ۳۴۰

(۳) ابراہیم کی موت کے بعد ابو سلمہ (خلال کہ جو عراقیوں کو عباسیوں کی جانب سے دعوت دینے والا تھا اور بعد میں سفاح کا وزیر بھی بنا) عباسیوں سے منصرف ہو گیا اور سادات (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر) انکار نہیں کیا جا سکتا، خاص کر قبیلہ حمدان سے اور کوفہ کا رہنے والا تھا۔ (۱)

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) علومی میں سے جعفر بن محمد الصادق، عبد اللہ بن حسن بن حسن بن علی، اور عمر الاشرف بن زید العابدین کے پاس خط لکھا اور اپنے نامہ بر سے کہا: سب سے پہلے جعفر بن محمد کے پاس جانا اگر وہ قبول کر لیں تو بقیہ دونوں خطوط کے لئے جانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر وہ قبول نہ کریں تو عبد اللہ محض کے پاس جانا اور اگر وہ بھی قبول نہ کریں تب عمر الاشرف کے پاس جانا، نامہ بر سے پہلے امام صادق کی خدمت میں حاضر ہوا، نامہ دیا امام نے فرمایا: ابو سلمہ دوسروں کا محب اور چاہنے والا ہے مجھے اس سے کیا کام، نامہ بر نے کہا: خط تو پڑھ لیجیے امام نے خادم سے چراغ منگوایا اور خط کو جلا دیا، نامہ بر نے کہا: جواب نہیں دیجیے گا؟ امام نے فرمایا: جواب یہی ہے جو تم نے دیکھا ہے، ابو سلمہ کا نایندہ عبد اللہ بن حسن کے پاس گیا اور خط دیا عبد اللہ نے جیسے ہی خط پڑھا خط کو بوسہ دیا فوراً امام صادق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یہ ہمارے چاہنے والے شیعہ ابو سلمہ کا خط ہے، خراسان میں مجھے خلافت کی دعوت دی ہے امام نے فرمایا: خراسان کے لوگ کب سے تمہارے چاہنے والے ہو گئے ہیں کیا ابو مسلم کو تم نے ان کی جانب روانہ کیا ہے؟ کیا تم ان میں سے کسی کو پہچانتے ہو؟ تم نہ انہیں جانتے ہو اور نہ وہ تمہیں جانتے ہیں تو پھر وہ کیسے تمہارے چاہنے والے ہیں؟ عبد اللہ نے کہا: آپ کی باتوں سے ایسا لگتا ہے کہ آپ ان ساری باتوں سے واقف ہیں، امام نے فرمایا: خدا جانتا ہے میں ہر مسلمان کی بھلائی چاہتا ہوں تمہاری بھلائی کیوں نہ چاہوں، اے عبد اللہ! ان باطل آرزوؤں کو چھوڑ دو اور اس بات کو جان لو! کہ یہ حکومت بنی عباس کی ہے ایسا ہی خط میرے پاس بھی آچکا ہے، عبد اللہ وہاں سے ناراض ہو کر واپس آگئے عمر بن زید العابدین نے بھی ابو سلمہ کے خط کو رد کر دیا اور کہا: میں خط بھیجنے والے کو نہیں جانتا کہ

ابن طقطقا، النخري، صادر بيروت ۱۸۳۸ھ ص ۱۵۴، اور مسعودی، علی بن الحسین، مروج الذهب، منشورات موسسه الاعلیٰ للمطبوعات،

بيروت ، ج ۲ ، ص ۲۸۰

(۱) امین سید محسن ، اعیان الشیخہ دار التعارف للمطبوعات ، بیروت ، ج ۱ ، ص ۱۹۰  
تھانی قبائل کے درمیان قبیلہ حمدان شیخ میں سب سے آگے تھا چنانچہ سید محسن امین نے اس کو وزراء شیخہ میں شمار کیا ہے۔ (۱) حتیٰ شروع میں خود عباسیوں نے بھی ذریت پیغمبرؐ کی محبت سے انکار نہیں کیا ہے جیسا کہ لکھا ہے: جس وقت بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد کا سر ابوالباس سخاح کے سامنے لایا گیا تو وہ طولانی سجدہ بجالایا اور اس نے سر کو اٹھا کر کہا: حمد اس خدا کی جس نے مجھے تیرے اوپر کامیابی عطا کی، اب مجھے اس بات کا غم نہیں ہے کہ میں مر جاؤں کیونکہ میں نے حسین اور ان کے بھائی اور دوستوں کے مقابلہ میں بنی امیہ کے دو سوا افراد کو قتل کر دیا، اپنے چچا کے بیٹے زید بن علی کے بدلے میں ہشام کی ہڈیوں کو جلا دیا اور اپنے بھائی ابراہیم کے بدلے میں مروان کو قتل کر دیا۔ (۲)  
جب عباسیوں کی حکومت مضبوط و مستحکم ہو گئی تو ان کے نیز خاندان پیغمبرؐ اور شیعوں کے درمیان فاصلہ ہو گیا، منصور عباسی کے زمانے سے عباسیوں نے پیغمبرؐ کی ذریت کے ساتھ بنی امیہ کی روش اختیار کی، بلکہ خاندان پیغمبرؐ سے دشمنی میں بنی امیہ سے بھی آگے بڑھ گئے۔

(۲) بنی امیہ کا خاتمہ اور عباسیوں کا آغاز  
اموی دور حکومت کے ختم ہونے اور عباسیوں کی حکومت آنے کے بعد اور ان کے

(۱) امین سید محسن ، اعیان الشیخہ دار التعارف للمطبوعات ، بیروت ، ج ۱ ، ص ۱۹۰

(۲) سعودی علی بن حسین، مروج الذهب ص ۲۸۳-۲۸۴

درمیان جنگ و جدال کی وجہ سے امام باقر و امام صادق کو فرصت مل گئی انہوں نے تشیع کے مبانی کو پہنچوانے میں غیر معمولی فعالیت و سرگرمی انجام دیں، خاص طور پر امام صادق نے مختلف شعبوں اور مختلف علوم میں بہت سے شاگردوں کی تربیت کی ممتاز دانشور جیسے ہشام بن حکم، محمد بن مسلم، ابان بن تغلبہ، ہشام بن سالم مومن طاق، منضل بن عمر، جابر بن حیان وغیرہ نے حضرت کے محضر میں تربیت پائی تھی شیخ مفید کے قول کے مطابق ان کے موثقیں (متمدین) کی تعداد چار ہزار تھی، (۱) مختلف اسلامی سرزمین کے لوگ امام کے پاس آتے تھے اور امام سے فیض حاصل کرتے تھے اور اپنے شہادت کو برطرف کرتے تھے، حضرت کے شاگرد مختلف مناطق اور شہروں میں پھیلے ہوئے تھے، فطری بات ہے کہ یہ لوگ مختلف مناطق میں تشیع کے پھیلانے کا سبب بنے۔

(۳) علویوں کی ہجرت

عباسیوں کے دور میں تشیع کے پھیلنے کے سلسلہ میں، سادات اور علویوں کا مختلف مقامات پر ہجرت کر جانا بھی ایک اہم سبب بنا، ان میں اکثر تشیع نظریات کے حامل تھے اگرچہ ان میں سے کچھ زیدی مسلک کی طرف چلے گئے تھے یہاں تک کہ بعض منابع کے نقل کے مطابق سادات کے درمیان ناصبی بھی موجود تھے۔ (۲) یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ سادات میں اکثر شیعہ تھے اور شیعہ مخالف

(۱) شیخ مفید، الارشاد، ترجمہ محمد ساعدی خراسانی، کتاب فروشی اسلامیہ، ۳۶۷ھ ش، ص ۵۲۵

(۲) ابن عنبہ، عمدۃ الطالب، مطبعتا بحیرہ، نجف ۱۹۶۱ء ص ۲۲۰، ۲۵۳

حکومت کے ذریعہ ان پر جو مصیبتیں پڑیں ان کی وجہ بھی واضح ہے، اکثر اسلامی سرزمینوں میں سادات تھے، ماوراء النہر اور



ہندوستان سے لے کر افریقہ تک پھیلے ہوئے تھے اگرچہ یہ ہجرت حاج کے زمانے سے شروع ہو گئی تھی عباسیوں کے زمانے میں علویوں کی طرف سے جو قیام ہوا ان میں سے زیادہ تر میں شکست ہوئی اور بہت نقصان ہوا، مثال ایران، گیلان، مازندران نیز خراسان کے پہاڑی اور دور افتادہ علاقہ علویوں کے لئے امن کی جگہ بنا رہے تھے، سب سے پہلی بار ہارون رشید کے زمانے میں یحییٰ بن عبد اللہ حسنی مازندران کی طرف گئے کہ جو اس زمانے میں طبرستان کے نام سے مشہور تھا، جب انہوں نے قدرت حاصل کر لی اور ان کے کام میں کافی ترقی پیدا ہو گئی تو ہارون نے اپنے وزیر فضل بن یحییٰ کے ذریعہ امان نامہ لکھ کر صلح کے لئے وادار کیا۔ (۱)

اس کے بعد وہاں کافی تعداد میں علوی آباد ہو گئے اور روز بروز شیعیت کو فروغ ملتا گیا اور وہاں کے لوگوں نے پہلی بار علویوں کے ہاتھوں اسلام قبول کیا اور تیسری صدی ہجری کے دوسرے حصہ میں علویوں کی حکومت طبرستان میں حسن بن زید علوی کے ذریعہ تشکیل پائی اس زمانے میں سادات کے لئے یہ جگہ مناسب سمجھی جاتی تھی، جیسا کہ ابن اسفندیار کا بیان ہے کہ اس موقع پر درخت کے پتوں کے مانند علوی سادات اور بنی ہاشم جازنیز اطراف عراق و شام سے ان کی خدمت میں جمع ہو گئے سبھی کو عزت و شرف سے

(۱) ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، نشورات شریف الرضی، قم، پہلی اور دوسری طبع، ۱۴۱۶، ۱۳۷۴، ص ۳۸۹، ۳۹۵ بہت بہت نوازا اور ایسا ہو گیا تھا کہ جب وہ کہیں جانا چاہتا تھا تین سو شمشیر بلف علوی اس کے ارد گرد صف بستہ ہوتے تھے۔ (۱)

جس وقت امام رضا مامون کے ذریعہ ولایت عہدی کے منصب پر پہنچے، حضرت کے بھائی اور ان کے قریبی افراد ایران کی طرف روانہ ہوئے جیسا کہ مرعشی نے لکھا ہے: سادات نے ولایت کی آواز اور اس عہد نامہ پر کہ جو مامون کی طرف سے آنحضرت کی

امامت کا پروانہ تھا اس طرف رخ کیا آنحضرت کے اکیس دوسرے بھائی تھے یہ تمام بھائی اور چچا زاد بھائی حنی اور حسینی سادات میں سے تھے جنوں نے ری اور عراق میں حکومت کی، جب سادات نے یہ سنا کہ مامون نے حضرت امام رضا سے غداری کی ہے تو انہوں نے کوہستان دیلمستان اور طبرستان میں جا کر پناہ لی اور بعض لوگ وہیں شہید ہو گئے، ان کی قبریں اور مزار مشہور ہیں، جیسا اہل اصفہان مازندران کہ جنہوں نے شروع میں اسلام قبول کیا تھا وہ سب کے سب شیعہ تھے اور اولاد رسول سے حسن عقیدت رکھتے تھے اور سادات کے لئے وہاں قیام کرنا آسان تھا۔ (۲)

شہید فخر کے قیام کی شکست کے بعد ہادی عباسی کے دور خلافت میں حسین بن علی حنی، ادیس بن عبد اللہ محمد نفس زکیہ کا بھائی افریقہ گئے تو وہاں پر لوگ ان کے اطراف میں جمع ہو گئے اور انہوں نے حکومت ادریس کی مغرب میں بنیاد ڈالی، چند روز نہیں گزرے تھے کہ خلافت کے کارندوں کے ذریعہ انہیں زہر دے دیا ہو گیا، لیکن

(۱) تاریخ طبرستان و رویان ، ص ۲۹۰

(۲) مرعشی تاریخ طبرستان و رویان و مازندران ، نشر گسترہ ، تھران ۱۳۶۳:۲۴۷ و ۲۷۸

ان کے بیٹوں نے وہاں پر تقریباً ایک صدی حکومت کی، (۱) اس طرح سادات نے اس طرف کا رخ کیا اسی وجہ سے متوکل عباسی نے ایک نامہ مصر کے حاکم کو لکھا کہ سادات علوی میں مردوں کو تیس دینار اور عورتوں کو پندرہ دینار کے بدلے نکال باہر کرے لہذا یہ لوگ عراق منتقل ہو گئے اور وہاں سے مدینہ بھیج دئے گئے۔ (۲) منصور نے بھی مصر کے حاکم کو لکھا کہ کوئی بھی علوی صاحب ملکیت نہ ہونے پائے اور گھوڑے پر سوار نہ ہونیز پائے تخت سے کسی دوسرے علاقہ میں کوچ نہ کرنے پائے اور ایک غلام سے زیادہ رکھنے کا انہیں حق حاصل نہ ہو۔ (۳) علویوں نے تیزی سے لوگوں کے درمیان خاص مقام پیدا کر لیا اس حد تک کہ حکومت سے مقابلہ کر سکیں جیسا کہ معودی نقل کرتا

ہے :

سنہ ۲۰ کے آس پاس طالبیوں میں سے ایک شخص بنام احمد بن عبد اللہ نے مصر کے منقہ صعید میں قیام کیا لیکن آخر میں احمد بن طولان کے ہاتھوں شکست کھائی اور قتل ہو گیا۔ (۲)

(۱) ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، نثرات شریف الرضی، قم پہلی اور دوسری طبع ۱۴۱۶، ۱۳۷۴، ص ۴۰۹، ۴۰۶

(۲) ادام تمدن اسلامی در قرن چہارم ہجری، ترجمہ علی رضا دکاوتی، قراگزلو، موسسہ انتشارات امیر کبیر، تہران ۱۳۶۲ھ، صفحہ ۸۳، الولاء

والتضایة کندی کے نقل کے مطابق، ص ۱۹۸

(۳) الولاء والتضایة کندی، ص ۲۰۲، ۲۰۳

(۴) مسعودی، علی بن حسین مروج الذهب، موسسہ الاعلیٰ للمطبوعات، بیروت، طبع اول ۱۴۱۱ ہجری ج ۴، ص ۳۲۶

یہی وجہ ہے کہ عباسی دور خلافت میں ان کے اہم ترین رقیب اور دشمن علوی نثار ہوتے تھے ۸۴ھ میں معتضد خلیفہ عباسی نے ارادہ کیا کہ یہ دستور صادر کرے کہ فہر پر معاویہ کو نفرین (لعنت) کی جائے اور اس بارے میں اس نے حکم لکھا لیکن اس کے وزیر نے ہنگامہ ہونے سے ڈرایا، معتضد نے کہا: میں ان کے درمیان ٹھیسرے کام لوں گا وزیر نے جواب دیا: اس وقت ان طالبیان کے ساتھ کیا کرے گا جو ہر طرف سے نکل رہے ہیں اور خاندان بنی نمیر سے دوستی کی بنا پر لوگ ان کے حامی ہیں یہ تیرا فرمان ان کے لئے لائق تائش اور قابل قبول ہوگا اور جیسے ہی لوگ سنیں گے ان کے طرفدار اور حامی ہو جائیں گے۔ (۱)

علوی جس منقہ میں بھی رہتے تھے مورد احترام تھے اسی وجہ سے لوگ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کی قبروں پر مزار اور روضے تعمیر کرتے تھے اور ان کی زندگی میں ان کے اطراف جمع ہوتے تھے جس وقت محمد بن قاسم علوی متصم کے دور میں خراسان تشریف لے گئے مختصر سی مدت میں چالیس ہزار افراد اس کے اطراف جمع ہو گئے اور ان کو ایک مضبوط قلعہ میں جگہ

دی۔ (۲)

چونکہ ایک طرف علوی پاک دامن اور پرہیزگار افراد تھے جب کہ اموی اور عباسی حاکموں کا فح و فجور لوگوں پر روشن تھا دوسری طرف ان کی مظلویت نے لوگوں کے

(۱) طبری، ابی جعفر، محمد بن جریر تاریخ طبری دارالکتب علمیہ بیروت طبع دوم، ۱۴۰۸ھ، ج ۱، ص ۶۲۰-۶۲۵

(۲) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، ص ۶۰

دلوں میں جگہ بنالی تھی جیسا کہ مسعودی نے نقل کیا ہے: جس سال یحییٰ بن زید شہید ہوئے اس سال خراسان میں جو بھی بچہ پیدا ہوا

اس کا نام یحییٰ یا زید رکھا گیا۔ (۱)

سادات کی ہجرت کے اسباب

سادات کے مختلف اسلامی علاقے میں ہجرت کرنے اور پھیلنے کے تین اسباب بیان کئے جاسکتے ہیں:

جنگوں میں علویوں کی شکست، حکومتی دباؤ، ہجرت کے لئے مناسب موقع کا فراہم ہونا۔

(۱) علویوں کے قیام کی شکست

جنگوں میں شکست کھانے کی وجہ سے ان کے لئے عراق اور حجاز میں زندگی بسر کرنا مشکل ہو گیا تھا جو اس وقت مرکز خلافت بغداد

کے کنٹرول میں تھا لہذا وہ مجبور ہوئے کہ دور دراز کے علاقوں میں ہجرت کر جائیں اور اپنی جان بچائیں جیسا کہ محمد نفس زکیہ کے

بھائیوں کے منتشر کے بارے میں مسعودی کا کہنا ہے: محمد نفس زکیہ کے بھائی اور بیٹے مختلف شہروں میں منتشر گئے اور لوگوں کو

ان کی رہبری کی طرف دعوت دی ان کا بیٹا علی بن محمد مصر گیا اور وہاں قتل کر دیا گیا ان کا دوسرا بیٹا عبداللہ خراسان گیا اور وہاں

سے سندھ کی طرف کوچ کیا اور سندھ میں اسے قتل کر دیا گیا، ان کا تیسرا بیٹا حسن یمن پہونچا

-----  
(۱) معودی، علی بن حسین، مروج الذهب، ج ۳، ص ۲۳۶

زندانیوں میں ڈال دیا گیا اور وہیں دنیا سے چل بسا، ان کے ایک بھائی موسیٰ جزیرہ گئے اور ایک بھائی یحییٰ رسی اور وہاں سے طبرستان تشریف لے گئے نیز ایک دوسرے بھائی ادیس مغرب کی طرف روانہ ہوئے تو لوگ ان کے اطراف جمع ہونا شروع ہو گئے۔ (۱)

(۲) حکومتی دباؤ

حجاز و عراق کے علاقہ جو مرکز حکومت سے نزدیک تھے جس کی وجہ سے یہاں کے علوی افراد ہمیشہ حکومت کے فخر میں تھے معودی کے بقول محمد بن قاسم کا کوفہ سے خراسان کی جانب کوچ کرنا منضم عباسی کے دباؤ کی وجہ سے تھا۔ (۲)

(۳) مناسب موقع کا فراہم ہونا

علویوں کی ہجرت کے اسباب میں سے ایک سبب قم اور طبرستان کے علاقے میں ان کے لئے اجتماعی لحاظ سے بہترین موقعیت

کا پایا جانے کا ہے۔

(۱) مسودی، علی بن حسین ، مروج الذهب ، ج ۳، ص ۳۲۶

(۲) مسودی، علی بن حسین ، مروج الذهب ، ج ۴، ص ۶۰



ترجمتو متحرک  
Translation Movement

شیعوں اور علویوں کا قیام



ترجمہ تحریک  
Translation Movement

بنی امیہ کے زمانے میں شیعوں اور علویوں کا قیام  
شیعوں کا قیام اور ان کا مسلحانہ برتاؤ کربلا اور قیام عاشورہ سے شروع ہوتا ہے لیکن ہم فی الحال کربلا کی بحث کو دوسری جگہ کے  
لئے چھوڑتے ہیں۔ امام حسین کی شہادت کے بعد دو شیعہ قیام، قیام تو امین اور قیام مختار، وجود میا، ان دونوں قیاموں کے رہنا  
علوی نہیں تھے بلکہ پاک دامن شیعہ تھے (ہم اس بارے میں اس سے پہلے تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہیں) ان دونوں قیام کی  
مایت جیسا کہ ان کے نعروں سے خود معلوم ہے مکمل طور پر شیعہ تھا، تو امین کے رہبروں کے بارے میں اس بات میں کوئی اختلاف

نہیں پایا جاتا کہ وہ اصحابِ پیغمبرؐ اور شیعیانِ علیؑ میں سے تھے۔ (۱)

جناب مختار کے بارے میں بھی علمائے رجال اور بزرگوں کے نظریہ کو تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے سب ان کی حسن نیت کے قائل ہیں اور ان کے خلاف جو روایات ذکر ہوئی ہیں انہیں جعلی تصور کیا گیا ہے۔

(۱) داکٹر سید حسین جعفری، تشیع در میسر تاریخ، ترجمہ، داکٹر سید محمد تقی آیت اللہی: ص ۲۶۸-۲۷۳

تشیع کے فروغ کے حوالے سے انقلابات کے موثر ہونے کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ قیام تو امین کا زمانہ بہت کم تھا جس کی وجہ سے تشیع کو ترویج کی فرصت نہیں ملی اگرچہ کیفیت کے لحاظ سے تشیع کے مقاصد بہت زیادہ اہمیت کے حامل تھے اس قیام کی وجہ سے محبت اہل بیتہ دلوں میں راسخ ہو گئی اور شیعہ اپنے عقیدہ میں شدید اور مستحکم تر ہو گئے لیکن اس بات کی بہ نسبت قیام مختار شیعیت کی توسیع میں زیادہ موثر ثابت ہوا اور مختار نے مولیان اور غیر عرب کو بھی شیعوں کی صف میں داخل کر دیا حالانکہ اس سے پہلے ایسا نہیں تھا۔ (۱)

اس زمانے میں شرقِ اسلام میں تشیع کی بنیاد پڑی کہ جس کا عروج ہمیں عباسیوں اور سپاہِ جامگان کی تحریکوں میں نظر آتا ہے، بنی امیہ کے آخری دور میں علویوں کی جانب سے جو قیامِ علی میں آیا اس کا عباسیوں کے قیام کے ساتھ ایک طرح کا رابطہ تھا اس لئے کہ علوی خواہ بنی ہاشم ہوں یا عباسی بنی امیہ کے دور میں متحد تھے اور ان کے درمیان اختلاف نہیں تھا، یہاں تک کہ سفاح اور منصور ان دونوں خلیفہ نے محمد نفس زکیہ سے پہلے امام حسن کی اولاد کے ہاتھوں پر بیعت کی تھی لیکن عباسیوں کی کامیابی کے بعد یہی محمد اپنے خاندان کے چند افراد کے ساتھ منصور عباسی کے ہاتھوں قتل کر دیئے گئے، دوسری صدی ہجری میں علویوں کی جانب سے جو قیام وجود می آئے وہ زیادہ تر زیدی نظریات و عقائد پر استوار تھے، اگرچہ عباسیوں نے زید کے قیام سے زیادہ فائدہ اٹھایا، جیسا کہ



(۱) جعفریان رسول، شیعہ در ایران از آغاز تا قرن ہفتم ہجری شرکت چاپ و نشر سازمان تبلیغات اسلامی، طبع پنجم، ۱۳۷۶ھ ہجری

ص ۷۶

معاصر امیر علی اس بارے میں بیان کرتا ہے۔

”زید کی موت نے عباسی مبلغین کو تقویت بخشی اور وہ تبلیغیں جو اولاد عباس کی خلافت کے سلسلے میں جاری تھی اس کی تائید کی

کیونکہ اس نے احتمالی خطروں کو بھی راستے سے دور کر دیا اس ماجرا کو ابو مسلم کے حالات کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے جو بنی امیہ کی

حکومت کو اکھاڑنے کے لئے بنائی گئی تھی“۔ (۱)

(الف) قیام زید

امام سجاد کے فرزند ارجمند اور امام باقر کے بھائی زید نے اموی خلیفہ ہشام اور اس کے ظلم کے مقابلے میں قیام کیا، زید عراق

کے حاکم یوسف بن عمرو کی شکایت کرنے ہشام کے پاس دمشق گئے تھے، ہشام کے یہاں ان کی توہین کی گئی اور شام سے کوفہ واپس

آنے کے بعد بہت سے شیعہ ان کے ارد گرد اکٹھا ہو گئے اور بنی امیہ کے مقابلے میں قیام کرنے کی انہیں ترغیب کی لیکن جنگ میں

تیر کھانے کی وجہ سے ان کا قیام شکست کھا گیا اور خود شہید ہو گئے۔ (۲)

زید کی شخصیت اور قیام کے بارے میں متعدد روایتیں وارد ہوئی ہیں ان میں سے بعض روایتیں ان کی سرزنش پر دلالت کرتی ہیں،

لیکن شیعہ علماء اور صاحبان فکر و نظر کا عقیدہ

(۱) تاریخ عرب اسلام، امیر علی، ترجمہ: فخر داعی گیلانی، انتشارات گنجینہ، تہران، طبع سوم، ۱۳۶۶ھ ص ۱۶۲-۱۶۳

(۲) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، ثورات مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۱ھ ج ۳، ص ۲۲۸-۲۳۰

یہ ہے کہ زید ایک مرد وارث اور قابل ستائش فرد تھے اور ان کے مخرف ہونے کا ثبوت ہماری دسترس میں نہیں ہے شیخ مفید کا ان کے بارے میں کہنا ہے کہ بعض مذہب شیعہ ان کو امام جانتے ہیں اور اس کی علت یہ ہے کہ زید نے خروج کیا اور لوگوں کو رضائے آل محمد ﷺ کی طرف دعوت دی، لوگوں نے اس سے یہ مطلب نکالا کہ یہ اپنے بارے میں کہہ رہے ہیں حالانکہ ان کا مقصد یہ نہیں تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے بھائی محمد باقر امام برحق ہیں اور خود انہوں نے اپنے بیٹے امام صادق کی امامت کی تاکید کی ہے۔ (۱)

علامہ مجلسی بھی زید سے مربوط روایتیں نقل کرتے ہیں کہ زید کے بارے میں گونا گوں اور اختلافی روایتیں موجود ہیں لیکن وہ روایات جو ان کی عظمت و جلالت کی حکایت کرتی ہیں اور یہ کہ ان کا کوئی غلط ارادہ نہیں تھا، وہ بہت زیادہ ہیں اکثر علمائے شیعہ نے زید کی بلند عظمت اور شخصیت کے بارے میں اپنے آراء و نظریات کا اظہار کیا ہے، اس بنا پر مناسب یہ ہے کہ ان کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے اور ان کی مذمت نہ کی جائے۔ (۲)

آیت اللہ خوئی زید کے بارے میں فرماتے ہیں: روایات زید کی مدح ان کی قدر و منزلت کے بارے میں نیز یہ کہ انہوں نے امر بالمعروف و نہی از منکر کے لئے قیام کیا ہے مستفیض ہیں اور ان کی مذمت میں تمام روایات ضعیف ہیں۔ (۳)

- (۱) شیخ مفید محمد بن نعمان، ارشاد، ترجمہ محمد باقر مساعدی خراسانی، کتاب فروشی اسلامیہ ص ۵۲۰
- (۲) علامہ مجلسی، محمد باقر، بحار، الانوار، ج ۳۶، ص ۲۵۰
- (۳) خوئی، سید ابو القاسم، معجم رجال حدیث، طبع بیروت، ج ۱۸، ص ۱۰۲-۱۰۳
- کافی شواہد و ادلہ گواہی دیتے ہیں کہ زید کا قیام امام صادق کی نخبہ اجازت و مواہقت سے تھا، ان شواہد میں سے امام رضا کا مومن کے جواب میں یہ فرمانا کہ میرے والد امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے نقل کیا کہ انہوں نے جعفر بن محمد سے سنا تھا کہ زید نے

اپنے قیام سے متعلق مجھ سے مشورہ لیا تھا تو میں نے ان سے کہا: اے عمو جان! اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو کنا سہ میں بھانسی دی جائے تو آپ کا راستہ صحیح ہے۔ (۱)

جس وقت زید امام کے حضور سے باہر چلے گئے تو امام نے فرمایا: افسوس ہے اس پر جو زید کی آواز کو سنے اور اس کی مدد کو نہ جائے۔ (۲)

زید حقیقی شیعہ اور امام صادق کی امامت کے معتقد تھے جیسا کہ آپ نے فرمایا: ہر زمانہ میں ہم اہل بیت میں سے ایک شخص لوگوں پر خدا کی حجت ہے اور ہمارے زمانے میں یہ حجت میرے بھائی کے فرزند جعفر بن محمد ہیں جو شخص بھی ان کی پیروی کرے گا وہ گمراہ نہیں ہوگا اور جو بھی ان کی مخالفت کرے گا وہ ہدایت نہیں پائے گا۔ (۳)

زید خود کو امام نہیں سمجھتے تھے اور لوگوں سے بھی منع کرتے تھے اس بارے میں امام صادق فرماتے ہیں خدا میرے چچا زید پر رحمت نازل کرے وہ جب بھی

(۱) کوفہ کے محلہ میں سے ایک محلہ ہے، حموی یا قوت بن عبد اللہ، معجم البلدان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۶ھ ج ۴، ص ۱۵۳

(۲) صدوق عیون اخبار رضا، موسسہ الاعلیٰ للمطبوعات بیروت ۱۴۰۴ھ ج ۱، ص ۲۲۵، باب: ۲۵، حدیث: ۱

(۳) شیخ صدوق، اللامالی، المطبوعہ، قم، ۱۳۶۳ھ، سہ ماہی، قمری، ص ۳۲۵

کامیاب ہوتے اپنے وعدے کو وفا کرتے زید نے جن آل محمد کی طرف دعوت دی ہے وہ میں ہوں۔ (۱)

امام صادق نے زید کی شہادت کے بعد ان کے خاندان کی سرپرستی فرمائی (۲) جس خاندان کے افراد زید کے ساتھ شہید ہو گئے تھے ان کی نصرت و مدد کی اور ایک دفعہ تو ایک ہزار دینار ان کے درمیان تقسیم کیا۔ (۳)

اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ زید کا قیام تو ابین و مختار کے قیام کی طرح پوری طرح شیعی اور درست موقعیت پر استوار تھا نیز ظلم کے مقابلے میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے تھا ان کی روش فرقہ زدییہ سے بالکل جدا تھی۔

(ب) قیام یحییٰ بن زید

زید کی شہادت کے بعد ۲۱ھ میں ان کے فرزند یحییٰ نے اپنے والد کی تحریک کو آگے بڑھایا اور مدائن کے راستے سے خراسان آئے اور شمر بلخ میں ایک مدت تک نا آشنا طریقہ سے زندگی بسر کی، یہاں تک کہ نصر بن یاسر نے ان کو گرفتار کر لیا اور ایک عرصہ تک زندان میں رہے یہاں تک کہ اموی خلیفہ ہشام کے مرنے کے بعد جیل سے فرار

(۱) شیخ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی) تحقیق سید ہمدی رجائی، موسسہ آل الیت الاحیاء المتراث، قم، ہجری ۱۳۷۸

ص ۲، پیشوائی، ہمدی: سیرۃ پیشوایان، موسسہ امام صادق، قم، طبع ہشتم ۱۳۷۸ھ، شمسی، ص ۲۰۷-۲۰۹

(۲) اصفہانی ابو الفرج، مقاتل الطالبین، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۳۱۶ھ ہجری ص ۳۳۱

(۳) شیخ مفید، الامالی، المطبوعہ، قم، ۱۳۷۳ھ ہجری قمری، ص ۳۲۵

ہو گئے، خراسان کے شیعہ کافی تعداد میں ان کے اطراف میں جمع ہو گئے وہ نیشاپور آئے اور وہاں کے حاکم عمر بن زرارہ قسری کے

ساتھ جنگ کی اور اس کو شکست دی لیکن آخر کار ۲۵ھ میں جو زجان میں بنی امیہ کی افواج سے جنگ کرتے ہوئے آپ کی پیشانی پر

تیر لگا اور میدان جنگ میں قتل ہو گئے اور ان کی فوج منتشر ہو گئی۔ (۱)

قیام زید کے برخلاف ان کے بیٹے یحییٰ کا قیام کا پوری طرح زیدیہ فرقہ کے مطابق اور اس سے باہنگ تھا یہ مطلب متوکل بن

ہارون کے درمیان ہونے والی گفتگو سے ظاہر ہے کہ جو امام صادق کے اصحاب میں سے تھے وہ ایک طرح سے اپنے باپ کی

امامت کے قائل تھے اور خود کو اپنے باپ کا جانشین سمجھتے تھے امامت کے تمام شرائط کے ساتھ وہ تلوار سے جنگ کرنے کو

بھی امامت کے شرائط میں سے جانتے تھے۔ (۲)

(۱) ابن واضح، تاریخ یعقوبی، مشورات شریف رضی، قم، ۱۴۱۴ھ، ج ۲، ص ۳۲۲، ۳۲۶، ۳۲۷

(۲) متوکل بن ہارون کہتے ہیں: یحییٰ بن زید اپنے باپ کی شہادت کے بعد جب خراسان جا رہے تھے تو میں نے ان سے ملاقات

کی، میں نے سلام کیا انہوں نے پوچھا تم کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا: حج سے، پھر انہوں نے مدینہ میں اپنے عزیز و اقارب کے

بارے میں پوچھا نیز حضرت بن محمد کے بارے میں بہت سے سوالات کئے، میں نے حضرت کے بارے میں زید کی شہادت کے بعد

جو صدمہ و غم تھا اسے بتایا، یحییٰ نے کہا: میرے چچا محمد بن علی الباقر علیہ السلام نے بنی امیہ کے خلاف جنگ کرنے سے میرے

والد کو منع کیا تھا اور انجام سے باخبر کیا تھا، کیا تم نے میرے بھائی حضرت بن محمد سے بھی ملاقات کی، میں نے کہا: ہاں، پوچھا

میرے بارے میں بھی انہوں نے کچھ کہا ہے؟ میں نے کہا: انہوں نے جو کچھ کہا ہے اسے میں آپ کے سامنے بیان نہیں کر سکتا،

کننے لگے مجھے موت سے نہ ڈراؤ جو کچھ سنا ہے اسے بیان کرو، میں نے بتایا کہ حضرت نے فرمایا تھا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

یہاں سے فرقہ زیدیہ کی بنیاد پڑتی ہے ان کا راستہ اور شیعہ اثنا عشری سے بالکل جدا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ فقہی مسائل میں بھی ائمہ

مصومین کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے۔

عباسیوں کے زمانے میں شیعوں اور رعلویوں کا قیام

پوتھی صدی ہجری کے اوائل تک عباسیوں کے دوران حکومت قیام کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) منظم اور پلاننگ کے ساتھ قیام جیسے زیدیوں کا قیام

(۲) پراگندہ اور نا منظم قیام

-----

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) کہ آپ کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے گا جس طرح آپ کے والد کو شہید کر کے سولی پر لٹکا دیا گیا تھا، بیچکا رنگ متغیر ہو گیا کہا: (بجو اللہ ما یشاء و یثبت و عنہ ام الکتاب) اے متوکل! خدا نے اپنے دین کی تائید ہمارے ذریعہ کرائی ہے، علم و تلوار کا دھنی ہمیں بنایا ہے اور یہ دونوں چیزیں مجھ میں موجود ہیں لیکن ہمارے چچا زاد بھائیوں کو صرف علم دیا ہے، میں نے کہا: میں آپ پر قربان جاؤں لیکن لوگ تو آپ سے زیادہ جعفر بن محمد کی طرف راغب میں کہنے لگے: میرے چچا محمد بن علی اور جعفر بن محمد لوگوں کو زندگی کی دعوت دیتے ہیں اور ہم لوگوں کو موت کی طرف دعوت دیتے ہیں، میں نے کہا: فرزند رسول! آپ زیادہ جانتے ہیں یا وہ لوگ، تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچتے رہے پھر کہا: ہم سب علم و دانش رکھتے ہیں سوائے اس کے کہ ہم جو کچھ جانتے ہیں اسے وہ جانتے ہیں مگر وہ جو جانتے ہیں ہم اسے نہیں جانتے، پھر سوال کیا گیا: میرے بھائی کی کوئی چیز تمہارے پاس محفوظ ہے؟ میں نے کہا: ہاں میں نے حضرت کی کچھ حدیث اور صحیفہ سجادہ کی کچھ دعائیں دکھائیں۔۔۔ (صحیفہ کاملہ سجادہ، ترجمہ علی

نشئی فیض الاسلام، انتشارات فیض الاسلام، ص ۹-۱۲  
 (۱) زیدیوں کا قیام

زیدیوں نے پہلی تین صدیوں میں شیعوں کی بہت زیادہ آبادیوں کو تشکیل دیا اور خلافت و امامت کو فرزند ان فاطمہ کا حق جانتے تھے اور عباسیوں کو غاصب جانتے تھے انہوں نے بعض مناطق جیسے طبرستان، مغرب و یمن میں حکومت تشکیل دینے کے لئے پہلے ہی سے پلان بنا رکھا تھا، فرقت زیدیہ محمد نفس زکیہ اور ابراہیم کو زیدیوں کا امام شمار کرتے ہیں کیونکہ یحییٰ بن زید نے ان کو اپنا جانشین قرار دیا تھا یہیں سے زیدیوں اور اولاد زید کا امام حسن کے پوتوں کے ساتھ یا دوسری اصطلاح میں بنی حسن کے ساتھ گہرا رابطہ وجود میں آیا، ابراہیم بن عبد اللہ جو اپنے بھائی محمد نفس زکیہ کے جانشین تھے کہ جنہوں نے بصرہ میں عباسیوں کے مقابلے میں پرچم انقلاب بلند کیا اور زید کے دوسرے فرزند عیسیٰ کو اپنا جانشین قرار دیا، عیسیٰ ابراہیم کے قتل کے بعد فرار ہو گئے اور مہدی عباسی کے دور خلافت میں بطور محفی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (۱)

زیدیوں نے محمد نفس زکیہ اور ابراہیم ۸ کے قتل کے بعد کسی ایک کی رہبری پر اتفاق نہیں کیا اور اولاد فاطمہ میں سے ایسے امام کو تلاش کرتے رہے جو جنگ کے لئے شجاعت رکھتا ہو اور ان کی رہبری کو اپنے کاندھوں پر اٹھا سکے، لیکن ۱۰۳۰ء تک کسی ایک امام پر بھی اتفاق نہ کر سکے یہاں تک کہ حسن بن علی حسنی کہ جو اطروش کے لقب سے جانے جاتے تھے اس سال خراسان میں قیام کیا اور گیلان و مازندران کی طرف کوچ کیا تاکہ زیدیوں کی تحریک کو آگے بڑھا سکیں۔ (۲)

(۱) ابو الفرج اصفہانی، ص ۳۲۵

(۲) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، منشورات مؤسسہ الاعلیٰ للمطبوعات بیروت ۱۴۱۱ھ، ج ۴، ص ۳۹۳-۳۹۴، و شہرستانی،

کتاب مل و نخل، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۳۶۲ھ، ج ۱، ص ۱۳۹  
یہی وجہ ہے کہ عباسی حکام زیدیوں سے کافی خوف زدہ رہتے تھے اور کوششیں کرتے تھے کہ جس میں بھی رہبریت ہے اس کو قتل کر دیا جائے خصوصاً اولاد زید کو ختم کرنے کی کوشش کرتے تھے اور ایسے افراد کو گرفتار کرنے کے لئے جاسوس معین کرتے اور

انعامات کا اعلان کرتے تھے۔ (۱)

جیسا کہ عیسیٰ بن زید محضی طریقہ سے دنیا سے چلے گئے اور ہارون نے ان کے بیٹے احمد بن عیسیٰ کو صرف بدگمانی کی بنیاد پر گرفتار کر لیا

اور زندان میں ڈال دیا۔ (۲)

البتہ اس دوران بنی حسن کے بعض بزرگان کہ جو بعض تحریکوں کے رہنما بنا رہے تھے زیدیوں کے راستے پر نہیں چلے اور

زیدیوں کے اصول کے پابند نہیں تھے اسی وجہ سے جب جنگ میں کوئی مشکل پیش آتی اور شکست کا احتمال ہوتا تھا تو زیدی ان کو

تھا جنگ میں چھوڑ کر فرار ہو جاتے تھے اور ان کا قیام شکست کھا جاتا تھا (جیسے یحییٰ بن عبد اللہ) ان کے درمیان یحییٰ کا بھائی

ادریس تھا وہ شخص ہے جو کسی حد تک

(۱) جیسا کہ ہارون کو جب احمد بن عیسیٰ کے زندان سے فرار ہونے کا علم ہوا تو اس نے ابن کردیہ کو اس بات پر معین کیا کہ وہ کوفہ اور بصرہ کے اطراف میں جا کر تشیع کا اظہار کرے شیعوں اور زیدیوں کے درمیان رقم تقسیم کرے تاکہ وہ محضی طور سے احمد بن عیسیٰ کا پتہ لگائے ابن کردیہ نے بہت زیادہ کوشش کی اور بہت ساری رقم خرچ کرنے کے بعد اس کے خفیہ ٹھکانے کا پتہ لگایا پھر بھی وہ احمد کو گرفتار نہیں کر سکا۔

ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۴۹۶، ۴۹۲

(۲) ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۴۹۶، ۴۹۲

کامیاب ہوا، (۱) اور وہ بھی اس وجہ سے کہ وہ افریقہ میں عباسیوں کی دسترس سے دور تھا، وہاں اس نے عباسیوں کے خلاف جدوجہد کی اور حکومت تشکیل دینے میں کامیاب ہو گیا۔ (۲)

منجملہ ان رہبروں میں کہ جنہوں نے زیدیوں کے اصول اور بنی کو قبول نہیں کیا اور اہل بیت کے راستہ کو اختیار کیا، ان میں عیسیٰ بن عبداللہ محمد نفس زکیہ کے بھائی تھے کہ جو محمد کی شکست کے بعد خراسان چلے گئے اور وہاں سے سرزمین دہلیم جو آج گیلان و مازندران کے نام سے مشہور ہے قتل ہو گئے، لیکن وہاں کا حاکم جو ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا ہارون رشید کی دہلی پر اس نے چاہا کہ ان کو گرفتار کر کے ہارون کے کارندوں کے حوالہ کر دے اس وقت یحییٰ ہارون کے وزیر فضل برمکی سے امان چاہنے پر مجبور ہوئے وزیر نے ان کو امان بھی دی لیکن امان کے برخلاف انہیں بغداد میں جیل میں ڈیا گیا اور زندان ہی میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (۳)

(۱) ادیس بن عبداللہ کہ جو محمد نفس زکیہ کے بھائی تھے حسین بن علی حسنی (شہید فخر) کے قیام میں کہ جو ہادی عباسی کے زمانہ میں رونما ہوا تھا اور وہ حسین کی شکست کے بعد حابجوں کے ساتھ انجان طریقہ سے مصر چلے گئے اور وہاں سے مراش کی طرف کوچ



کیا مرقش کے لوگ ان کے اطراف جمع ہو گئے انہوں نے وہاں پر ایک حکومت بنائی لیکن ایک شخص نے ان کو خلیفہ عباسی ہارون کے حکم سے زہر دے دیا اور لوگوں نے ان کے مرنے کے بعد ان کے کمن بچے کا نام ادریس رکھ دیا ادریس دوم نے جو ان ہونے کے بعد وہاں پر حکومت بنائی اور حکومت ادریسیہ وہاں پر تقریباً ایک صدی قائم رہی مسعودی مروج الذهب ج ۳: ص

۳۲۶

(۲) ابوالفرج اصفہانی، مقاتل، الطالین، ص ۴۰۸، ۴۰۶

(۳) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل، الطالین، ص ۳۹۳

یہ امام صادق کے تربیت یافتہ شاگردوں میں سے تھے اور جب بھی امام صادق سے حدیث نقل کرتے تھے تو کہتے تھے میرے

حیب جعفر بن محمد نے اس طرح فرمایا ہے۔ (۱)

کیونکہ ان کے اہل بیت کے راستے پر چلنے اور فتنہ پر عمل کرنے کی وجہ سے زیدیوں نے ان کی مخالفت کی اور ان کے اطراف سے دور ہو گئے لہذا وہ مجبور ہوئے کہ خود کو ہارون کے وزیر فضل بن یحییٰ کے سامنے تسلیم ہو جائیں۔ (۲)

(الف) قیام محمد نفس زکیہ

دوسری صدی ہجری میں علویوں کے قیام عروج پر تھا ان قیاموں میں سے ایک اہم قیام منصور عباسی کے زمانے میں تھا اس قیام

کے رہبر محمد نفس زکیہ تھے کہ ان کی یہ تحریک عباسیوں کی کامیابی سے پہلے شروع ہو چکی تھی اور امام صادق کے سوا تمام بنی ہاشم

نے ان کی بیعت کر لی تھی، یہاں تک کہ اہل سنت کے فقہاء و علماء حضرات جیسے ابو حنیفہ، محمد بن عجلان مدینہ کے فقیہ ابو بکر بن ابی

سبرہ فقیہ، عبداللہ بن جعفر، ہشام بن عروہ، عبداللہ بن عمر، واصل بن عطا، عمرو بن عبید۔۔۔ سبھی نے ان کی بیعت کر لی تھی اور نبی

اکرم سے منقول روایات جو امام مدنی کے قیام کے بارے میں تھیں اس کو ان پر تطبیق کرتے تھے۔ (۳)

لیکن عباسیوں کے زمانے میں اس کا قیام وقت سے پہلے ہونے کی وجہ سے

(۱) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل، الطالین، ص ۳۹۳

(۲) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل، الطالین، ص ۳۹۲-۳۹۳

(۳) مقاتل، الطالین، ص ۳۴۴، ۲۵۱، ۲۵۵، ۲۵۴

شکت کھا گیا، بصرہ میں بھی ان کے بھائی ابراہیم کا قیام زیدیوں کی خیانت کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکا لیکن ان کے اور بھائی  
مشتر ہو گئے تھے، ہارون کے زمانے تک ان کی بغاوت جاری رہی ادریس بن عبد اللہ نے مراش کی طرف فرار کیا اور وہاں کے  
لوگوں نے اس کو قبول کیا لیکن ہارون کے کارندوں کے ذریعہ انہیں زہر دے دیا گیا، اس کے بعد اس کی پیروی کرنے والوں  
نے ان کے چھوٹے بیٹے کو ان کی جگہ بٹھا دیا اور اس کا ادریس ثانی نام رکھا اور مدتوں تک ثالی افریقہ میں ادریسوں کی حکومت بر  
قرار رہی، محمد کا دوسرا بھائی یحییٰ طبرستان چلا گیا محمد کے ایک اور بھائی نے شمال اور جزیرہ کی طرف سفر کیا، محمد نفس زکیہ کے اور  
دوسرے بیٹے بنام علی، عبد اللہ حسن مصر، ہند اور یمن کی طرف چلے گئے اور مدتوں عباسی حکومت ان سے پریشان تھی۔ (۱)

(ب) قیام ابن طبا طبائی حسنی

ہارون کی موت کے بعد اس کے دو بیٹے امین و مامون کے درمیان حکومت کی خاطر لڑائی کے سبب شیعوں نے فرصت کو غنیمت  
جانا اور علویوں کے قیام بھی اس زمانے میں عروج پر تھے اس دور میں ابو سرا یا جیسے لائق و سزوار فوجی کمانڈر کی وجہ سے علویوں  
کا محاذ تمام عراق (سوائے بغداد کے) حجاز، یمن اور جنوب ایران تک پھیل گیا اور یہ علاقے عباسیوں کی حکومت سے خارج  
ہو گئے۔ (۲)

(۱) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، ج ۳، ص ۳۲۶

(۲) ابن واضح تاریخ یعقوبی، ثورات شریف رضی، قم، ۱۴۱۴ھ، ج ۲، ص ۴۴۵

لشکر ابو سرایا جس فوج کے مقابلہ میں بھی جاتا اسے تحس نخس کر دیتا اور جس شہر میں بھی جاتا اس پر قبضہ جا لیتا تھا، کہتے ہیں کہ ابو السرایا کی فوج سے خلیفہ کے دو لاکھ سپاہی قتل ہوئے حالانکہ اس کے قیام کے روز سے اس کی گردن زنی تک دس ماہ سے زیادہ نہیں گزرے تھے یہاں تک کہ بصرہ جو عثمانیوں کا مرکز تھا یہاں بھی علویوں کی حمایت کی گئی اس شہر میں زید النار نے قیام کیا، مکہ اور اطراف حجاز میں محمد بن جعفر (جس کا لقب دیباج تھا) نے قیام کیا کہ جس کو امیر المومنین کہا جاتا تھا، یمن میں ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر نے قیام کیا، مدینہ میں محمد بن سلیمان بن داؤد بن حسن نے قیام کیا، واسط کہ جہاں اکثر لوگ عثمانیوں کی طرف مائل تھے وہاں جعفر بن زید بن علی اور حسین بن ابراہیم بن حسن بن علی نے قیام کیا، اور مدائن میں محمد بن اسماعیل بن محمد نے قیام کیا، خلاصہ یہ کہ کوئی ایسی سرزمین نہیں تھی جہاں علویوں نے خود سے یا لوگوں کے ابھارنے کی وجہ سے عباسیوں کے خلاف قیام نہ کیا ہو اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اہل شام اور یمن النہرین جو اموی اور آل مروان سے دوستی میں شہرت رکھتے تھے ابو السرایا کے ساتھی محمد بن محمد علوی کے گرویدہ ہو گئے اور اس کو خط لکھا کہ ہم آپ کے اپچی کے استخار میں بیٹھے ہیں تاکہ آپ کے فرمان کو نافذ کریں۔ (۱)

(ج) قیام حسن بن زید حسنی (طبرستان کے علوی)

۵۰ھ متعین عباسی کے دور خلافت میں حسن بن زید جو پہلے رے میں ساکن تھے انہوں

(۱) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، ثورات شریف رضی، قم، ص ۴۳۵-۴۳۶

نے طبرستان میں خروج کیا اور لوگوں کو آل محمد کی رضا کی طرف دعوت دی طبرستان اور جرجان کے علاقے میں چھوٹی چھوٹی

جھڑپیں کر کے اپنے قبضہ میں کر لیا (۱) اور طبرستان میں علوی حکومت کی بنیاد قائم کر دی جو ۳۵ھ تک جاری رہی۔ (۲)

حسن بن زید نے بیس سالہ حکومت میں چند مرتبہ ری، زنجان، قزوین پر غلبہ حاصل کیا اور اسی سال کہ جس میں قیام کیا تھا علویوں میں

سے محمد بن جعفر کو ری کی طرف روانہ کیا جو طاہر یوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔ (۳)

۱۵۱ھ میں حسین بن احمد علوی نے قزوین میں قیام کیا اور طاہریوں کے کارندوں کو وہاں سے نکال باہر کر دیا۔ (۴)

جیسا کہ حسین بن زید کے بھائی نے لارجان، قصران اور موجودہ شمال تہران پر غلبہ حاصل کیا اور وہاں کے لوگوں سے اپنے بھائی کے لئے بیعت لی۔ (۵)

- (۱) طبری، محمد بن جریر تاریخ طبری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، دو سری طبع، ۱۴۰۸ھ، ج ۵، ص ۳۶۶
  - (۲) سیوطی جلال الدین تاریخ الخلفاء، ثورات الرضی، طبع اول، ۱۴۱۱ و ۱۳۷۵ھ، ص ۵۲۵
  - (۳) طبری، محمد بن جریر تاریخ طبری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، دو سری طبع، ۱۴۰۸ھ، ج ۵، ص ۳۶۵
  - (۴) طبری، محمد بن جریر تاریخ طبری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، دو سری طبع، ۱۴۰۸ھ، ج ۵، ص ۳۶۵
  - (۵) طبری، محمد بن جریر تاریخ طبری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، دو سری طبع، ۱۴۰۸ھ، ج ۵، ص ۳۶۵
- طبری ۱۵۰ھ کے حالات کے بارے میں کہتا ہے: طبرستان کی حکومت کے علاوہ حکومت ری کا علاقہ ہمدان تک حسن بن زید کے ہاتھ میں تھا، (۱) شمال ایران کے مناطق کے علاوہ جن مناطق میں حسن بن زید نے قیام کیا، اس میں عراق (۲) شام (۳) مصر (۴) بھی شامل ہیں نیز علویوں میں جرأت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ لوگوں کو اپنے پاس جمع کر کے قیام کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے

یہاں تک کہ ۱۵۱ھ میں حسن بن زید کا انتقال ہو گیا اور ان کے بھائی محمد بن زید کو ان کا جانشین قرار دیا گیا اور انہوں نے ۱۵۱ھ تک حکمرانی کی، آخر کار محمد بن ہارون سے جنگ کے درمیان ایک سامانی کمانڈر کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ (۵)

۸۷ھ میں محمد بن زید کی شہادت کے بعد ناصر کبیر (جس کا لقب اطروش تھا) نے منطقہ گیلان و دہلیم کے علاقہ میں لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور ۱۴ سال وہاں حکومت کی۔ (۶)

۱۳ھ میں طبرستان آیا اور وہاں کی حکومت کو اپنے قبضہ میں کیا۔ (۷)

(۱) طبری، محمد بن جریر تاریخ طبری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، دو سری طبع، ۱۴۰۸ھ ج ۵، ص ۳۶۵

(۲) طبری، محمد بن جریر تاریخ طبری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، دو سری طبع، ۱۴۰۸ھ ج ۵: ص ۳۹۵-۳۶-۳۳۰

(۳) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، ص ۳۲۷

(۴) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، ص ۳۲۶

(۵) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات شریف الرضی، طبع دوم، ۱۴۱۶ھ، ص ۱۳۷، ص ۵۴۲

(۶) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، ص ۲۸۳

(۷) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، ص ۳۲۷

(د) قیام یحییٰ بن حسین (یمن کے زیدی)

۸۸ھ میں یحییٰ بن حسین علوی جو ”الحادی الیٰ الحق“ کے لقب سے مشہور تھا، اس نے حجاز میں قیام کیا، زیدی اس کے اطراف جمع ہو گئے اور وہ اسی سال یمنی قبائل کی مدد سے صنعاء میں داخل ہوا اور اس نے زیدیوں کے امام کے نام سے اس جگہ خطبہ پڑھا، اگرچہ یمنی قبائل سے اس کی پھڑپھڑ ہوتی رہی، مگر پھر بھی وہاں کی زمام حکومت کو اپنے ہاتھ میں لینے میں کامیاب ہو گیا اور اپنی حکومت قائم کی آخر کار ۹۸ھ میں زہر کی وجہ سے اس دنیا سے چلا گیا، اس کا شمار زیدیوں کی بزرگ ترین شخصیتوں میں ہوتا ہے، علم و دانش کے لحاظ سے بھی اسے ایک خاص مقام حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ زیدیہ فرقہ یمن میں اس کے نام سے معروف

ہوا اور اسے ”ہادیہ“ کہا جانے لگا، (۱) اس کے فرزند زیدیوں کے امام اور حکمراں تھے۔ (۲) یمن میں زیدیوں کی امامت و حکومت انقلاب جمہوریہ عرب کے قیام یعنی ۳۸۲ھ تک قائم تھی حکومت پر ہادی الی الحق کے بیٹے او رپوتوں کی حکمرانی تھی۔

(۲) پر اگندہ قیام

اس قسم کے قیام بغیر کسی پروگرام اور پلاننگ کے ایک فرد کے عزم و ارادے سے وجود میں

(۱) رجوع کیا جائے، علی ربانی گھلایگانہ، فرق و مذاہب کلامی، مرکز جہانی علوم اسلامی ج، ۱۳۴۰، ص ۱۳۴

(۲) سیوطی جلال الدین، تاریخ الخلفاء، منشورات شریف الرضی، قم، طبع اول، ۱۳۲۵ھ، ص ۵۲۵

آئے ہیں اور اکثر خلفاء و حکام کی طرف سے شیعوں اور علویوں پر ہونے والے ظلم و جور کے مقابلے میں رد عمل کے طور پر متحقق ہوئے ہیں، ان قیاموں میں سے اہم ترین قیام حسب ذیل ہیں:

(الف) قیام شہید

آپ حسین بن علی حسنی (شہید) کے نام سے مشہور تھے جنہوں نے ہادی عباسی کے دور حکومت میں قیام کیا ان کا خروج، خلیفہ

وقت کی طرف سے علویوں اور شیعوں پر بے حد ظلم و ستم کے مقابلے میں تھا یعقوبی کا بیان ہے: خلیفہ عباسی موسیٰ ہادی نے

طالبیوں کو تلاش کیا، ان کو شدت سے ڈرایا اور ان کے حقوق کو قطع کر دیا اور مختلف علاقہ میسہ لکھ بھجھا کہ طالبیوں پر سختی کی جائے

(۱)۔

ہادی عباسی نے مدینہ میں عمر کے پوتے کو حاکم بنایا تھا جو کہ طالبیوں پر بے حد سختی کرتا تھا، اور ہر روز ان کی تلاشی لیتا تھا اس ظلم

کے مقابلے میں حسین بن علی حسنی نے قیام کیا اور حکم دیا کہ مدینہ کی اذان میں ”حی علی خیر العمل“، کہا جائے اور کتاب خدا اور

سنت پینمبر ﷺ کی بنیاد پر لوگوں سے بیعت لی اور لوگوں کو ”الرضا من آل محمد“ یعنی اولاد رسول سے ایک معین شخص کی رہبری کی طرف دعوت دی، ان کی روش امام کاظم کی

(۱) ابن واضح تاریخ یعقوبی، نشورات شریف الرضی، قم، طبع ۱۴۱۷ھ، ج ۲، ص ۲۰۲  
 مرضی کے مطابق تھی، ان سے امام نے فرمایا تھا : تم قتل کردئے جاؤ گے۔ (۱)  
 اس وجہ سے زیدی ان سے دور ہو گئے اور وہ پانچ سو سے کم افراد کے ساتھ عباسی سپاہیوں کے مقابلے میں کہ جن کا سردار سلیمان بن ابی جعفر تھا کھڑے ہو گئے آخر کار مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کہ جس کا نام فح ہے وہاں اپنے دوست اور ساتھیوں کے ہمراہ شہید ہو گئے۔ (۲)

امام رضا نے فرمایا: کربلا کے بعد فح سے زیادہ عظیم اور بڑی مصیبت کوئی نہیں تھی، (۳) بطور کلی علوی رہنماؤں کے قیام میں محمد بن عبداللہ نفس زکیہ کے علاوہ عمویت کے ساتھ مقبولیت کے حامل نہیں تھے، شیعیان اور اصحاب ائمہ اطہار میں سے چند تن کے علاوہ ان تحریکوں ۸ میں زیادہ شریک نہیں تھے ۔

(ب) قیام محمد بن قاسم  
 محمد بن قاسم کا خروج ۱۹ھ میں واقع ہوا وہ امام سجاد کے پوتوں میں سے تھے اور کوفہ میں ساکن تھے یہ علوی سادات میں عابد و زاہد و پر ہیز گار شمار ہوتے تھے ، مقصم کی

(۱) ابو الفرج اصفہانی ، مقاتل الطالین ، نشورات شریف الرضی ، طبع دوم ، ۱۴۱۶ھ ، ۳۷۷ھ ، ص ۳۷۲

۳ (کیا گیلانی، سید احمد بن محمد بن عبد الرحمن، سراج الانساب، منثورات مکتبہ آیت اللہ العظمیٰ المرعشی النجفی، قم، ۱۴۰۹ھ، ص ۶۶) جانب سے فشار بڑھا تو مجبور ہوئے کہ کوفہ چھوڑ کر خراسان کی طرف چلے جائیں۔ فشار قیام کا باعث بنا جیسا کہ مسعودی کا بیان ہے اس سال یعنی ۱۹ھ میں معتمد نے محمد بن قاسم کو ڈرایا وہ بہت زیادہ زاہد اور پرہیزگار تھے جن وقت معتمد کی جانب سے جان کا خطرہ ہوا تو آپ نے خراسان کی طرف کوچ کیا اور خراسان کے مختلف شہروں جیسے مرو، سرخ طالقان اور نسا میں گھومتے رہے۔ (۱)

ابوالفرج کے نقل کے مطابق ۴۰ ہزار کے قریب افراد ان کے اطراف میں جمع ہو گئے تھے ایسے حالات میں بھی ان کا قیام کسی نتیجہ کو نہیں پہنچا اور یہ جمعیت ان کے اطراف سے منتشر ہو گئی آخر میں طاہریوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے اور اس کے بعد سامرہ کی جانب روانہ ہوئے اور وہیں پران کو زندان میں ڈال دیا گیا۔ (۲) البتہ شیعوں اور اپنے چاہنے والوں کی وجہ سے آزاد ہو گئے لیکن اس کے بعد کوئی خبر ان کے بارے میں نہیں ملتی اور گننام طریقہ سے دنیا سے چلے گئے۔ (۳)

(۱) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، مؤسسة الاعلیٰ للطبوعات بیروت، طبع اول ۱۴۱۱ھ، ج ۴: ص ۶۰

(۲) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منثورات الشریف الرضی، قم طبع دوم، ۱۴۱۶ھ، ص ۴۶۴ - ۶۴۷



(۳) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، مؤسسة الاعلی للمطبوعات بیروت، طبع اول ۱۴۱۱ھ، ج ۴، ص ۱۶۰

(ج) قیام یحییٰ بن عمر طالبی

یحییٰ بن عمر جعفر طیار کے پوتوں میں سے تھے آپ نے کوفہ کے لوگوں میں اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے بلند مقام حاصل کر لیا تھا، متوکل عباسی اور ترکی فوجیوں کی طرف سے جو ذلت آمیز مظالم آپ پر ہوئے اس کی وجہ سے مجبور ہوئے کہ کوفہ میں ان کے خلاف قیام کریں، جب تک امور کی زمام آپ کے ہاتھ میں تھی آپ نے عدل و انصاف سے کام لیا یہی وجہ ہے کہ کوفہ کے لوگوں میں آپ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو گئی لیکن آپ کا قیام محمد بن عبداللہ بن طاہر کے ہاتھوں شکست کھا گیا اور لوگوں نے آپ کی مجلس عزا میں بہت زیادہ رنج و غم کا مظاہرہ کیا۔ (۱)

جیسا کہ مسعودی کا کہنا ہے: دور اور نزدیک کے لوگوں نے ان کے لئے مرثیہ کہا چھوٹے بڑوں نے ان پر گریہ کیا۔ (۲)

ابوالفرج اصفہانی کے مطابق وہ علوی جو دوران عباسی شہید ہوئے تھے ان میں کسی ایک کے لئے بھی اتنے مرثیہ نہیں کہے گئے۔ (۳)

## تفصیلات

(۱) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، نشرات مؤسسة الاعلی للمطبوعات، بیروت، طبع اول ۱۴۱۱ھ، ج ۴، ص ۱۶۰

(۲) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، نشرات مؤسسة الاعلی للمطبوعات، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۱ھ، ج ۴، ص ۱۶۰

(۳) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، نشرات الشریف الرضی، قم، طبع دوم، ۱۴۱۶ھ، ص ۵۱۱

قیام و انقلاب کے شکست کے اسباب

ان قیام کی شکست کے اسباب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

ایک تو قیادت اور رہبری کا ست ہونا اور دوسرے فوج کا ہم آہنگ نہ ہونا غالباً اس طرح کے انقلاب کے اکثر رہنما اور قائد

صحیح طریقہ سے پلاننگ نہیں کرتے تھے اور ان کے قیام صحیح طرح سے اسلامی اصول و طریقہ پر استوار نہیں تھے اسی وجہ سے ان میں سے بہت سے انقلاب اٹسے تھے کہ جسے امام معصوم کی طرف سے حمایت اور تائید حاصل نہیں تھی، دوسرے بعض قیام کی ناکامی، اگرچہ ان کے رہنما قابل اطمینان اور مؤثق افراد تھے، سبب یہ تھا کہ ان کی پلاننگ ایسی تھی کہ جن کی شکست پہلے سے قابل ملاحظہ تھی ایسی صورت میں اگر امام واضح طور پر ان کی تائید کر دیتے تو قیام کی شکست کے بعد تشیع کی بنیاد اور امامت خطرہ میں پڑ جاتی۔

دوسری طرف یہ قیام آپس میں ہم آہنگ نہیں تھے اگرچہ ان کے درمیان حقیقی اور مخلص شیعہ موجود تھے جو آخری دم تک اپنے مقصد کے حصول کی کوشش کرتے رہے ان میں سے اکثر لوگوں کا ہدف ایامی نہیں تھا یا تو ان کا علوی رہبروں کے ساتھ توافقی نہ ہو سکا یا زیادہ تر لوگوں نے میدان جنگ میں اپنے کمانڈروں کا ساتھ چھوڑ دیا، علامہ جعفر مرتضیٰ اس بارے میں لکھتے ہیں: ان کی شکست کی علت اس کے علاوہ کچھ نہیں تھی کہ زیدیوں کے قیام سب سے پہلے سیاسی محرکات رکھتے تھے ان کی خصوصیت صرف یہ تھی کہ خاندان پیغمبر میں سے جس نے بھی حکومت کے مقابلے میں تلوار کھینچی اس کو دعوت دیتے تھے ان کے اندر ایامی فکر اور اعتمادی وجدان نہیں تھا بغیر سوچے سمجھے اٹھ جاتے تھے اپنے مردہ احساسات اور خشک و فرسودہ ثقافت پر اس قدر بھروسہ کرتے تھے کہ احساسات اور وجدان میں ہم آہنگی باقی نہیں رہ گئی تھی کہ ایک مضبوط و محکم سرچشمہ سے اپنی رسالت و پیغام کو اخذ کر سکیں انہیں وجہ کی بنا پر ان کی کشتی شکست کے گرداب میں پھنس جاتی تھی اور جانیں مفت میں تلف ہو جاتی تھیں، بلکہ خود اندرونی طور پر انقلاب سے روکنے کا جذبہ ان میں ابھرتا تھا، ایسی طاقتوں پر اتنا ہی اعتماد تھا جتنا پیاسے کو سراب پر ہوتا ہے، یہ وہ نکتہ ہے جو واضح کرتا ہے کہ لوگ حادثات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے تھے اور جب پانی سر سے گزر جاتا تھا اور پھل تیار ہو جاتے تھے تو وہ عیش و آرام کی زندگی گزارتے تھے۔ (۱)



ترجمہ کی تحریک  
Translation Movement

---

(۱) زندگی یاسی امام جواد علیہ السلام، ترجمہ سید محمد حسینی، دفتر انشارات اسلامی، قم، طبع ہشتم، ۱۳۷۵ھ، ص ۱۹

پانچویں

فصل

جغرافیائی

اعتبار

سے

شیخ

کی

وسعت



ترجمتہ حرکیت  
Translation Movement

جغرافیائی اعتبار سے شیخ کی وسعت

یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ سب سے پہلے شیخ کا مرکز مدینہ تھا اور اصحاب پیغمبرؐ کے درمیان سب سے پہلے شیخ اسی شہر میں رہتے تھے تینوں خلفاء کے زمانے میں شیخ اصحاب مختلف مناطق و شہروں میں پھیل گئے اور ان میں سے بعض سیاسی اور فوجی عہدوں پر فائز تھے، علامہ محمد جواد مغنیہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

شیخ اصحاب کا شیخ کے پھیلانے میں ایک اساسی کردار رہا ہے جہاں بھی گئے لوگوں کو قرآن و حدیث اور صبر و تحمل کی طرف دعوت دی اور پیغمبرؐ کے اصحاب ہونے کی بنا پر لوگوں کے درمیان ان کا بے حد احترام تھا اور ان کی تقاریر بہت زیادہ اثر انداز

ہوتی تھیں۔ (۱)

حتیٰ ایسی جگہیں جیسے جبل عامل جو شام کا ایک حصہ تھا اور وہاں پر معاویہ کا نفوذ زیادہ تھا پیغمبرؐ کے بزرگ صحابی ابوذرؓ کے جانے کی

برکت سے وہ شیعوں کا اصلی مرکز ہو گیا۔ (۲)

عثمان کی خلافت کے آخری زمانے میں بہت زیادہ شیخ اسلامی سر زمینوں میں

-----

(۱) الشیخہ فی المیزان ، ثورات شریف رضی ، قم، ۱۳۱۳ ہجری، ص ۲۶، ۲۸

(۲) امین سید محسن، اعیان الشیخہ دار التعارف للمطبوعات بیروت، ج ۱، ص ۲۵

رہتے تھے اس طرح سے کہ مسلسل حضرت علیؑ کا نام خلافت کے لئے لیا جانے لگا، اسی وجہ سے مدینہ میں جب مخالفین نے اجتماع کیا تو عثمان نے علیؑ سے تاکید کی کہ وہ کچھ مدت کے لئے مدینہ سے نکل جائیں اور اپنی کھیتی جو بیعت میں ہے وہاں چلے جائیں تاکہ شاید شورش کرنے والوں کی تحریک میں کمی آجائے۔ (۱)

خصوصاً عراق میں عثمان کے زمانے میں شیعہ کا فی تعداد میں تھے مثلاً بصرہ کے شیعہ باوجود اس کے کہ یہ شہر سپاہِ جمل کے تصرف نیز ان کے تبلیغ کی وجہ سے ان کے زیر اثر آگیا تھا لیکن جس وقت انہیں یہ خبر ملی کہ امیر المومنین ماجر اور انصار کے ہمراہ ان کی جانب آرہے ہیں تو صرف قبیلہ ربیع سے تین ہزار افراد مقام ذی قار میں حضرت سے ملحق ہو گئے، (۲) علیؑ کے ساتھ ان کی ہمراہی عقیدت کی بنا پر تھی اور علیؑ کو پیغمبرؐ کی جانب سے منصوب خلیفہ کے عنوان سے مانتے تھے۔

بلا ذری نے انہیں شیعیان علی اور قبیلہ ربیع سے تعبیر کیا ہے۔ (۳)

اور جب علیؑ خود بر سر حکومت آگئے اور عراق تشریف لے گئے تو شیخ کی وسعت میں عجیب و غریب اضافہ ہوا، اسی طرح حضرت کے حکام اور والیوں کی اکثریت شیعہ ہونے کی وجہ سے ان مناطق میں شیعیت کو بہت زیادہ فروغ ملا، جیسا کہ سید محمد امین کا بیان ہے جہاں بھی والیان علیؑ جاتے تھے وہاں کے لوگ شیعہ ہو جاتے تھے۔ (۴)

(۱) نبج البلاغہ ، فیض اسلام ، ، نخبہ ۲۳۵

(۲) بلاذری ، انساب الاشراف ، ثورات الاعلیٰ ، للمطبوعات ، بیروت ۱۳۹۲ھ ج ۲ ص ۲۳۷

(۳) بلاذری ، انساب الاشراف ، ثورات الاعلیٰ ، للمطبوعات ، بیروت ۱۳۹۲ھ ج ۲ ص ۲۳۷

(۴) اعیان الشیعہ ، دار التعارف ، للمطبوعات ، بیروت ، ج ۱ ص ۲۵

البتہ اس دور میں شام کے ساتھ ساتھ دوسرے علاقہ میں بھی عثمان کی طرف میلان بڑھ گیا تھا، شام تو پورے طور پر بنی امیہ کے زیر اثر تھا مثلاً بصرہ اور ثامی عراق کے علاقہ میں عثمان کے قریبی افراد کے مستقر ہونے کی بنا پر اس علاقے کے لوگ عثمان کی طرف مائل ہو گئے تھے، (۱) اور مثال عراق میں یہ میلان دوسری صدی ہجری کے آخر تک باقی تھا۔ مکہ میں بھی زانجاہلیت سے ہاشمیوں اور علویوں کے خلاف ایک فضا قائم تھی اسی طرح طائف میں بھی دور جاہلیت کی طرح اسلام کے بعد بھی قریش کو بنی ہاشم سے رقابت تھی اور وہ بنی ہاشم کی سربراہی کو قبول نہیں کرتے تھے اور یہ قریش کے رسول خدا کے ساتھ مخالفت کے اسباب میں سے ہے طائف والوں نے بھی قریش کی ہم آہنگی سے پیغمبر ﷺ کی دعوت قبول نہیں کی تھی اگرچہ اسلام کے طاقتور ہونے کے بعد تاخیر سے ہی وہ لوگ بھی تسلیم ہو گئے۔ حجاج کے زمانے میں شیعیت عراق و حجاز کی سرحدوں سے عبور کر کے تمام علاقے میں پھیل گئی، اسی دور میں شیعہ حجاج کی طرف سے سختی اور فشار کی بنا پر عراق سے نکل کر منتشر ہو گئے اور دوسری اسلامی سر زمینوں میں ساکن ہو گئے، خاص کر اسلامی شرق جیسے ایران کہ جہاں پہلی صدی کے ختم ہونے کے ساتھ ساتھ شیعہ مرکز قائم ہو گیا، خراسان میں عباسیوں نے ان سے خاندان پیغمبر سے نسبت کی وجہ سے استفادہ کیا اور ”الرضا من آل محمد“ کے نعرہ کے ساتھ اپنے ارد گرد جمع کر لیا اور امویوں کے خلاف جنگ میں

(۱) ابن واضح تاریخ یعقوبی ، منشورات الرضی ، قم ۱۴۱۳ھ ج ۲ ص ۱۷۸

ان سے اٹھایا فائدہ -

عباسیوں کے دور میں تشیع کی وسعت میں معتدبہ اضافہ ہوا شیعہ مشرق میں ایران، ہندوستان، قفقاز وغیرہ کی طرف ہجرت کر گئے اور دولت اموی کے خاتمہ پر غرب یعنی یورپ کی سمت (مراکش) میں بھی شیعوں کا نفوذ ہو گیا، خصوصاً افریقہ میں دوسری صدی

میں ادیبوں کی شیعہ حکومت قائم ہوگئی اگرچہ یہ حکومت زیدیوں کی تھی لیکن شیعیت کے پھیلنے کا پیش خیمہ تھی البتہ اس کا ارتباط مصر میں اگلیوں کی حکومت کی وجہ سے کہ جو اس کے مقابلہ میں قائم ہوئی تھی مرکز یعنی مدینہ میں بہت کم اثر تھا۔ (۱)

اس طرح دوسری صدی ہجری میں مذہب تشیع، جہاں اسلام کے شرق و غرب میں پھیل گیا اس کے علاوہ خوزستان، جبل مرکزی ایران نیز مشرق وسطیٰ کے دور دراز علاقے، افغانستان، آذربائیجان، مراکش ہندوستان اور طبرستان تک پھیل گیا۔ (۲)

شیعہ اجتماعی مراکز

جیسا کہ اشارہ ہو چکا ہے پہلی تین صدی ہجری میں شیعہ اسلامی سر زمین کے کافی علاقوں میں زندگی بسر کرتے تھے اور تمام جگہ منتشر ہو گئے تھے لیکن شیعوں کی بحاری

(۱) امیر علی، تاریخ عرب اسلام، انتشارات گنجینہ، طبع سوم، ۱۳۶۶ھ ص ۲۴۱-۲۴۵، ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات الشریف الرضی، ق، ۱۴۱۶ھ ص ۴۰۸

(۲) ائمہ اطہار کے اصحاب کے درمیان حلب، مصر، مدائن، قزوین، ری، کاشان، ارمستان، ساباط، اصفہان، ہمدان، سمرقند، کابل وغیرہ کے رہنے والے بھی موجود تھے، رجال نجاشی، دفتر نشر اسلامی ص ۸-۹۔

۶۶-۱۳۰-۱۶۱-۲۰۸-۲۳۳-۲۳۶-۲۹۰-۳۲۲-۳۶۶، اور ابن شہر آشوب، معالم العلماء، منشورات مطبعة الحیدریہ، نجف، ۱۳۸۰ھ ص ۳۱

اکثریت اور عظیم اجتماع چند ہی مناطق میں تھا پہلی صدی ہجری میں شیعہ اجتماعی مراکز یہ تھے: مدینہ، یمن، کوفہ، بصرہ، مدائن، جبل عامل، دوسری صدی میں ان مراکز کے علاوہ قم، خراسان، طبرستان، بغداد، جبل عامل، افریقہ وغیرہ میں بھی شیعہ مراکز قائم ہو گئے تھے، اب ہم یہاں ان جگہوں کی وضاحت کریں گے۔



(الف) پہلی صدی ہجری میں شیعہ نشین علاقے

پہلی صدی ہجری میں شیعہ نشین علاقے زیادہ تر حجاز و یمن و عراق کی حد تک محدود تھے، ان علاقے میں رہنے والے افراد عرب تھے اور پہلے دور کے مسلمانوں میں ان کا شمار ہوتا تھا، حجاز و یمن میں تشیع کی بنیاد رسول خدا کے دور میں پڑ چکی تھی، پیغمبر ﷺ کی وفات کے بعد عراق کا اضافہ ہوا جو یمنی قبائل کا محل زندگی قرار پایا اور حضرت علی علیہ السلام کے دور حکومت میں وہاں کے تشیع

کی وسعت میں مزید اضافہ ہوا۔ (۱)

مدینہ: ہجرت سے پہلے مدینہ کا نام یثرب تھا یہاں یمن کے دو قبیلے آباد تھے جنہیں اوس و خزرج کہا جاتا تھا جنہیں بعد میں انصار کہا گیا اور تین یہودی قبیلے بنام بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ یہاں آباد تھے، جب رسالت مآب نے ہجرت فرمائی تو اس شہر کا نام مدینہ النبی یعنی رسول اکرم کا شہر پڑ گیا، کثرت استعمال اور تکرار کی وجہ سے نبی حذف ہو گیا، اور صرف مدینہ مشہور ہو گیا تینوں خلفاء کا مرکز

(۱) شہیدی، داکٹر سید جعفر تاریخ تحلیل اسلام تا پایان اموی، مرکز نشر دانشگاه، تہران ج ۲، ص ۱۳۷-۱۳۸

حکومت مدینہ رہا، اہل بیت کے سر سخت دشمن قریش یہیں رہتے تھے اس کے باوجود مدینہ کی بیشتر آبادی انصار سے مربوط تھی جو اہل بیت کے محب تھے اور سیاسی کشمکش کے وقت اہل بیت کا ساتھ دیتے تھے رسول اکرم کے بہت سے جلیل القدر صحابی یہاں رہتے تھے اور لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ کرتے تھے، چنانچہ آپ کے عظیم صحابی جناب جابر بن عبد اللہ انصاریؓ اپنے عصا کا سہارا لے کر مدینہ کی گلیوں میں گھومتے اور اعلان کرتے:

(علیٰ خیر البشر من انکرھا فقد کفر)

یعنی حضرت علیؓ بہترین مخلوق میں جس نے انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔

اے انصار! تم اپنے بچوں کو علی کی محبت کا عادی بناؤ اور جو بھی علی کی محبت قبول نہ کرے اس کے نطفہ کے بارے میں اس کی

ماں سے پوچھو! (۱)

یہی جابر مسجد النبی کے دروازے پر بیٹھ جاتے تھے اور آواز دیتے تھے:

اے باقر العلوم! آپ کہاں ہیں؟ بہت سے لوگ کہتے تھے جابر ہذیان بک رہے ہیں، جابر کہتے تھے میں ہذیان نہیں بک رہا ہوں

بلکہ میں نے رسول سے سنا ہے آپ فرماتے تھے: میرے بعد میری نسل سے ایک بچے کی زیارت کرو گے جس کا نام میرا نام

ہوگا وہ مجھ سے مشابہ ہوگا وہ لوگوں کے سامنے علم کے دروازے کھولے گا۔ (۲)

جناب جابر نے جب امام ہجرت کی تو اپنا معمول بنالیا تھا کہ ہر روز دو بار آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہوں۔ (۳)

(۱) شیخ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی) تحقیق سید ممدی رجائی، ج ۱ ص ۲۳۷

(۲) شیخ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی) تحقیق سید ممدی رجائی، ج ۱ ص ۲۱۸

(۳) شیخ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی) تحقیق سید ممدی رجائی، ج ۱ ص ۲۲۲

حضرت ابوذر غفاریؓ مسجد نبی کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہتے تھے: جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا وہ پہچان

لے میں ابوذر غفاریؓ جند بن جنادہ ہوں، محمد ﷺ علم آدم اور تمام انبیاء کے فضائل کے وارث ہیں اور علیؓ ابن ابی طالب۔

محمدؐ کے وصی اور ان کے وارث ہیں۔ (۱)

اکثر بنی ہاشم اسی شہر میں زندگی بسر کرتے تھے اور اپنے جد کے حرم کا احترام کرتے تھے، اس کے علاوہ ائمہ معصومینؑ بھی اس

شہر میں ساکن تھے لہذا یہاں کے لوگ ان کی تعلیمات سے بہر مند ہوتے تھے، خاص طور پر امام باقرؑ اور امام صادقؑ کے زمانے میں

ان کے حلقہ درس نے لوگوں کو مسجد نبیؐ کی جانب کھینچ لیا تھا۔

ابو حمزہ ثمالی کا بیان ہے: میں مسجد نبیؐ میں بیٹھا ہوا تھا میرے نزدیک ایک شخص آیا اور سلام کیا اور امام محمد باقرؑ کے متعلق پوچھا میں نے دریافت کیا کہ کیا کام ہے؟ اس نے جواب دیا: میں نے چالیس مسئلہ آمادہ کئے ہیں تاکہ امام محمد باقرؑ سے سوال کروں اس کی بات ابھی تمام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ امام محمد باقرؑ مسجد میں داخل ہوئے، کچھ اہل خراسان نے ان کو گھیر رکھا تھا اور مناسک حج کے بارے میں حضرت سے سوالات کر رہے تھے۔ (۲)

ان دو بزرگوں کے بعض شاگرد جیسے ابان بن تغلب بھی مسجد نبیؐ میں درس دیتے تھے، ابان جن وقت مسجد میں داخل ہوتے تھے پیغمبر ﷺ کی جگہ بیٹھتے تھے اور لوگ ان کے

(۱) تاریخ یعقوبی، منورات الشریف الرضی، ۴۱۲ھ، ج ۲، ص ۱۶۱

(۲) بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۳۵۷

اردگرد جمع ہو جاتے تھے، ابان ان کے لئے پیغمبر کی حدیث بیان کرتے تھے، امام صادقؑ ان سے فرماتے تھے: آپ مسجد نبیؐ میں

بیٹھ کر قومی دیا کیجئے میں چاہتا ہوں کہ میرے شیعوں کے درمیان آپ جیسے افراد ظاہر ہوں۔ (۱)

یمن: عراق کی فتح اور کوفہ کی بناء سے پہلے شیعہ یمن میں زندگی بسر کرتے تھے یمن مدینہ کے بعد دوسرا علاقہ تھا جہاں پیغمبر ﷺ

کی وفات کے بعد شیعان علیؑ موجود تھے اس لئے کہ وہاں کے لوگ سب سے پہلی مرتبہ حضرت علیؑ کے ذریعے مسلمان ہوئے

تھے، ابن شراشوب لکھتا ہے: رسول اکرمؐ نے خالد بن ولید کو یمن کی جانب روانہ کیا تاکہ ان کو اسلام کی دعوت دے، براء بن

عازب بھی خالد کی فوج میں موجود تھا خالد وہاں چھ مہینے رہا لیکن کسی کو مسلمان نہ کر سکا، رسول خداؐ اس بات سے بہت ناراض ہوئے

اور خالد کو برطرف کر کے اس کی جگہ امیر المؤمنین علیؑ کو بھیجا، حضرت جس وقت وہاں پہنچے نماز صبح بجلائے اور یمن کے لوگوں

کو پیغمبر کا خط پڑھ کر سنایا، قبیلہ حمدان کے تمام لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئے اور حمدان کے بعد یمن کے تمام قبائل نے اسلام قبول کر لیا، رسول خدا اس خبر کو سننے کے بعد سجدہ شکر بجا لائے۔ (۲)

یمن میں جس جگہ سب سے پہلے حضرت علی نے سکونت اختیار کی وہ ایک خاتون بنام ام سعد برزخہ کا گھر تھا، حضرت علی نے وہاں قرآن کی تعلیم دینا شروع کی، بعد میں یہ گھر مسجد ہو گیا اور اس کا نام مسجد علی رکھ دیا گیا، خاص طور پر پیغمبر ﷺ کی آخری عمر میں

(۱) نجاشی، احمد بن علی، فرست اسماء مصنفی الشیخ، رجال نجاشی، دفتر نشر اسلامی، قم، ص ۱۰

(۲) مناقب آل ابی طالب، موسسہ انتشارات علامہ، قم، ج ۲، ص ۱۲۲

یمن کے مختلف قبائل نے مدینہ میں پیغمبر کا دیدار کیا اور درمیان میں ہونے والی گفتگو میں حضور اکرم نے حضرت علی کی وصایت اور جانشینی کو بیان کیا، (۱) اس بنا پر ان کے ذہن میں یہ مطلب موجود تھا۔ (۲)

(۱) مظفر، محمد حسین، تاریخ الشیخ، منشورات مکتبہ بصیرتی، ص ۱۲۲

(۲) جابر بن عبد اللہ انصاری نقل کرتے ہیں: یمن کے مختلف قبیلہ کے لوگ حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے رسول اکرم نے فرمایا: لوگوں میں ایسے نرم دل اور قوی الایمان افراد پیدا ہوں گے، کہ جو میرے جانشین (امام مہدی) کی نصرت کرنے کے لئے ستر ہزار افراد ان کے درمیان اٹھ کھڑے ہوں گے وہ سب کے سب اپنی تلواروں کو خرمے کی چھال سے حائل کئے ہوں گے، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کا وصی کون ہے؟ فرمایا: میرا وصی وہ ہے جس سے متمک ہونے کا حکم خداوند عالم نے دیا ہے اور آیت پڑھی: (واغصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا) (آل عمران، آیت: ۱۰۳) اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور

اشعار کا شمار نہ بنو، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! اللہ کی رسی کیا ہے؟ یہ رسی وہی اللہ کا فرمان ہے: (الا بحبل من اللہ ومن الناس) (آل عمران، آیت: ۱۱۲) خدا کی جانب سے رسی قرآن ہے اور لوگوں کی جاننے رسی میرا وصی ہے، پوچھا یا رسول اللہ! آپ کا وصی کون ہے؟ فرمایا: میرا وصی وہ ہے جس کے بارے میں خداوند عالم فرماتا ہے: (ان تقول نفس یا حسرتی علی ما فرطت فی جنب اللہ) (سورہ زمر آیت: ۵۶) لوگ کہیں گے کہ امر خدا میں کتنی کوتاہی کی ہے، لوگوں نے سوال کیا یہ امر خدا کیا ہے؟ فرمایا: وہ میرا وصی، لوگوں کا رہبر ہے جو میرے بعد لوگوں کی میری جانب ہدایت کرے گا، لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ کو اس خدا کی قسم جس نے آپ کو مبعوث کیا ہے آپ اپنے وصی کو ہمیں دکھادیں، ہم ان کی زیارت کے مشتاق ہیں، فرمایا: خدا نے اسے لوگوں کے لئے علامت قرار دیا ہے دل سے دیکھو گے تو پہچان لو گے کہ کون میرا وصی ہے جس طرح تم نے اپنے پیغمبر کو پہچان لیا ہے، جاؤ مسجد میں لوگوں کو دیکھو (باقی اگلے صفحہ پر)

پیغمبر ﷺ کی وفات کے بعد انہوں نے مدینہ کی حکومت کو رسمیت نہیں دی اور خلیفہ وقت ابو بکر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا جیسا کہ ان کے اشعار میں آیا ہے:

اطنار رسول اللہ ما تری چشمہ دام و سطنہ

فی قوم ثانی و شان ابی بکر  
ایور شحا بکراً اذا کان بعدہ

فناء لعمرو اللہ قاصمۃ الظھر

جس وقت تک رسو نخوا ہمارے درمیان تھے ہم ان کی اطاعت کرتے تھے اے لوگو! ہم کہاں اور ابو بکر کہاں!؟

اگر ابو بکر کے پاس بکر نام کا فرزند ہو تا تو کیا وہ اس کے بعد خلافت کا وارث

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) جس کی طرف تمہارا قلب مائل ہو جائے سمجھ لو وہی میرا وصی ہے، اس لئے کہ خدا فرماتا ہے: (فاجعل

افئدة من الناس تھوی الیھم) (ابراہیم، آیت: ۳۷) خدایا! لوگوں کے دلوں کو اسی کی طرف مائل کر دے

اسی وقت اشعریوں میں سے ابو عامر اشعری، خولانیوں میں سے ابو عذہ خولانی، بنی قیس سے عثمان بن قیس، قبیلہ دوس سے غریہ دوسی

اور لاحق بن علفہ کھڑے ہوئے اور مسجد النبی میں لوگوں کو دیکھنا شروع کیا اور حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر خدمت رسولؐ میں آئے

اور کہا: یا رسول اللہ! ہمارا دل ان کی جانب کھینچتا جا رہا ہے، رسول اکرمؐ نے فرمایا: خدا کا شکر ہے تم نے پیغمبر کے وصی کو پہچان

لیا شاید اس کے پہلے تم نے انہیں دیکھا ہو یعنی لوگ رونے لگے کہا: یا رسول اللہ! ہم کسی چیز کی بنا پر نہیں رو رہے ہیں بلکہ ہمارے

دل رو رہے ہیں ہم نے جیسے ہی انہیں دیکھا ہمیں سکون حاصل ہو گیا ایسا لگا جیسے ہم نے اپنے باپ کو پایا ہے۔ (مظفر، محمد حسین

تاریخ الشیعہ مکتبہ بصیرتی، قم، ص ۱۲۴-۱۲۵

ہوتا؟ میری جان کی قسم یہ سوال کمر شکن ہے۔ (۱)

حضرت علیؑ کے دور خلافت میں یمن کے رہنے والے لاکھوں افراد عراق میں رہتے تھے (۲)

اور ہزاروں آدمی حضرت کے لشکر میں تھے یمن میں رہنے والے اکثر شیعہ تھے عثمانی اور بنی امیہ کے طرفداروں کی تعداد بہت

کم تھی اس کے لئے بطور شاہد معاویہ کا وہ رویہ ہے کہ جو اس نے ہسرا بن ارطاة کو جس کے بارے میں تاکید کی تھی، (۳) کہ جس علاقہ

میں لوگ قریش اور بنی امیہ کے طرف دار ہوں ان سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چنانچہ جب وہ مکہ اور طائف کے نزدیک سے گذرا

تو ان دو شہروں کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ (۴)

لیکن جس وقت یمن کے شہر ”ارحب“، صنعا اور حضر موت پہنچا تو قتل و غارت گری شروع کر دی، صنعا میں تقریباً سوا افراد کہ جن کا شمار ایرانی بزرگوں میں ہوتا تھا ان کا سر قلم کر دیا اور مآرب کے نمائندہ جو امان لینے کے لئے آئے تھے ان پر رحم نہیں کیا اور سب کو قتل کر دیا اور جس وقت حضر موت پہنچا تو اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اس شہر کے ایک چوتھائی لوگوں کو قتل کر دوں۔ (۵)

(۱) یاقوت حموی، شہاب الدین ابی عبداللہ، معجم البلدان، احياء التراث العربی، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۶ھ، ج ۳، ص ۱۵۸

(۲) یاقوت حموی، شہاب الدین ابی عبداللہ، معجم البلدان، احياء التراث العربی، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۶ھ، ج ۴، ص ۱۶۱

(۳) ابن واضح، تاریخ یعقوبی، ص ۱۹۴

(۴) ابن واضح، تاریخ یعقوبی، ص ۱۹۴:

(۵) ثقفی کوفی، ابراہیم بن محمد، الغارات، محمد باقر کمرہ ای کا ترجمہ، فرہنگ اسلام ص ۳۲۵ - ۳۳۱

خصوصاً جیشان میں یعقوبی کے کہنے کے مطابق وہاں کے تمام افراد شیعہ تھے اس نے وہاں پر بہت زیادہ قتل و غارت کیا۔ (۵)

ابن ابی السدید نے بسر بن ارطاة کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کی تعداد تیس ہزار بیان کی ہے، ان میں سے زیادہ تر یمن کے رہنے والے تھے، (۱) یہ بات اس چیز کی نشاندہی کرتی ہے کہ اس زمانے میں وہاں پر شیعوں کی آبادی قابل ملاحظہ تھی، بسر نے جو ہنگامہ کر رکھا تھا اسے کچلنے کے لئے امیر المومنین نے جاریہ بن قدامہ کو بھیجا یہ سکر بسر یمن سے بھاگ کھڑا ہوا یمن کے لوگ اور وہاں کے شیعہ جہاں بھی عثمانیوں اور بنی امیہ کے طرفداروں کو پاتے تھے قتل کر دیتے تھے۔ (۲)

حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد بھی یمن شیعوں کا عظیم مرکز تھا اور جس وقت امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے کوفہ کی جانب کوچ

کیا تو ابن عباس نے امام حسین کو مشورہ دیا کہ وہ عراق نہ جائیں بلکہ یمن کی طرف روانہ ہوں کیونکہ وہاں آپ کے والد کے شیخ میں۔ (۳)

البتہ اس بات کو ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ابتدائی کامیابی اور اسلامی سر زمین کی سرحدوں کے پھیلنے کے ساتھ یمن اور پوری طرح سے جزیرہ عرب کا علاقہ ٹھپ نظر آیا یہی وجہ ہے کہ سپاہی اور فوجی محاذ سے وہاں کا کوئی نقش نظر نہیں آتا اگرچہ دو شہر مکہ اور مدینہ مذہبی وجہ سے ایک اجتماعی حیثیت رکھتے تھے لیکن یمن جو بیہمبر کے زمانے میں ایک مہم ترین اسلامی

(۱) ابن واضح ، تاریخ یعقوبی، ص ۱۹۹

(۲) شرح نبح البلاغہ ، دارالکتب العربیہ ، قاہرہ ، ج ۲ ، ص ۱۷

(۳) ثقفی کوفی ، ابراہیم بن محمد ، الغارتہ ص ۳۳۳

(۴) بلاذری، انساب الاشراف، نشورات الا علمی للمطبوعات ، بیروت ، ۱۹۴۳ء ، ج ۳ ، ص ۱۶۱

حکومت ثار ہوتا تھا مسلمانوں کے ویلہ سے قریب کے ملکوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد تقریباً اسلامی سر زمینوں کے ایک گوشہ میں واقع ہو گیا تھا اور وہ جنوب کا آخری نقطہ ثار ہوتا ہے اس کے باوجود روح شیعہ وہاں پر حاکم تھی دو سری صدی کے اختتام پر ابو

سرایا ابراہیم بن موسیٰ وہاں پر بغیر مزاحمت کے داخل ہو گیا اور اس نے اس علاقہ کو اپنے کنٹرول میں لے لیا، (۱) آخر کار

مذہب زیدیہ کو سر زمین یمن میں کامیابی حاصل ہوئی آج بھی وہاں کے رہنے والے اکثر زیدی ہیں۔ (۲)

کوفہ: کوفہ وہ شہر ہے جو اسلام کے بعد وجود میں آیا اور مسلمانوں نے اس کی بنیاد رکھی کوفہ سے قریب قدیمی شہر حیرہ تھا جو نخیوں کی

حکومت کا مرکز تھا۔ (۳)

۱۱۱۱ء میں سعد بن وقاص جو ایران محاذ کا کمانڈر تھا اس نے خلیفہ دوم کے حکم پر اس شہر کی بنیاد رکھی اس کے بعد اصحاب میں سے



اسی لوگ وہاں پر ساکن ہو گئے، (۴) ابتدا میں شہر کوفہ میں زیادہ تر فوجی چھاؤنی تھی جو شرقی محاذ پر فوجیوں کی دیکھ ریکھ کرتی تھی اس شہر کے اکثر رہنے والے مجاہدین اسلام تھے جن میں اکثر قحطانی اور یمن کے قبائل تھے، اس وجہ سے کوفہ میں قحطانی اور یمنی ماحول زیادہ تھا، (۵) اصحاب پیغمبرؐ میں سے اکثر

(۱) ابو الفرج اصفہانی، علی بن حسین، مقاتل الطالبین، ثورات الشریف الرضی، قم ۱۴۱۶ھ ہجری، ص ۴۳۵ (۲) مظفر، محمد حسین، تاریخ

ص ۱۳۲،

شیعہ

(۳) یاقوت حموی، شہاب الدین ابی عبداللہ، معجم البلدان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۶ھ، ص ۱۶۲

(۴) ابن واضح، تاریخ یعقوبی، ثورات شریف الرضی، قم، ۱۴۱۴ھ، ج ۲، ص ۱۵۰

(۵) یاقوت حموی، شہاب الدین ابی عبداللہ، معجم البلدان، ص ۱۶۱

انصار وہاں رہنے لگے جو دراصل یمنی تھے، انصار کے دو قبیلوں میں سے ایک خزرج تھا جن کا کوفہ میں اپنا مخصوص محلہ تھا یا قوت

حموی کا بیان ہے: زیادہ کے زمانے میں زیادہ تر جو گھراؤ کے بنے ہوئے تھے وہ خزرج اور مراد کے تھے، (۱) البتہ کچھ موالی

اور ایرانی بھی کوفہ میں زندگی بسر کرتے تھے جو امیر المومنین علیہ السلام کے دور خلافت میں کوفہ کے بازار میں خرید و فروخت کیا

کرتے تھے، (۲) جناب مختار کے قیام کے وقت ان کی فوج میں زیادہ تر یہی موالی تھے۔ (۳)

کوفہ کی فضیلت کے بارے میں اہل بیت سے کافی احادیث وارد ہوئی ہیں کہ جن میں سے بعض یہ ہیں: حضرت علی نے فرمایا:

کوفہ کتنا اچھا شہر ہے کہ یہاں کی خاک ہم کو دوست رکھتی ہے اور ہم بھی اس کو دوست رکھتے ہیں، کوفہ کے باہر قبرستان (وہ

قبرستان کوفہ جو شہر سے باہر واقع تھا) سے روز قیامت ستر ہزار افراد ایسے مٹھور ہوں گے جن کے چہرے چاند کی طرح چمک

رہے ہوں گے، کوفہ ہمارا شہر اور ہمارے شیعوں کے رہنے کی جگہ ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدایا! جو شخص بھی کوفہ سے دشمنی رکھے تو بھی اسے دشمن قرار دے، (۴) کوفہ میں شیعیت حضرت علی کی ہجرت سے بھی پہلے موجود تھی

(۱) یاقوت حموی، شہاب الدین ابی عبداللہ، معجم البلدان، ص ۱۶۱

(۲) بلاذری، انساب الاشراف، فتوحات موسیٰ الاعلیٰ للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۲ھ، ج ۲، ص ۱۲۶

(۳) جعفریان، رسول تاریخ، تبیع در ایران از آغاز تا ہفتم ہجری، شرکت چاپ و نشر سازمان تبلیغات اسلامی، ۱۳۷۷ھ، ص ۷۱

(۴) ابن ابی الحدید شرح نج البلاغہ، دار الایحاء کتب العربیہ، طبع قاہرہ، ج ۳، ص ۱۹۸

جس کے دو عوامل بیان کئے جاتے ہیں -  
ایک یعنی قبائل کا وہاں پر ساکنونا جیسا کہ پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ زیادہ تر افراد وہاں خاندان پیغمبر ﷺ کو دوست رکھنے والے تھے۔

دوسرے بزرگ شیعہ اصحاب کا وجود جیسے عبداللہ بن مسعود، عمار یا سر، عمر نے عمار کو وہاں کا حاکم بنا کر اور ابن مسعود کو معلم قرآن کے

عنوان سے بھیجا تھا ابن مسعود نے برسوں وہاں لوگوں کو فہم اور قرآن کی تعلیم دی۔ (۱)

ان دو بزرگوں کی تعلیمات کے اثرات حضرت علی کی خلافت کے آغاز میں قابل مشاہدہ ہیں، آنحضرت کی بیعت کے وقت مالک

اشتر کا وہ خطبہ جو کوفہ کے لوگوں کے درمیان روح شیعہ کی حکایت کرتا ہے اس وقت مالک اشتر کہہ رہے تھے: اے لوگو! وصی ا

وصیاء اور وارث علم انبیاء وہ شخص ہے جس کے ایمان کی گواہی کتاب خدا نے دی ہے اور اس کے بختی ہونے کی گواہی پیغمبر نے

دی ہے تمام فضائل اس پر ختم ہو جاتے ہیں، اس کے سابقہ علمی اور فضل و شرف کے سلسلہ میں اولین اور آخرین میں کسی نے

شک نہیں کیا ہے۔ (۲)

جس وقت حضرت علیؑ نے اپنے بیٹے امام حسن اور عاژ کو اہل کوفہ کے پاس ناکشین کے مقابلہ میں جنگ کرنے کے حوالے سے بھیجا تو ابو موسیٰ اشعری وہاں کا حاکم تھا اور لوگوں کو حضرت علیؑ کا ساتھ دینے سے منع کر رہا تھا، اس کے باوجود نو ہزار افراد حضر

ت

(۱) ابن اثیر، ابی الحسن علی بن ابی کرم، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، دار الایحاء التراث العربی بیروت، ج ۳، ص ۲۵۸

(۲) ابن واضح، تاریخ یعقوبی، ص ۱۷۹

علیؑ سے ملحق ہو گئے۔ (۱)

حضرت علیؑ کی ہجرت کے وقت سے تیسری صدی ہجری کے آخر تک کوفہ شیعوں کا اہم ترین شہر تھا، ڈاکٹر حسین جعفری اس سلسلے میں کہتے ہیں: جس وقت حضرت علیؑ بن سینہؑ میں کوفہ منتقل ہوئے اس وقت سے بلکہ اس سے بھی پہلے یہ شہر در واقع بہت سی تحریکوں، آرزوں، الہامات اور بسا اوقات شیعوں کی ہم آہنگ کوششوں کا مرکز تھا اور کوفہ کے اندر اور باہر بہت سے ناگوار حادثات رونما ہوئے جو تشیع کے آغاز کے لئے تاریخ ساز تھے، ان حوادث میں جیسے جنگ جمل و صفین کے لئے حضرت علیؑ کا فوج کو آراستہ کرنا، امام حسن علیہ السلام کا خلافت سے دور ہونا۔ حجر بن عدی کنذی کا قیام، امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کی درناک شہادت، انقلاب تو امین اور قیام مختار منجملہ انہیں حوادث میں سے ہیں، اس کے باوجود کوفہ نا امید و محرومیت کا مرکز تھا، حتیٰ کہ شیعوں کے ساتھ خیانت اور ان کی آرزوں کی پامالی ان لوگوں کی طرف سے تھی جو خاندان علیؑ کو اسلامی سماج میں قیادت کے عنوان سے دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ (۲)

اگرچہ امام حسینؑ کو قتل کرنے والے اہل کوفہ تھے، (۳) شیعوں کی بزرگ ہستیاں اس وقت ابن زیاد کے زندان میں مقید تھیں، (۴)

دوسری طرف حضرت مسلمؑ اور ہانی کی

(۲) ڈاکٹر سید حسین جعفری، تشیح در میر تاریخ، ترجمہ ڈاکٹر سید محمد تقی آیت اللہی، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، طبع قم، ۱۳۷۸ھ، ص

۱۲۵

(۳) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، منشورات مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت ۱۴۱۱ھ، ج ۳، ص ۳۲

(۴) مظفر محمد حسین تاریخ الشیعہ، منشورات مکتب بصیرتی، ص ۶۷

شہادت سے شیعہ ابن زیاد جیسے قوی خونخوار دشمن کے مقابلے میں بغیر رہبر کے سرگردان و پریشان تھے لیکن امام حسین کی شہادت کے بعد وہ خواب غفلت سے بیدار ہوئے، تو امین اور مختار کا قیام عمل میں آیا، کوفہ اہل بیت کے ساتھ دوستی اور بنی امیہ کے ساتھ دشمنی میں مشہور تھا یہاں تک کہ مصعب بن زبیر نے اہل کوفہ کے دلوں کو اپنی طرف موڑنے کے لئے محبت اہل بیت کا اظہار کیا اور اسی وجہ سے امام حسین کی بیٹی سے شادی کی۔ (۱)

پہلی صدی ہجری کے تمام ہونے تک اگرچہ نئے شیعہ نشین علاقے قائم ہو چکے تھے پھر بھی کوفہ شیعوں کا اہم ترین شہر بنا لیا جاتا تھا

جیسا کہ عباسی قیام کے رہنما محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے دوسری صدی کی ابتدا اور بنی امیہ کے خلاف قیام کے شروع میں بطور شفاہت اپنی طرف دعوت دینے والوں سے کہا: یاد رہے کوفہ اور اس کے اطراف میں شیعان علی بن ابی طالب رہتے

میں۔ (۲)

(۱) ابن قتیہ، ابی محمد عبد اللہ بن مسلم، المعارف، منشورات الشریف الرضی، قم، طبع اول، ص ۲۱۴

(۲) فخری نقل کرتا ہے: محمد بن علی نے اپنے چاہنے والوں اور مبلغوں سے کہا: کوفہ اور اس کے اطراف میں علی بن ابی طالب کے شیعہ رہتے ہیں، بصرہ کے لوگوں نے عثمانی جماعت کے ہاتھوں پر بیعت کی ہے لیکن جزیرہ کے لوگ حروری مسلک اور دین سے خارج ہیں، شام کے لوگ آل ابونضیان کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے اور بنی مروان کے علاوہ دوسرے کی اطاعت نہیں کرتے لیکن مدینہ اور مکہ کے لوگ ابوبکر اور عمر کی سیرت پر ہیں اس بنا پر خراسان کے لوگوں سے غفلت نہ کرو کیونکہ وہاں کے لوگ بہت ہوشیار، پاک دل اور آسودہ خاطر ہیں، انہیں کسی چیز کی فکر نہیں ہے نہ تو مختلف مذاہب میں بٹے ہوئے ہیں اور نہ ہی دین و دیانت کے پابند ہیں۔ (ابن طباطبائی، الفخری فی اداب السلطانیہ، طبع مصر، ص ۱۰۴)

دوسری اور تیسری صدی ہجری میں بھی طالبیوں کے چند افراد نے کوفہ میں قیام کیا تھا، عباسیوں کے دور میں عراق میں بغداد ایک اہم شہر بن چکا تھا اس کے باوجود بھی کوفہ نے اپنی سیاسی اہمیت کو ہاتھوں سے نہ جانے دیا اور دوسری صدی ہجری کے آخری نصف میں ابوالسرایا کی پہ سالاری میں ابن طباطبائی کا قیام اس شہر میں عمل میں آیا۔ (۱)

اسی وجہ سے بنی امیہ کی طرف سے کوفہ کی سخت نگرانی ہونے لگی اور شاک و ظالم افراد جیسے زیاد، ابن زیاد اور حجاج بن یوسف اس شہر کے حاکم بنا دیئے گئے وہاں کے حکام علویوں کے مخالف تھے اور اگر اتفاق سے کوئی حاکم مثل خالد بن عبداللہ قسری اگر تھوڑا سا شیعوں پر رحم بھی کرتا تھا تو فوراً اس کو ہٹا دیا جاتا تھا حتیٰ کہ اس کو زندان میں ڈال دیا جاتا تھا۔ (۲)

کوفہ سیاسی حیثیت کے علاوہ علمی اعتبار سے بھی ایک اہم شہر شمار ہوتا تھا اور شیعہ تہذیب وہاں پر حاکم تھی، اس شہر کا عظیم حصہ ائمہ کے شیعہ شاگردوں پر مشتمل تھا، شیعوں کے بہت سے بزرگ خاندان اس شہر کوفہ میں زندگی گزارتے تھے کہ جنہوں نے شیعہ تہذیب کی بے حد خدمت کی، جیسے آل اعین امام سجاد کے زمانے سے غیبت صغریٰ تک اس خاندان کے افراد ائمہ طاہرین کے اصحاب میں سے تھے، اس خاندان سے ساٹھ جلیل القدر محدثین پیدا ہوئے جن میں زرارہ بن اعین، حمران بن اعین، بکیر بن اعین، حمزہ بن حمران، محمد بن حمران، عبید بن زرارہ کہ یہی عبید امام صادق کی شہادت کے بعد

(۱) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ، ق، ص ۴۲۴ - ۴۳۱

(۲) بلاذری، انساب الاشراف، دار المعارف للطبوعات، بیروت، ۱۳۹۷ھ، ج ۳، ص ۲۳۳

اہل کوفہ کی طرف سے نمائندہ بن کر مدینہ آئے تھے تاکہ امامت کے متعلق پیدا ہونے والے شہات کو دور کریں اور کوفہ پلٹ

جائیں۔ (۱)

آل ابی شعبہ بھی کوفہ میں شیعوں کا ایک بڑا خاندان تھا کہ ان کے جد ابو شعبہ نے امام حسن اور امام حسین سے حدیثیں نقل کی ہیں

نجاشی کا بیان ہے کہ وہ سب کے سب قابل اطمینان اور موثق ہیں۔ (۲)

اسی طرح آل نیک جیسے شیعوں کے بڑے خاندان کوفہ میں رہتے تھے، عبداللہ بن محمد اور عبدالرحمن عمری انہیں میں سے ہیں

۔ (۳)

کوفہ کی مساجد بالخصوص وہاں کی جامع مسجد میں ائمہ طاہرین کی احادیث کی تدریس ہوتی تھی، امام رضا علیہ السلام کے صحابی حسن بن علی

وٹا کہتے ہیں: کوفہ کی مسجد میں میں نے نو سو افراد دیکھے کہ وہ سب امام صادق سے حدیث نقل کر رہے تھے۔ (۴)

بصرہ: بصرہ وہ شہر ہے کہ جس کی مسلمانوں نے کوفہ کے ساتھ ہی ۱۷ھ

(۱) بلاذری، ابو غالب، رسالۃ فی آل اعیان، مطبعہ ربانی، اصفہانی، ص ۲ - ۱۸

(۲) نجاشی، ابو العباس احمد بن علی، فرست ائما مصنفی شیعہ، دفتر نشر اسلامی، وابستہ جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۲۳۰

(۳) نجاشی، ابو العباس احمد بن علی، فرست ائما مصنفی شیعہ، دفتر نشر اسلامی، وابستہ جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۲۳۲

(۴) نجاشی، ابو العباس احمد بن علی، فرست ائما مصنفی شیعہ، دفتر نشر اسلامی، وابستہ جامعہ مدرسین، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۳۹ - ۴۰۔

میں بنیاد رکھی، (۱) اگرچہ بصرہ کے لوگ عائشہ، طلحہ و زبیر کی حمایت کی وجہ سے عثمانی حوالے سے شہرت رکھتے تھے جس زمانے میں جل کی فوج بصرہ میں مقیم تھی شیعان امیر المؤمنین، بھی وہاں زندگی بسر کرتے تھے اور امیر المؤمنین کے بصرہ پہنچنے سے پہلے ان کے شیعوں نے دشمنوں سے جنگ بھی کی کہ جس میں کافی تعداد میں لوگ شہید ہوئے جیسا کہ شیخ مفید نے نقل کیا ہے کہ فقط عبدالقیس قبیلہ سے پانچ سو شیعہ افراد شہید ہوئے۔ (۲)

بلاذری کے نقل کے مطابق ربیعہ قبیلہ کے تین ہزار شیعہ محل ذی قار میں حضرت سے ملحق ہوئے۔ (۳)

جنگ جل کے بعد بصرہ میں عثمانی رجحان بڑھنے کے باوجود کافی تعداد میں شیعہ وہاں زندگی بسر کرتے تھے، اسی وجہ سے جب معاویہ نے ابن حضرمی کو فتنہ ایجاد کرنے کے لئے وہاں بھیجا تو اس کو اس بات کی تاکید کی کہ بصرہ میں رہنے والے کچھ لوگ شیعہ میں بعض قبائل جیسے ربیعہ سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی، بہر حال عثمانی خیال وہاں پر زیادہ تھے اور اگر حضرت علی علیہ السلام کو فتنے سے فوج نہیں بھیجتے تو ابن حضرمی کی فتنہ پردازوں سے بصرہ عثمانیوں کے ذریعہ ان کے کنٹرول سے نکل جاتا۔ (۴)

(۱) یاقوت حموی، شہاب الدین ابی عبداللہ، معجم البلدان، دار اجیاء التراث العربی، بیروت طبع اول، ۱۴۱۶ھ، ج ۲، ص ۳۴۰

(۲) شیخ مفید، الجبل، مکتب الاعلام الاسلامی، مرکز نشر، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۲۷۹

(۳) انساب الاشراف، ثورات موسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات، بیروت، ۱۳۹۴ھ، ج ۲، ص ۲۳۷

(۴) ثقفی کوفی، ابراہیم بن محمد، الغارت، ترجمہ محمد باقر کمرہ اسی، فرہنگ اسلامی، ص ۱۶۶

واقعہ کربلا کے وقت بھی امام حسین نے بصرہ کے چند بزرگوں کو خط لکھا ان میں سے یزید بن مسعود نہشلی نے امام کی دعوت کو قبول

کیا اور لیک کہا اور کچھ قبائل بنی تمیم، بنی سعد، اور بنی حنظلہ کو جمع کر کے ان کو امام حسین کی مدد کے لئے دعوت دی، اس وقت ان

قبیلوں نے اپنی آمادگی کا خط امام کو لکھا، لیکن جب امام حسین سے ملحق ہونے کے لئے آمادہ ہوئے تو ان کو حضرت کی خبر شہادت

ٹی۔ (۱)

معدوی کے نقل کے مطابق تو امین کے قیام میں بھی بصرہ کے کچھ شیعہ مدائن کے شیعوں کے ساتھ فرج میں ملحق ہوئے لیکن جس

وقت وہاں پہنچے جنگ تمام ہو چکی تھی۔ (۲)

بنی امیہ کے دور میں بصرہ کے شیعہ زیاد اور سمرہ بن جذب جیسے ظالموں کے ظلم کا شکار تھے، زیاد ۵۵ھ میں بصرہ آیا اور خطبہ، ستراء

پڑھا، (۳) کیونکہ زیاد نے اس خطبہ کو بغیر نام خدا کے شروع کیا اس لئے اس کو ستراء کہا جانے لگا اس نے اس طرح کہا: خدا کی

قسم میں غلام کو آقا، حاضر کو مسافر، تندرست کو بیمار کے گناہ کی سزا دوں گا یہاں تک کہ تم ایک دوسرے کا منہ دیکھو گے اور کہو

گے سعد خود کو بچاؤ کہ سعید تباہ ہو گیا، آگاہ ہو جاؤ اس کے بعد اگر کوئی بھی رات میں باہر نکلا تو میں اس کا خون بہا دوں گا اپنے ہاتھوں

اور

(۱) امین ، سید محسن ، اعیان الشیعة ، دارالتعارف للمطبوعات ، بیروت ، ( بی تا ) ج ۱ ، ص ۵۹۰

(۲) معدوی ، علی بن الحسین ، مروج الذهب ، فتوحات مؤسسة الاعلی للمطبوعات ، بیروت ، ۱۴۱۱ ج ۳ ، ص ۱۰۹

(۳) ستراء، ستر کا مؤنث ہے جس کے معنی بریدہ اور ناقص کے ہیں حدیث میں ہر وہ گفتگو جو خدا کے نام سے شروع نہ ہو اس کو

ستر کہا جاتا ہے۔

زبان کو بند رکھنا تاکہ میرے ہاتھ اور زبان سے امان میں رہو، (۱) بعد میں کوفہ بھی زیاد کے کنٹرول میں آگیا، زیاد چھ ماہ کوفہ میں رہتا تھا

اور چھ ماہ بصرہ میں جس وقت کوفہ جاتا تھا سمرہ بن جذب کو بصرہ میں اپنی جگہ معین کر دیتا تھا، سمرہ ایک ظالم شخص تھا جو خون

بہانے میں ذرہ برابر بھی اعتنا نہیں کرتا تھا اس نے زیاد کی غیر موجودگی میں آٹھ ہزار افراد کو قتل کیا (۲) وقت کے ساتھ ساتھ بصرہ

میں شیعیت بڑھتی گئی یہاں تک کہ حکومت عباسی کے آغاز میں دوسرا علوی قیام جو محمد نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم کانے کیا بصرہ



(۳)۔

ہوا

وقع

میں

مدائن: کوفہ اور بصرہ کے برخلاف مدائن ایسا شہر ہے کہ جو اسلام سے پہلے بھی موجود تھا اور سعد بن ابی وقاص نے ۶ھ میں عمر بن خطاب کی خلافت کے زمانہ میں اس کو فتح کیا، ایک قول کے مطابق نوشیرواں نے اس شہر کی بنا رکھی اور فارسی میں اس کا نام تیمنون تھا جو ساسانیان کے پائے تخت میں شمار ہوتا تھا طاق کسری بھی اسی شہر میں واقع ہے اس شہر میں سات بڑے محلے تھے ہر محلہ ایک شہر کے برابر تھا اسی بنا پر عربوں نے اسے مدائن کہا جو مدینے کی جمع ہے البتہ کوفہ بصرہ بغداد واسط اور سامرہ جیسے جدید شہروں کی بنا کے بعد یہ شہر ویران ہوتا گیا۔ (۴)

- (۱) شیدی ڈاکٹر سید جعفر، تاریخ تخیل اسلام تا پایان امویان، مرکز نشر دانشگاه علمی، تہران، ص ۱۵۶
- (۲) طبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، دار القاموس الحدیث، بیروت، ج ۶، ص ۱۳۲
- (۳) ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات شریف الرضی، قم ۱۴۱۶ھ، ص ۲۹۲
- (۴) یاقوت حموی، شہاب الدین ابی عبداللہ، معجم البلدان، طبع اول، ۱۴۱۶ھ، ج ۷، ص ۲۲۱-۲۲۲، سعوی، علی بن الحسین، مروج الذهب، ج ۱، ص ۲۶۷

پہلی دوسری و تیسری صدی ہجری تک مدائن شیعہ نشین شہروں میں شمار ہوتا تھا اور یہ جلیل القدر شیعہ اصحاب جیسے سلمان فارسی، حذیفہ بن یان کی حکمرانی کی وجہ سے تھا اسی وجہ سے مدائن کے لوگوں نے اسلام کو شروع میں شیعہ اصحاب سے قبول کیا تھا قیام تو این میں شعیان مدائن کے نام واضح و روشن میں، سعوی کا بیان ہے سلیمان بن سرد خزاعی اور مسیب بن نجہ فزاری کی شہادت کے بعد تو این کی قیادت کی ذمہ داری عبداللہ بن سعد بن نفیل نے اپنے ذمہ لے لی، اس وقت مدائن و بصرہ کے شیعوں کی تعداد تقریباً پانچ سو افراد تھی اور ثنی بن مخرمہ اور سعد بن حذیفہ ان کے سردار تھے، تیزی سے آگے آئے اور اپنے کو تو این تک

پہچانے کی کوشش کی لیکن نہیں پہنچ سکے، (۱) یا قوت حموی کے قول کے مطابق اکثر اہل مدائن شیعہ تھے۔ (۲) جبل عامل: پہلی صدی ہجری میں شیعہ نشین مناطق میں سے ایک جبل عامل تھا یہاں شیعیت اس وقت سے وجود میں آئی جب عثمان نے جناب ابوذر کو ملک شام شہر بدرکیا مرحوم سید محسن امین کہتے ہیں:

معاویہ نے بھی ابوذر کو جبل عامل کے دیہاتوں میں شہر بدر کر دیا ابوذر وہاں لوگوں کی ہدایت اور تبلیغ کرتے رہے، لہذا وہاں کے لوگوں نے مذہب تشیع اختیار کر لیا جبل عامل کے دو گاؤں صرفند اور میں میں دو مسجدیں ہیں، جو ابوذر سے فوج میں یہاں بنگلہ امیر المؤمنین کے زمانے میں اسعار نام کے گاؤں میں شیعہ مذہب کے

(۱) مسعودی ، علی بن الحسین ، مروج الذهب ، ج ۳ ص ۱۰۹  
 (۲) یا قوت حموی ، شہاب الدین ابی عبد اللہ ، معجم البلدان ، طبع اول ، ۱۴۱۷ھ ، ج ۴ ص ۲۲۲  
 لوگ تھے۔ (۱)

مرحوم مظفر نے بھی وہاں کے تشیع کے بارے میں کہا ہے جبل عامل میں تشیع کی ابتدا ابوذر غفاری کے فضل سے ہے، (۲) کرد علی کا بھی کہنا ہے: دمشق، جبل عامل اور شمال لبنان میں تشیع کا آغاز پہلی صدی ہجری سے ہی ہے۔ (۳)

(ب) دوسری صدی ہجری میں شیعہ نشین علاقے

دوسری صدی ہجری کی ابتدا میں تشیع جزیرہ العرب اور عراق کی سرحدوں سے عبور کر کے تمام اسلامی مناطق میں پھیل گیا، شیعوں اور علویوں کے اسلامی سرزمینوں میں پھیلنے سے یہ مطلب نکالا جاسکتا ہے کہ حجاج بن یوسف کے زمانہ سے شیعوں اور علویوں کی ہجرت شروع ہوئی دوسری صدی ہجری کے شروع میں علویوں کی تبلیغ اور قیام سے اس ہجرت میں تیزی آگئی کوفہ میں قیام زید کے شکست کھانے کے بعد ان کے بیٹے یحییٰ نے اپنے چند چاہنے والوں کے ساتھ خراسان ہجرت کی، (۴) اس کے بعد عبد

اللہ بن معاویہ کا قیام عمل میں آیا یہ جعفر طیار کے بیٹوں میں سے ہیں انہوں نے ہمدان، قم، ری، قرم، اصفہان اور فارس جیسے مناطق کو اپنے قبضہ میں کیا اور خود اصفہان میں زندگی گذاری۔

(۱) اعیان الشیعہ، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، ج ۱، ص ۲۵

(۲) تاریخ الشیعہ، ثورات مکتبہ بصیرتی، ص ۱۴۹

(۳) نخط الشام، مکتبہ النوری، دمشق، طبع سوم ۱۴۰۳ھ - ۱۹۸۳ء ج ۶ ص ۲۴۶

(۴) ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، ثورات شریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ ص ۱۴۶

ابوالفرج اصفہانی کا بیان ہے: بنی ہاشم کے بزرگ اس کے پاس جاتے تھے اور وہ ہر ایک کے لئے کو اطراف میں حکومت فراہم کرتا تھا یہاں تک کہ منصور اور سفاح عباسی نے بھی اس کا ساتھ دیا، مروان حار اور ابو مسلم کے زمانہ تک وہ اپنی جگہ پر مستحکم

تھا۔ (۱)

عباسیوں کے دور میں مسلسل علوی قیام وجود میں آتے رہے ان قیام کا ایک حتمی نتیجہ یہ نکلا کہ مختلف علاقہ میں علوی افراد پھیل گئے جیسا کہ منصور کی حکومت میں محمد نفس زکیہ کے قیام کی شکست کے بعد امام حسن کی اولاد مختلف مناطق میں پھیل گئی، معودی کا اس

بارے میں کہنا ہے:

محمد بن عبداللہ (نفس زکیہ) کے بھائی مختلف ملکوں میں پھیل گئے علی بن محمد مصر چلے گئے اور وہیں پر قتل کر دیئے گئے دوسرے

بیٹے عبداللہ بن محمد نے خراسان اور وہاں سے سندھ ہجرت کی اور وہاں مار دیئے گئے تیسرے بیٹے حسن بن محمد نے یمن کا سفر

کیا وہاں زندان میں ڈال دئے گئے اور زندان ہی میں دنیا سے رخصت ہو گئے ان کے بھائی موسیٰ نے جزیرہ کا رخ کیا اور

دوسرے بھائی یحییٰ نے ری اور وہاں سے طبرستان کا سفر کیا، ان کے تیسرے بھائی مراش چلے گئے اور چوتھے بھائی ابراہیم

نے بصرہ کا رخ کیا اور نے وہاں پر ابواہواز، فارس اور دوسرے شہروں کے لوگوں کے ساتھ ملکر لشکر بنایا لیکن ان کا قیام شکست

لکھا گیا۔ (۲)

اگرچہ ان میں سے زیادہ تر عباسی مامورین کی نگرانی میں تھے اور ایک جگہ

(۱) ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات شریف الرضی، قم، ۱۳۱۶ھ، ص: ۱۵۷

(۲) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، منشورات مؤسستہ لاداعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۱ھ، ج ۳، ص ۳۲۶

قیام نہیں کر سکتے تھے اور قتل ہو جاتے تھے لیکن اپنے اثرات چھوڑ جاتے تھے کبھی ان کے بیٹے ان علاقوں میں رہتے تھے،

جیسا کہ عبداللہ نفس زکیہ کا بیٹا، مسعودی کے نقل کے مطابق وہ خراسان میں نہیں رہ سکے اور سندھ کی طرف چلے گئے، (۱) لیکن

صاحب کتاب ”مقتلہ الطالبین“ کے نقل کے مطابق عبداللہ بن ابراہیم خراسان میں رہتے تھے اور ان کے قاسم اور محمد نام

کے دو بیٹے تھے، (۲) اسی طرح ماوراء النہر میں کچھ ایسے گروہ تھے کہ جو اپنے کو ابراہیم بن محمد نفس زکیہ سے نسبت دیتے

تھے۔ (۳)

اب ہم ان شہر اور علاقوں کے حالات کی تحقیق کریں گے جہاں دوسری صدی ہجری میں شیعہ کثیر تعداد میں زندگی بسر کر رہے

تھے۔

خراسان: دوسری صدی کے شروع ہونے کے ساتھ ساتھ بنی ہاشم کے مبلغین کی تحریک اور کوشش سے خراسان کے اکثر لوگ

شیعہ ہو گئے۔ (۴)

(۱) مسعودی، علی بن حسین، مروج الذهب، منشورات مؤسستہ لاداعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۱۱ھ، ج ۳، ص ۳۲۶

(۲) ابن طباطبای، ابواسماعیل بن ناصر، منتقلا لطلالبین، ترجمہ محمد رضا عطائی، انتشارات آستانہ قدس رضوی۔ طبع اول ۱۳۷۲ ش، ص ۲۰۷

(۳) ابن طباطبای، ابواسماعیل بن ناصر، منتقلا لطلالبین، ترجمہ محمد رضا عطائی، انتشارات آستانہ قدس رضوی۔ طبع اول ۱۳۷۲ ش، ص ۲۰۳

(۴) اس بات پر توجہ رہے کہ بنی ہاشم کی اصطلاح اس زمانہ میں عباسیوں کو بھی شامل تھی کیونکہ ہاشم ان کے بھی جد تھے۔

یعقوبی نقل کرتا ہے: زید کی شہادت کے بعد خراسان کے شیخ جوش و خروش میں آگے اور اپنے شیخ ہونے کا برملا اظہار کرنے لگے

نیز مبلغوں اور خطیوں نے بنی امیہ کی جانب سے خاندان پیغمبر پر ہونے والے مظالم کا کھلم کھلا اعلان کرنا شروع کر دیا۔ (۱)

یحییٰ بن زید خراسان چلے گئے اور چند دنوں تک محضی زندگی گزار ہی جس وقت خروج کیا کافی لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے

(۲)،

معدوی کے نقل کے مطابق جس سال یحییٰ کا قتل ہوا اس سال جو بچہ بھی خراسان میں پیدا ہوا اس کا نام یحییٰ رکھا گیا۔ (۳)

البتہ خراسان کے شیعوں پر زیدیوں اور عباسیوں کے مبلغین کے سبب زیدیت اور کیسانیت کا رنگ پڑھا ہوا تھا خاص کر عباسیوں

نے اپنی خلافت کے آغاز میں محمد حنفیہ کے بیٹے محمد بن علی ابو ہاشم کی جانشینی کا اعلان کیا، جیسا کہ ابو الفرج اصفہانی نے عبد اللہ بن

محمد حنفیہ کے حالات کے ذیل میں لکھا ہے: یہ وہی ہیں جن کے بارے میں خراسان کے لوگوں کا گمان تھا کہ ان کے والد امام تھے

اور یہ ان کے وارث ہیں اور ان کے وارث محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس میں اور محمد بن علی نے ابراہیم کو اپنا وصی بنایا ہے

اس طرح سے عباسیوں میں جانشینی استوار ہوئی، (۴) خراسانی مسلسل عباسیوں کے طرفدار تھے علویوں اور عباسیوں کے درمیان

ہونے والے نزاع کے دوران عباسیوں کی طرفداری

(۱) ابن واضح تاریخ یعقوبی، نشورات شریف الرضی، قم، ۱۴۱۴ھ، ج ۲، ص ۳۲۶

(۲) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، نشورات شریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۱۴۹

(۳) مسعودی ، علی بن حسین ، مروج الذهب ، ص ۳۳۶

(۴) ابو الفرج اصفہانی ، مقاتل الطالبین ، ص ۱۲۳

کرتے تھے چنانچہ محمد نفس زکیہ کے ساتھ جنگ میں اکثر عباسی سپاہی خراسانی تھے اور فارسی میں لگنٹو کرتے تھے ابو الفرج اصفہانی نقل کرتے ہیں: جس وقت محمد نفس زکیہ کے سرداروں میں سے ایک سردار بنام خضیر زبیری مدینہ سے فوجی چھاؤنی کی طرف آ رہا تھا خراسانی فارسی میں کہہ رہے تھے:

خضیر آمد خضیر آمد۔ (۱)

قم: دوسری صدی ہجری کے بعد قم اہم ترین شیعہ نشین شہر بنا رہا اور اس شہر کی بنیاد نہ صرف یہ کہ اسلامی ہے بلکہ شیعوں کے ہاتھوں سے رکھی گئی ہے اور اس میں شروع سے ہی شیعہ آباد تھے اور ہمیشہ شیعہ اثنا عشری رہے کہ جو کبھی راستہ سے منحرف نہیں ہوئے نہ صرف یہ کہ شیعوں نے اس شہر میں کبھی سکونت نہیں کی بلکہ غالیوں کے لئے بھی یہاں آنا ممکن نہیں ہوا اور اگر کبھی اس شہر میں آ بھی جاتے تھے تو قم کے لوگ ان کو بھگادیتے تھے۔ (۲)

یہاں کے بہت سے لوگوں نے ائمہ اطہار کی خدمت میں حاضری دی ہے اور ان بزرگوں سے کسب فیض کیا ہے اور مسلسل ائمہ سے رابطہ میں رہے ہیں ۸۲ھ میں ابن اشعث کی شورش حجاج کے مقابلہ میں ناکام ہو گئی اور وہ کابل کی جانب فرار کر گیا، (۳) اس کی

(۱) ابو الفرج اصفہانی ، مقاتل الطالبین ، ص ۲۳۸

(۲) رجال بن داؤد ، فتوحات الرضی ، ص ۲۴۰-۲۴۰

(۳) مسعودی علی بن حسین ، مروج الذهب ، فتوحات موسسہ الاعلیٰ مطبوعات ، بیروت ، ۱۴۱۱ھ ، ج ۳ ص ۱۲۹

فوج میں بعض شیعہ بھی موجود تھے، منجملہ عبداللہ، احوص، نعیم، عبدالرحمن اور اسحاق، سعد بن مالک بن عامر اشعری جو ابن اشعث کی شکست کے بعد قم کی طرف آگئے، وہاں سات گاؤں تھے ان میں ایک گاؤں کا نام کمندان تھا یہ سارے بھائی اس گاؤں میں ساکن ہو گئے اور ان کے رشتہ دار اور رشتا ان سے ملحق ہوتے گئے اور رفتہ رفتہ یہ تمام دہات آپس میں مل گئے اور سات محلوں کی طرح ہو گئے ان سب کو کمندان کہا جانے لگا آہستہ آہستہ آگے کے حروف کم ہوتے گئے اور ترنیم ہو کر عربی میں قم ہو گیا۔ (۱) اس کے بعد قم شیعوں کا ایک اہم مرکز ہو گیا اور شیعہ خصوصاً علوی ہر جگہ سے یہاں آئے اور قم میں ساکن ہو گئے، (۲) دوسری صدی ہجری کے آخر میں حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہا کی تشریف آوری سے اس شہر کی تاریخی عظمت بڑھ گئی اور معصومہ (س) کے آنے کی برکت سے اس شہر کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ بغداد: دوسری صدی ہجری ۲۵ھ میں خلیفہ عباسی کے دوسرے خلیفہ منصور کے ذریعہ اس شہر کی بنا رکھی گئی اور بہت جلدی شیعوں کا مرکز ہو گیا، (۳) اس چیز کو امام کاظم کی تشیع جنازہ میں پوری طرح ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، شیعوں کے ازدہام اور جم غفیر کی

(۱) یاقوت حموی، شہاب الدین ابی عبداللہ، معجم البلدان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۷ھ، ج ۷، ص ۸۸

(۲) ابن طباطبائی، ابو اسماعیل بن ناصر، مقابلات اللطالین، ترجمہ، محمد رضا عطائی، انتشارات آستان قدس رضوی، طبع اول، ۱۳۷۲ھ، ص

۳۳۳-۳۳۹

(۳) حموی یاقوت بن عبد اللہ، معجم البلدان، دار احیاء التراث العربی، بیروت ج ۲ ص ۳۶۱

بنا پر عباسی خوف زدہ ہو گئے، سلیمان بن منصور، ہارون کا چچا لوگوں کے غصہ کو کم کرنے کے لئے پابریہ تشیع جنازہ میں شریک ہوا

(۱)۔

بغداد کی بنیاد عراق میں رکھی گئی اور عراق کے اکثر لوگ شیعہ تھے اگرچہ ابتدا میں یہ ایک فوجی و سیاسی شہر تھا، مرور زمانہ کے ساتھ

ساتھ جہان اسلام کی علمی مرکزیت یہاں منتقل ہوگئی اور کوفہ بصرہ مدائن کے شیعہ یہاں ساکن ہو گئے، اور مختصر سا زمانہ گزرنے کے بعد یہاں کی آبادی بہت زیادہ ہوگئی رفتہ رفتہ غنیمت صغریٰ کے بعد شیعہ مذہب کی علمی مرکزیت بھی یہاں منتقل ہوگئی اور آل بویہ کی شیعہ حکومت کے سائے میں وہاں تشیع نے مزید رونق حاصل کی، اس کے بعد شیخ طوسی نے شیعی مرکزیت کو نجف منتقل کیا۔

(ج) تیسری صدی ہجری میں شیعہ نشین علاقے

تیسری صدی ہجری میں شیعوں کی جغرافیائی صورت حال کو دو طریقہ سے مورد بحث قرار دیا جا سکتا ہے: اسلامی سرزمین میں شیعہ حکومتوں کی تشکیل، ۲۵۰ھ میں علویوں نے طبرستان میں حکومت تشکیل دی، (۲) تیسری صدی ہجری کے اواخر میں سادات حسنی نے یمن میں زیدیوں کی حکومت تشکیل دی، ۲۹۶ھ میں فاطمی حکومت شمال افریقہ میں تشکیل پائی، (۳) اگرچہ یہ حکومتیں شیعہ اثنا عشری کے مبنی اور اصولوں پر استوار نہیں تھیں اس

(۱) امین سید محسن، اعیان الشیعہ، دار التعارف للمطبوعات، بیروت، ج ۱ ص ۲۹

(۲) ابی محمد بن جریر طبری تاریخ طبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم، ۱۴۰۸ھ ج ۵ ص ۳۶۵

(۳) جلال الدین سیوطی، تاریخ الخلفاء، مشورات الرضی، طبع اول، ۱۴۱۰ھ ج ۱ ص ۵۲۲

کے باوجود ان حکومتوں کا وجود ان علاقوں اور سرزمینوں پر فروغ شیعیت کے لئے ایک سنگ میل قرار پایا، زیدیوں اور امامیوں نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔

دوسرا راستہ ان مناطق کی فرست ہے جہاں ائمہ اطہار کے وکیل تھے، وکالت کا نظام امام صادق کے دور سے شروع ہوا اور امام ہادی، و امام حسن عسکری کے زمانے میں یہ نظام اپنے عروج پر تھا اور پوری طرح سے اس کی فعالیت جاری و ساری تھی جن

مناطق میں ائمہ کے وکلا تھے وہ حسب ذیل ہیں: ابواز، ہمدان، سیستان، بستری، بصرہ، واسط، بغداد، مصر، یمن، حجاز، مدائن۔ (۱)



البتہ تیسری صدی ہجری کے آخر میں کوفہ، قم، سامرہ اور نیشاپور اہم ترین شیعہ شہروں میں شمار ہونے لگے، ان جگہوں پر شیعہ فقہ کی تدریس ائمہ معصومین کی احادیث کی بنیاد پر ہوتی تھی، ہاں تیسری صدی ہجری کے بعد کوفہ کی رونق کم ہو گئی اور آہستہ آہستہ بغداد نے اس کی جگہ لے لی آل بویہ کے وہاں آنے سے نیز بزرگان شیعہ جیسے شیخ مفید سید مرتضیٰ، سید رضی، شیخ طوسی کے وجود سے بغداد کے حوزہ علمیہ کو مزید فروغ ملا۔

بغداد میں شیعہ نفوذ کے بارے میں آدام مسز جو تھی صدی ہجری کے حوالہ سے لکھتا ہے: بغداد جو تمام جہت سے اسلام کا پایہ تخت تھا اور ہر طرح کے فکری نظریات کا دریا وہاں موجزن تھا تمام مذاہب کے طرفدار وہاں موجود تھے جن میں دو گروہ سب سے زیادہ قوی اور حد سے زیادہ متعصب تھے، ایک حنبلی دوسرے شیعہ، طرفدار ان شیخ بازار کرخ کے اطراف میں منظم طریقہ سے مقیم تھے اور چوتھی صدی ہجری کے آخر میں پہل

(۱) پور طباطبائی، مجید تاریخ عصر غیبت، مرکز جهانی علوم اسلامی، ص ۱۱۹ کے اس طرف باب الطاق میں بھی آباد ہو گئے دجلہ کے غرب میں خصوصاً باب بصرہ میں ہاشمیوں (سادات عباسی) نے ایک طاقتور اور قوی دستہ تشکیل دیا تھا، جو شیعوں سے شدید دشمنی رکھتا تھا یا قوت لکھتا ہے:

باب البصرہ کے محلے میں رہنے والے کرخ و قبلہ کے درمیان سب سنی حنبلی ہیں بائیں ہاتھ اور جنوب کے محلے میں بھی سنی ہیں لیکن کرخ کے تمام افراد شیعہ امامیہ میں اور ان کے درمیان سنیوں کا وجود نہیں ہے۔ مؤرخین کے مطابق بغداد کے شیعوں نے ۳۱۳ھ میں سب سے پہلے مسجد براثا میں اجتماع کیا وہاں کے خلیفہ کو یہ خبر ہو گئی کہ ایک گروہ خلفا پر لعنت کرنے کے لئے وہاں جمع ہوا ہے حاکم کے حکم کے مطابق روز جمعہ ناز کے وقت اس جگہ کا محاصرہ کر لیا گیا اور تیس نازیوں کو گرفتار کر کے ان کے بارے میں چھان بین کی گئی، ان کے پاس ایک سفید مٹی کی سجد گاہ برآمد ہوئی کہ جس پر امام کا نام

مقتول تھا، ۳۲ھ سردار ترک میں علی بن یلیق نے حکم دیا کہ معاویہ اور یزید پر مفروں سے لعنت کی جائے، سنیوں نے اس کے خلاف شورش برپا کی، جن کی عنان حنبلیوں کے پیشوا اور ان کے دوستوں کے ہاتھ میں تھی، حنبلیوں کی فتنہ انگیزی کی وجہ سے ۳۳ھ میں بغداد میں یہ قانون پاس کیا گیا کہ دو حنبلی ایک جگہ جمع نہ ہو سکتے اور خلیفہ نے ایک خط لکھا جس میں حنبلیوں کی غلطیوں کی سزا معین کی (۱) اور یہ چیز مشہور ہو گئی۔

(۱) آدم مستزاد اسلامی درقرن چہارم ہجری، ترجمہ علی رضا ذکاوتی قراگز لو، انتشارات امیر کبیر، تہران، طبع دوم ۱۳۶۴ ہجری، ص ۸۶، ۸۵

قبائل کے درمیان تشیع کے اصولی طور پر عدنانیوں کے مقابلہ میں قحطانی قبائل میں حضرت علی کے چاہنے والے اور ان کے شیعہ زیادہ تھے اور قحطانیوں کے درمیان تشیع کو زیادہ فروغ ملا امیر المؤمنین کے دور خلافت میں آنحضرت کے سرکردہ افراد اور سپاہی نیز اہل شیعہ جنوب عرب کے قبائل اور قحطانی تشکیل دیتے تھے، جیسا کہ حضرت نے ایک رجز میں صفین کے میدان میں اس طرح فرمایا:

انا	الغلام	القرشی	المؤمن
الماجد	الابيض	لیث	کاشطن
میں امین اور بزرگوار	قریش کا ایک جوان ہوں سفید رو اور مثل شیر ہوں۔		
یرضی	بہ	السادة	من اہل الہمن

من ساکنی نجد ومن اہل عدن (۱)

اہل یمن کے بزرگ اور عدن کے رہنے والے اس سے راضی ہیں۔

اسی طرح پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد اصحاب پیغمبر کے درمیان علی کے طرفداروں میں سب سے زیادہ انصار تھے جو اصل

میں قحطانی تھے اور علی کے ساتھی مدینہ سے جل تک انصار ہی تھے۔ (۲)

ابن عباس نے بھی امام حسین سے کوفہ کی جانب کوچ کرتے وقت کہا تھا: ”اگر اہل عراق آپ کے خواہاں ہیں اور آپ کی مدد

کے لئے آمادہ ہیں تو ان کو لکھ بھیجے کہ میرے دشمن

(۱) ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، موسسہ انتشارات علامہ، قم، ج ۳، ص ۱۷۸

(۲) بلاذری، انساب، الاشراف، ج ۳، ص ۱۶۱

کو باہر نکال دیں، اس کے بعد آپ وہاں جائیں ورنہ آپ یمن کی جانب رحلت کریں کیونکہ وہاں ایسے پہاڑ اور قلعے ہیں جو عراق میں

نہیں ہیں یمن ایک بزرگ سرزمین ہے اور وہاں آپ کے والد کے شیعہ موجود ہیں، اس جگہ آپ اپنے مبلغین کو اطراف میں بھیجئے

تاکہ لوگ آپ کی طرف آئیں، امام حسین کے اصحاب بھی بنی ہاشم اور چند غفاریوں کے علاوہ سب یمنی قبائل میں سے تھے۔ (۱)

جیسا کہ مسعودی کا بیان ہے:

اصحاب پیغمبر میں صرف چار افراد حضرت امام حسین کے ساتھ شہید ہوئے اور یہ چاروں افراد انصار میں سے تھے۔ (۲)

انصار کا اہتمام بھی قبائل یمن کے ساتھ معلوم ہے اس کے برخلاف اشراف قریش، علی اور خاندان علی کے دشمن تھے (جن

طرحے پیغمبر کے دشمن تھے) ان کے درمیان دوست بہت کم تھے یہاں تک وہ قبائل جن کا قریش کے ساتھ نزدیکی رابطہ تھا وہ

بھی ہمیشہ علی کے مخالفین کی صف میں کھڑے ہوتے تھے مثل قبیلہ ثقیف اور اہل طائف کہ جو جنگ صفین میں اور اس کے بعد

معاویہ کے طرفدار تھے، جس وقت معاویہ نے بسر بن ارطاة کو حجاز اور یمن کی غارت گری کے لئے بھیجا اور جس وقت وہ طائف کے نزدیک پہنچا تو مغیرہ بن شعبہ اس کے استقبال کے لئے آیا اور کہا: خدا تجھے جزائے خیر دے، تو دشمن کے ساتھ سخت گیر اور دوستوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہے اس کی خبر مجھ کو ملی ہے،“ بسر نے کہا: اے مغیرہ! میں چاہتا ہوں کہ اہل طائف پر دباؤ ڈالوں تاکہ معاویہ کی بیعت

(۱) کلبی، جمرہ، النسب، عالم الکتب، بیروت، ص ۸۸

(۲) مسعودی، علی بن الحسین، مروج الذهب، بیروت، ۱۱۴ھ، ج ۳، ص ۷۴

کریں، مغیرہ نے کہا: جو برتاؤ تو نے دشمنوں کے ساتھ کیا وہی برتاؤ تو دوستوں کے ساتھ کیوں کرنا چاہتا ہے ایسا کام انجام دے ورنہ سب تیرے دشمن ہو جائیں گے۔ (۱)

بنی ہاشم کے علاوہ قریش کے معدودے چند افراد حضرت علی کے ساتھ تھے جیسے محمد بن ابی بکر اور ہاشم مرقال اگرچہ قریش کے ان اندھیروں اور ظلمتوں کے درمیان کچھ لوگ حضرت علی کے ساتھ تھے۔ مثلاً خالد بن ولید جو دشمن امیر المومنین میں سے تھا اس کا بیٹا ماجر بن خالد صفین میں حضرت کے سپاہیوں میں تھا، یا عبداللہ بن ابو حذیفہ معاویہ کے ماموں کا بیٹا حضرت علی کے مخلص

شیعوں میں سے تھا اور آخر میں معاویہ کے سپاہیوں کے ہاتھوں شہید ہو گیا، یمن کے تمام قبیلوں میں علی کے دوست اور طرفدار موجود تھے مثلاً قبائل کندہ، نخع، ازد، جہینہ، حمیر، بجیلہ، خثعم، خزاعہ، حضرموت، ہزج، اشعر، طلی، سدوس، حمدان اور ریبہ، (۲) لیکن ان میں

دو قبیلہ حمدان اور ریبہ سب سے آگے تھے۔ (۳)

حمدانی زمانہ پہنچے ہیں ہی حضرت علی کے ذریعے اسلام لائے اور مسلمان ہو گئے تھے اور حضرت کے دوست نیز ان کے مخلص

شیعوں میں شمار ہوتے تھے، مسعودی کہتا ہے: صفین میں ان میں سے ایک آدمی بھی معاویہ کی فوج میں نہیں تھا۔ (۴)

حضرت علیؑ نے حمدان کے بارے میں فرمایا:

(۱) شیدی، دکتور سید جعفر تاریخ تحلیل اسلام تا پایان امویان، مرکز نشر دانش گاہی، تہران ۱۳۶۳ھ، ص ۱۳۷

(۲) احمد بن محمد بن خالد البرقی، رجال برقی، موسسہ التیوم ص ۳۷ ج ۲۰، ابن ابی الحدید شرح نج البلاغ، دار احیاء الکتب العربیہ قاہرہ

ج ۳، ص ۱۹۳

(۳) ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالب، موسسہ انتشارات علامہ، قم ج ۳، ص ۱۷۸

(۴) مسعودی مروج الذهب، ثورات مؤسسۃ الاعلیٰ للمطبوعات، بیروت ج ۳، ص ۹۹

و لو کنت بوأ باعلیٰ باب الحجۃ

لقلت حمدان ادخلوا بسلام (۱)

اگر میں بہشت کا دربان رہا تو قبیلہ حمدان سے کہوں گا کہ سلامتی کے ساتھ داخل ہو جائیں۔

معاویہ حمدانیوں سے دلی دشمنی رکھتا تھا وہ صفین میں ایک دن میدان میں آیا اور یہ اشعار پڑھے:

لا عیش الا فلق الہام

من ارحب ویشکر ویشام

زندگی نہیں چائے مگر اس لئے کہ حمدان کے قبیلوں میں سے یشکر و یشام اور ارحب کے سروں کو جدا نہ کر دوں۔

قوم ہم اعداء اہل الشام

کم من کریم بطل حمام

وہ لوگ جو شام والوں کے دشمن ہیں ان میں بہت سے لوگ کریم النفس بلند مرتبہ نیز شجاع و بہادر ہیں۔

و کم قتل و جر بیج ذام  
 کذلاً حرب السادة اکلرام  
 اگر چہ ان میں سے کتنے مر گئے ہیں اور مجروح و معلول ہو گئے ہیں لیکن

(۱) بلاذری، انساب، الاشراف، منشورات مؤسسۃ الاعلمی بیروت، ج ۲، ص ۳۲۲

ہاں بہادروں کی جنگ اسی طرح ہوتی ہے۔  
 اس وقت سعد بن قیس نے اس رجز کو پڑھتے ہوئے کہا:  
 لا ہم رب اعل والمحرام  
 لا تجمل الملاء لائل الشام

اے حل و حرام کے پروردگار! حکومت کو اہل شام کے لئے قرار نہ دے،  
 ہاتھ میں نیزہ لئے آگے بڑھے اور معاویہ پر حملہ کیا معاویہ وہاں سے فرار ہو کر لشکر شام میں داخل ہو گیا اور ذوالکلاع (جو شام کے لشکر  
 کا ایک کمانڈر تھا) کو سعد بن قیس کے مقابلہ کے لئے بھیجا تاہم شب ان کے درمیان جنگ جاری رہی، آخر میں اہل شام نے اپنی  
 شکست قبول کر لی اور فرار ہو گئے اس وقت امیر المؤمنین نے ان کی توثیق کے لئے یہ اشعار پڑھے:

فوارس من حمدان لیوا بعزل  
 غداة الوغی من شاکر و شام

حمدان کے شہ سوار جو شاکر و شام کے قبائل میں سے تھے وہ جنگ کی صبح تک سست نہیں ہوئے۔

یتودھم حامی الحقیقۃ ماجد  
 سعید بن قیس والکریم محام  
 حقیقت کے حامی و طرفدار عظیم شخص سعد بن قیس ان کی کمانڈری کرتے ہیں اور شریف لوگوں کی انہیں حمایت حاصل ہوتی ہے۔

جزی اللہ حمدان ابنان فانحم  
 سحام الحدی فنی کل یوم حام (۱)  
 خدا قبیلہ حمدان کو بہشت عطا کرے اس لئے کہ جنگ کے دنوں میں یہ دشمنوں کے قلب کے لئے نیزہ و تیر ہیں۔  
 اس طرح فوج شام کی جانب سے حمدان کے خلاف جنگ صفین میں پڑھے جانے والے اشعار کو ملاحظہ کریں، مثلاً عمرو عاص صفین کے دن قبیلہ حمدان کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

الموت یشاہ من القوم الانف

یوم حمدان ویوم  
 موت کو اس قوم کے ذریعہ دعوت دینا ہے ایک روز قبیلہ حمدان کامیاب ہیں اور ایک روز صدف۔

و فی سدوس نخو ماخرف

نضربھا بالیف حتی ینصرف

قبیلہ سدوس بھی انہیں کی طرح ہیں جب تک وہ بوڑھے نہ ہو جائیں ہم ان کو تلوار سے قتل کرتے رہیں گے یہاں تک کہ حالات

بدل جائیں -

(۱) ابن شمر آشوب، مناقب آل ابی طالب، موسسہ انتشارات علامہ، رقم ج ۳، ص ۱۷۰، ۱۷۱

و تیمم مثلھا اویعترف (۱)

تیمم کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ کریں گے مگر یہ کہ وہ اطاعت قبول کر لیں۔

قبیلہ حمدان کی چند عورتوں نے بھی صفین میں امیر المومنین کے سپاہیوں کو معاویہ کے مقابلہ میں جوش دلایا، جیسے سودہ حمدانیہ، زرقاء

حمدانیہ جو عدی بن قیس کی بیٹیاں ہیں۔ (۲)

سودہ نے اپنے باپ کو مخاطب قرار دے کر کہا:

شمر کفعل ایئ یا بن عمارۃ

یوم الطعان و ملتقی الاقران

اے عمارہ کے فرزند! میدان کارزار اور جنگ کے دنوں میں اپنے باپ کے مانند آستین ہمت چڑھا اور اپنے دشمن سے جنگ کر۔

والنصر علیاً و الحسین و رحطہ

واقصد لھذوا، نھا

علی اور حسین نیز ان کی قوم کی مدد و نصرت کر، ہذا اور اس کے بیٹوں کو ذلت اور اہانت کا مزا چکھا۔

ان الامام اخا النبی محمد

علم الھدی و منارہ لایمان

(۱) بلاذری، انساب، الاشراف، ج ۲، ص ۳۲۳

(۲) ابن عبد ریب، العقد الفرید، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۹ھ، ج ۱، ص ۱۳۵-۱۳۷



بیشک حضرت علیؑ نبی محمدؐ کے بھائی میں جو ہدایت کی علامت اور ایمان کے روشن منارہ میں۔

قدم اچوش و سر امامم لواء

قدمابيض صارم وسان (۱)

لشکر کے آگے بڑھو اور آگے بڑھ کر چلتے نیزوں اور خون آشام تلواروں کے پرچم لہراؤ۔

معاویہ ان سے دشمنی رکھتا تھا حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد معاویہ نے ان کو شام بلایا اور ان کے اشعار کی وضاحت چاہی اور ان

کی سر زنش کی۔ (۲)

دوسرا یعنی قبیلہ کہ جس میں شیخان علیؑ بہت زیادہ تھے قبیلہ ربیعہ تھا جیسا کہ برقی نے یاران و شیخان علیؑ کو شمار کیا ہے اور بعض

اصحاب علیؑ کو قبیلہ ربیعہ سے مخصوص کیا ہے جبکہ باقی یعنی شیعوں کو ایک دوسرے حصہ میں ذکر کیا ہے۔ (۳)

حضرت علیؑ نے جن وقت سنا کہ قبیلہ ربیعہ کے چند افراد عائشہ کے سپاہیوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے تو آپ نے فرمایا:

یالحنف نفسی علی ربیعۃ ربیعتا لنامتالمطیعة (۴)

ربیعہ پر افسوس کہ ربیعہ فرمانبردار اور مطیع میں۔

(۱) ابن عبد ربیعہ العقد الفرید، دار اجیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۹ھ ج ۱ ص ۳۳۲

(۲) ابن عبد ربیعہ العقد الفرید، دار اجیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۹ھ ج ۱ ص ۳۳۵

(۳) احمد بن محمد بن خالد البرقی، رجال برقی، موسسة القیوم، ص ۳۷

(۴) زبیر بن بکار الاخبار الموفیات، ثورات شریف الرضی، قم، ۱۳۶۱ھ ص ۱۵۹

معدوی کا بھی بیان ہے کہ ربیعہ کی تعریف کے بارے میں حضرت علیؑ کی بہت سی تقریریں ہیں کیونکہ وہ حضرت علیؑ کے انصار

بہدگار ، اور ان کے ارکان میں شامل تھے جنگ صفین میں رعبہ کے بارے میں حضرت نے فرمایا :

لمن رایۃ سوداء یحقق نطلھا  
اذا قیل قدمھا حصین تقدماً

اگر کوئی سیاہ پرچم لہرا رہا ہو تو ان سے کہا جاتا ہے کہ پرچم لیکر آگے بڑھو ۔

فیوردھا فی نصف حتی یعلھا

جیاض المنا یا تقطر الموت والدما

پھر وہ اس کو نصف میں شامل کرتے ہیں تاکہ وہ نیزوں سے آگے بڑھ جائیں کہ جس سے موت اور خون کے قطرے ٹپکتے ہیں ۔

جزی اللہ قوماً قاتلوا فی لقا ة

لدی الموت قدماً اعروا کرما

خدا اس قوم کو جزا دے جو جنگ کے وقت لڑتی ہے اور موت کا سامنا کرتی ہے، اور کبھی بھی نیکیوں سے منہ نہیں موڑتی۔

واطیب اخباراً و اکرم شیعۃ

اذا کان اصوات الرجال تغمغھا

لباس کے اعتبار سے، اچھی علامت کے اعتبار سے خوب صورت میں جب میدان جنگ میں ان کی لکار گونجتی ہے۔

رعبہ اعنی انھم اہل نجدۃ

وبأس اذا لاقوا انھیاعمر ما (۱)

میری مراد رعبہ ہے وہ لوگ طاقتور پہلوان کے مقابلہ میں شجاع اور بہادر ہیں ۔

رعبہ کے بزرگان میں سے ایک جمیل بن کعب ثعلبی تھے جن کا علی کے شیعوں میں شمار ہوتا تھا جب معاویہ نے ان کو اسیر کیا تو

ان سے کہا کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ خدا نے مجھ کو ایسے انسان پر مسلط کیا کہ جس نے ایک گھنٹہ کے اندر میرے بہت سے ساتھیوں کو قتل کیا تھا۔ (۲)

شقیق بن ثور سدوسی نے بھی قبیلہ ربیعہ کو صفین میں اس طرح سے خطاب کیا۔ اے گروہ ربیعہ! تمہارے لئے کوئی عذر نہیں ہے اگر علی قتل کر دیئے جائیں اور تم میں سے ایک شخص زندہ رہ جائے۔ (۳)

یزید کی موت کے بعد بھی اہل کوفہ نے عاملین بنی امیہ کو شہر سے نکال دیا، انہوں نے چاہا کہ کسی کو اپنا قائد اور امیر معین کریں، بعض نے مشورہ دیا کہ عمر بن سعد کو امیر قرار دیا جائے، مسعودی نقل کرتا ہے: اس موقع پر حمدان، بھلان، انصار، ربیعہ اور نخع کی عورتیں آئیں اور مسجد جامع میں داخل ہو گئیں وہ امام حسین پر گریہ کر رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں:

(۱) مسعودی ، مروج الذهب ، ج ۳ ص ۵۹

(۲) مسعودی ، مروج الذهب ، ج ۳ ص ۶۰

(۳) بلاذری ، انساب الاشراف ، ثورات مؤسسة الاعلیٰ للطبوعات ، ج ۲ ص ۳۰۶

کیا یہ کافی نہیں ہے کہ عمر بن سعد نے امام حسین کو قتل کیا ہے اور اب وہ ہمارا امیر بننا چاہتا ہے، یہ باتیں مین کر کے لوگوں کو رلا رہی تھیں اور مردوں کو اس بات پر آمادہ کر رہی تھیں کہ عمر بن سعد کی حمایت نہ کریں۔ (۱)

(۱) بلاذری ، انساب الاشراف ، ج ۲ ص ۳۰۶

فصل

پہچٹی



فرق

مختلف

اندر

کے

شیع

ترجمہ تحریک  
Translation Movement

شیعہ کے اندر مختلف فرقے

شیعوں کے اہم ترین گروہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں پیدا ہوئے ہیں اور دوسری صدی ہجری کے تمام ہونے تک کوئی خاص تفریق نظر نہیں آتی اسی وجہ سے صاحبان مل و نخل نے واقعہ کے مقابلہ میں شیعہ امامیہ کو کہ جو امام رضا کی امامت کے قائل ہیں انہیں قطعہ اور اثنا عشری کا نام دیا ہے نیز وہ امام رضا کے بعد امام زما تک کی امامت کے قائل ہیں۔ (۱)

البتہ پہلی صدی ہجری میں بھی اللہ تک یعنی امام حسین کی شہادت تک کوئی بھی نیا فرقہ شیعہ میں پیدا نہیں ہوا، اگرچہ شہرستانی نے فرقہ غلات سنیہ کو شیعہ فرقہ کی ایک شاخ جانا ہے کہ جو امام امیر المومنین کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے (۲) جبکہ خود ابن سنان کے شخص کے بارے میں شک و تردید کا اظہار کیا گیا۔ (۳)

(۱) شہرستانی کتاب مل و نخل، ہنورات الشریف الرضی قم، ۳۶۴ھ ش ج ص ۱۵۰

(۲) شہرستانی کتاب مل و نخل، ہنورات الشریف الرضی قم، ۳۶۴ھ ش ج ص ۱۵۵

(۳) عسکری، سید مرتضیٰ، عبد اللہ بن سباء و اساطیر اخری، طبع ہشتم ۱۳۱۳ھ ج ۲، ص ۳۲۸-۳۴۵

جب کہ خود رجال کثی نے کہا ہے: کچھ غالی افراد حضرت علی کے زمانہ میں بھی موجود تھے امام نے انہیں توبہ کرنے کا حکم دیا جب

انہوں نے توبہ نہیں کی تو آپ نے ان کو پھانسی دے دی۔ (۱)

امام حسن اور امام حسین مسلمانوں کے درمیان ایک خاص مقام و منزلت رکھتے تھے اور پیغمبر کی یکتا ذریت شمار ہوتے تھے،

شیعوں کے علاوہ عام مسلمان بھی انہیں خلافت کا سزاوار جانتے تھے، اس وجہ سے ان دو بزرگ شخصیتوں کے زمانہ میں امر امامت

سے متعلق کوئی شبہ پیش نہیں آیا اور کسی قسم کا فرقہ بھی وجود میں نہیں آیا امام حسین کی شہادت کے بعد شیعوں کے درمیان ہم بہت سے

فرقوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور جو فرقہ نکلے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

کیسانہ: یہ فرقہ محمد حنفیہ کی امامت کا معتقد ہے۔

زیدیہ: یہ فرقہ زید بن علی کی امامت کا معتقد ہے۔

ناوویہ: یہ فرقہ امام صادق کی غیبت اور ان کی مہدویت کا قائل ہے۔

فطیحہ: امام صادق کے فرزند عبد اللہ افضح کی امامت کا قائل ہے۔

اسماعیلیہ: امام صادق کے فرزند اسماعیل کی امامت کا قائل ہے۔

ظہیہ: یہ لوگ معتقد ہیں کہ امام صادق نے موسیٰ بن ظہی کی امامت کی تاکید و سفارش کی ہے۔

اقصیہ: یہ لوگ قائل ہیں کہ امام صادق نے موسیٰ بن عمران اقصی کی امامت کی

(۱) شیخ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال، موسسہ آل الیث، الاحیاء التراث، قم، ۱۴۰۲ھ ج ۱ ص ۳۲۵

تاکید کی ہے -

یرمعیہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام صادق نے یرمع بن موسیٰ کی امامت تاکید کی ہے۔

تمیمیہ: یہ لوگ قائل ہیں کہ امام صادق نے عبد اللہ بن سعد تمیمی کی امامت کی تاکید فرمائی ہے۔

جدیہ: یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام صادق کا جانشین ابی جعدہ نامی شخص تھا۔

یعقوبیہ: یہ لوگ موسیٰ بن جعفر کی امامت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ فرزند ان امام صادق کے علاوہ بھی امامت کا پایا جانا ممکن ہے۔

ن کے بڑے لیڈر کا نام ابو یعقوب تھا۔

مطورہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے امام کاظم پر توقف کیا اور کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ حضرت دنیا سے گئے یا نہیں؟۔ (۱)

واقعیہ: یہ لوگ قائل ہیں کہ امام کاظم با حیات ہیں اور قیامت تک با حیات رہیں گے۔ (۲)

البتہ ان فرقوں میں سے بعض چھوٹے فرقے اور بھی نکلے ہیں مثلاً کیسانیہ کہ جو محمد حنفیہ کی امامت کے قائل تھے ان میں دو گروہ تھے

کچھ قائل ہیں کہ محمد حنفیہ امام حسین کی امامت کے بعد امام ہوئے اور کچھ کہتے ہیں محمد حنفیہ اپنے والد حضرت علی کے بعد امام تھے،

ان کے بعد امامت کو ان کے بیٹے ابو ہاشم کی طرف نسبت دیتے ہیں، اس میں بھی چند گروہ

(۱) ابن یثم الجبرانی، حیثم بن علی، النجاة فی القیامۃ فی تحقیق امر الامامۃ مجمع الفکر الاسلامی، قم طبع اول، ص ۱۴۲-۱۴۳

(۲) شہرستانی، کتاب ملل و نحل، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۳۶۴ھ، ج ۱، ص ۱۵۰

میں، ایک گروہ معتقد تھا کہ ابو ہاشم نے محمد بن علی عباسی کی امامت کی تاکید کی تھی، دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ ابو ہاشم نے اپنے بھائی

علی بن محمد حنفیہ کی امامت کی تاکید کی تھی، تیسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ابو ہاشم نے اپنے بھتیجے حسن بن علی کو اپنا جانشین بنایا تھا، جو تھا گروہ معتقد تھا کہ ابو ہاشم نے عبداللہ بن عمرو کندی کی امامت کے بارے میں تاکید کی تھی۔ (۱)

زیدیہ بھی تین بنیادی گروہوں میں تقسیم ہوتے ہیں: (۲)

جارودیہ: یہ لوگ حضرت رسول اکرم کے بعد حضرت علی کو خلافت کا مستحق جانتے ہیں اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ پیغمبر نے حضرت علی کو ان کے اوصاف کے ساتھ لوگوں کو پہنچوایا نہ کہ نام کے ساتھ لوگوں نے ان کو پہچاننے میں کوتاہی کی اور ابو بکر کو اپنے اختیار سے چنا اور کفر اختیار کیا۔

سلیمانیہ: یہ لوگ قائل ہیں کہ امام کا انتخاب شوری کے ذریعہ ہوتا ہے یہ لوگ فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت کو جائز جانتے ہیں، اسی بنا پر ابو بکر و عمر کی خلافت کو جائز جانتے ہیں ان کا خیال ہے کہ امت نے حضرت علی کا انتخاب نہ کر کے خطا کی ہے لیکن فرق کی مرتکب نہیں ہوئی یہ لوگ عثمان کو بھی کافر جانتے ہیں۔ (۳)

(۱) شریستانی کتاب مل و نخل، نشورات الشریف الرضی قم، ۳۶۴ھ ش، ج ۱ ص ۱۳۱۔ ۱۳۵

(۲) وہ ابی جارود کے اصحاب زیاد بن ابی زیاد تھے اس وجہ سے ان کو جارودیہ کہتے ہیں

(۳) ان کا رہنا ایک شخص سلیمان بن جریر تھا، اس وجہ سے اس فرقہ کو سلیمانہ کہا گیا۔

بتزیہ: ان کے عقائد بھی سلیمانہ کی طرح ہیں، صرف اس فرق کے ساتھ کہ عثمان کے بارے میں یہ توقف کے قائل ہیں۔ (۱)

فرقہ اسماعیلیہ بھی تین گروہ میں تقسیم ہو گیا:

ایک فرقہ قائل ہے کہ امام صادق کے بعد ان کے فرزند اسماعیل امام ہیں اور وہ ابھی تک زندہ ہیں اور وہی مہدی موعود ہیں۔

دوسرا فرقہ قائل ہے کہ اسماعیل دنیا سے جا چکے ہیں ان کے بیٹے محمد امام ہیں اور وہ غائب ہیں ایک دن ظاہر ہوں گے اور دنیا کو



عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

تیسرا فرقہ بھی دوسرے فرقہ کی طرح محمد بن اسماعیل کی امامت کا قائل ہے فرقہ صرف یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ محمد دنیا سے رخصت ہو گئے اور امامت ان کی نسل میں باقی ہے۔ (۲)

ان میں سے بہت سے فرقے زیادہ دنوں تک باقی نہیں رہے بلکہ ان پر فرقہ ہونے کا اطلاق بھی مشکل سے ہوگا جو اپنے قائد کی موت کے بعد نابود ہو گئے اور انہیں سیاسی و اجتماعی میدانوں میں ان کا کوئی خاص کردار نہیں رہا ان فرقوں میں سے تین فرقہ کیسائیہ زیدیہ، اسماعیلیہ پہلی دوسری اور تیسری صدی ہجری میں پائدار تھے البتہ فرقہ اسماعیلیہ اگرچہ دوسری صدی میں امام صادق کی شہادت کے بعد پیکر تشیع سے جدا ہو گیا تھا لیکن تیسری صدی ہجری کے نصف تک ان میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی تھی ان

(۱) کثیر النوی، بہتر نام کا شخص ہے اس وجہ سے یہ، بہتر یہ کہلائے (شہرستانی، کتاب ملل و نحل، منشورات الشریف الرضی قم، ۱۳۶۴ھ

ش، ج ۱، ص ۱۴۰-۱۴۲)

(۲) خراسانی تاریخ و عقائد فرقہ آقا خانہ: ص ۲-۳

کیپٹو خفیہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ (۱)

پہلی صدی ہجری میں شیعہ امامیہ کے بعد زید کے خروج تک کیسائیہ ایک موثر ترین شیعہ فرقہ شمار ہوتا تھا، کیسائیہ فرقہ کا قیام مختار میں اہم

کردار رہا ہے اگر مختار کو کیسائیہ سے وابستہ نہ بھی جانیں تو بھی ان کی فوج میں بہت سے افراد کیسائیہ فرقہ پر قائم تھے۔ (۲)

اس فرقہ نے پہلی صدی ہجری کے آخر تک اپنی سیاسی کوشش کو جاری رکھا اور ابوہاشم عبد اللہ بن محمد نفس زکیہ جو اس فرقہ کے قائد

تھے انہوں نے پہلی مرتبہ لفظ داعی اور حجت کے لفظ کا اطلاق اپنے مبلغین کے لئے کیا اور بعد میں دوسرے فرقوں نے ان

الفاظ سے فائدہ اٹھا یا جیسے عباسی، زیدی، اسماعیلی اسی طرح سب سے پہلے انہوں نے ہی خفیہ تبلیغ و مبلغین کا نظام قائم کیا اس کے

بعد عباسیوں نے اس سے بھر پور فائدہ اٹھایا۔ (۳)

اموی خلیفہ سلیمان بن عبد الملک نے جس وقت اس کی طرف سے خطرہ کا احساس کیا اس کو شام بلا کر زہر دے دیا جب ابو ہاشم کو معلوم ہوا کہ ان کی زندگی کا خاتمہ ہونے والا ہے تو خفیہ طور پر بنی عباس میں سے اپنے چچا زاد بھائیوں کی رہائش (مقام حمیمہ) پر گئے اور اپنے چچا زاد بھائی محمد بن علی عباسی کو اپنا جانشین بنا دیا اور اپنے مبلغین اور فوج سے ان کی شناسائی کرائی۔ (۴)

(۱) خراسانی ، محمد کریم تاریخ و عقائد فرقہ آقا خانہ، تخیض و تنظیم ، حسین حسنی ، نشر المادسی ، ص ۴۳

(۲) سعودی علی بن الحسین ، مروج الذهب ، نشورات لاعلمی ، للمطبوعات بیروت ۱۴۱۱ھ ج ۳ ص ۹۱

(۳) مختار لیثی ڈاکٹر سمیرہ ، جہاد الشیعہ دار الجبل ، بیروت ، ۱۳۹۶ھ ص ۸۷

(۴) مقاتل الطالین، ابو الفرج اصفہانی، نشورات شریف الرضی، قم ۱۳۶۶ھ، ص ۲۴، ابن عبد ربہ اندلسی، احمد بن محمد، العقد الفرید،

دار احیاء التراث العربی ، بیروت، ۱۴۰۹ھ ج ۴ ص ۴۳۸

اس کے بعد بنی عباس نے کیسانیکہ کی قیادت کو اپنے کاندھوں پر لے لیا اور اپنی فعالیت و سرگرمی کو خراسان میں متمرکز کر دیا جیسا کہ  
ابو الفرج اصفہانی کا بیان ہے:

اہل خراسان معتقد ہیں کہ ابو ہاشم اپنے باپ کا جانشین تھا اور اس کے باپ نے وصایت کو اپنے باپ (حضرت علیؑ) سے ارث کے طور پر لیا تھا اور انہوں نے بھی محمد بن علی عباسی کو اپنا جانشین قرار دیا تھا اور محمد بن علی نے اپنے بیٹے ابراہیم کو امام بنایا اس طرح سے وہ بنی عباس میں اپنی جانشینی کو ثابت کرتے ہیں۔ (۱)

شہرتانی یہاں تک معتقد ہے کہ ابو مسلم خراسانی ابتدا میں کیسانی تھا لیکن بعد میں جب عباسی کامیاب ہو گئے تو اپنی مشروعیت کو یعنی اپنے جد عباس کی جانشینی کو رسول خدا سے وابستہ اور منسلک کر دیا کیسانیوں کی سیاسی اور اجتماعی فعالیت کو عبد اللہ بن معاویہ (کہ جو

جعفر طیار کی نسل سے تھے) کے قیام میں تلاش کیا جاسکتا ہے شہرستانی کا کہنا ہے: کیما نیوں میں سے کچھ عبد اللہ بن عمرو کندی کی جانشینی کے معتقد تھے اور جب لوگوں نے اس کی خیانت اور جھوٹ کو دیکھ لیا تو عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر طیار کی امامت کے قائل ہو گئے عبد اللہ بن معاویہ اور محمد بن علی کے ماننے والوں کے درمیان امامت کے سلسلے میں شدید اختلاف تھا

(۲)۔

فرقہ کیسا یہ کے بعد جو فرقہ سیاسی اور اجتماعی میدان میں بہت زیادہ فعال و سرگرم تھا وہ فرقہ زیدیہ ہے کہ جو قیام زید کے بعد وجود میں آیا یہ فرقہ شیعہ فرقوں میں سب سے زیادہ سیاسی رہا ہے اور تمام شیعہ فرقوں کی بہ نسبت اہل سنت کے اصول سے

(۱) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالین، ص ۱۲۵،  
 (۲) شہرستانی، کتاب مل و نخل، ج ۱، ص ۱۳۵

بہت زیادہ نزدیک تھا چنانچہ فرقہ زیدیہ بترہ ابو بکر و عمر و عثمان کی خلافت کو قبول کرنے کے ساتھ ساتھ عائشہ، طلحہ، زبیر کی تکفیر بھی نہیں کرتے

اسی وجہ سے فقہائے اہل سنت کی کافی تعداد نے محمد نفس زکیہ (کہ جو زیدی تھے) کے قیام کی تائید کی ہے۔ (۲)

فرقہ مرہ کے بزرگ معمر بن کدام نے محمد نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم کو کوفہ آنے کے لئے خط بھی لکھا تھا۔ (۳)

ابو حنیفہ مذہب حنفی کے امام محمد نفس زکیہ کے قیام میں شریک تھے اور لوگوں کو ان کی مدد کرنے کی ترویج کرتے تھے۔ (۴)

سعد بن عبد اللہ اشعری قبی فرقہ زیدیہ بترہ کے بارے میں کہتا ہے: انہوں نے ولایت علی۔ کو ولایت ابو بکر و عمر کے ساتھ مخلوط

کر دیا ہے، (۵) خاص کر اصول دین میں معتزلہ کے پیرو میں اور فروع دین میں ابو حنیفہ اور کچھ حد تک شافعی کی پیروی کرتے

میں۔ (۶)

مذہب زیدی یعنی تشیع بمعنی اعم بہت زیادہ، سنی عقائد سے معارض نہیں تھا اسی

(۱) شہرستانی، کتاب مل والنخل ، ج ۱، ص ۱۴۲

(۲) ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، ص ۲۴۷

(۳) ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، ص ۳۱۴

(۴) ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، ص ۳۱۴

(۵) اشعری سعد بن عبد اللہ، المقالات والفرق، مرکز انشادات علمی و فرہنگی، تہران، طبع دوم ۱۳۶۰ھ، ص ۱۰

(۶) شہرستانی کتاب مل و نخل، نشورات الشریف الرضی، قم، ۱۳۶۲ھ، ج ۱، ص ۱۴۳

بنا پر زیدیوں کے بعض قیام جیسے محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی ابراہیم کے قیام میں بہت سے علماء اہل سنت بھی شریک تھے اور جو شیعہ ان کے قیام میں ساتھ تھے ان کا خیال تھا کہ منجھ سبھی علوی قیام کے قائد و رہنما امام معصوم کی طرف سے منصوب ہیں، شاید شیعوں کے ان کے ارد گرد سے منتشر ہونے کی علت یہی ہو خلاصہ یہ کہ صرف زیدی پوری طرح ان رہبروں کے ساتھ باقی رہ گئے تھے مثلاً محمد نفس زکیہ کے بھائی ابراہیم بن عبد اللہ نے سعودی کے بقول زیدیوں کے چار سو افراد ہمراہ جنگ کی اور یہ چند لوگ ان کے ساتھ قتل ہوئے۔ (۱)

تیسرا فرقہ جو اجتماعی اور سیاسی میدان میں فعال و سرگرم تھا وہ فرقہ امام علیہ ہے یہ فرقہ دوسری صدی کے دوسرے نصف میں پیکر تشیع سے جدا ہو گیا لیکن تیسری صدی ہجری کے آخر تک اسے معاشرے میں کوئی خاص اہمیت و مقبولیت حاصل نہیں ہوئی اور اس کے قائدین ۹۶ھ یعنی مراش میں پہلے فاطمی خلیفہ عبید اللہ مہدی تک خفیہ زندگی بسر کرتے رہے اس وجہ سے اس فرقہ کے تشکل کے مراحل کا پوری طرح سے علم نہیں ہے، نو بخشی جو تیسری صدی ہجری میں موجود تھا اس نے ان کی پہلی فعالیت اور

سرگرمیوں کو غلات اور ابن الخطاب کی پیروی سے ربط دیا ہے۔ (۲)  
 ان کے عقائد بھی ابہام کی شکل میں باقی رہ گئے۔  
 سعودی اس بارے میں لکھتا ہے مختلف فرقوں کے متکلمین مثلاً شیخ، معتزلہ

(۱) سعودی، علی بن الحسین، مروج الذهب، فتوحات موسمہ الاعلیٰ للطبوعات، بیروت ۱۹۳۶ء، ج ۳ ص ۳۲۶

(۲) فرقہ الشیعہ المطبعتا حیدریہ، نجف ۳۵۵ء، ۱۹۳۶ء ص ۴۱

مرجہ اور خوارج نے اپنے فرقوں کی موافق میں اور اپنے مخالفین کی رد میں کتابیں لکھی ہیں۔۔۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی فرقہ  
 قرامطہ کے عقائد کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اور جنہوں نے ان کی رد بھی کی ہے جیسے قدامہ بن یزید النعمانی، ابن عبد الجرجانی، ابی  
 الحسن زکریا الجرجانی، ابی عبد اللہ محمد بن علی بن الرزاق الطائی الکوفی اور ابی جعفر الکلانی، ان میں سے ہر ایک اہل باطن کے عقائد کی  
 شرح کرتا ہے کہ جس کو دوسرے بیان نہیں کرتے ہیں اور خود اس فرقہ والوں نے ان مطالب سے انکار کیا ہے اور ان کی تائید  
 نہیں کی ہے، (۱) یہ چیز علت بنی کہ یہ لوگ مختلف مناطق میں متفاوت ناموں سے یاد کئے گئے۔

خواجہ نظام الملک نے اس بارے میں لکھا: ان کو ہر شہر میں ایک الگ نام سے یاد کیا جاتا تھا، حلب و مصر میں اسماعیلی، قم

ہکاشان، طبرستان اور سبزوار میں سبعی، بغداد اور ماوراء النہر میں قرمطی، ری میں خلفی اور اصفہان میں۔۔۔ (۲)

فاطمی حکومت بننے سے پہلے اسماعیلیوں نے سیاسی کوششیں کم کر دیں زیادہ تر توجہ تبلیغ و تربیت پر مرکوز رکھی اسی وجہ سے اسماعیلی

قائدین منجملہ محمد بن اسماعیل، عبد اللہ بن محمد، احمد بن عبد اللہ و حسین بن احمد نے ان علاقوں میں جیسے ری، ہماوند، دماوند، سوریہ، جبال،

قدحار، نیشاپور، دیلم، یمن، ہمدان، استنبول، اور آذربائیجان گئے انہوں نے ان مناطق میں اپنے چاہنے والوں اور مبلغین کو بھیجا (۳) یہ

وہ جگہیں تھیں جس کی بنا پر

(۱) التبیہ والاشراف ، دار الصاوی للطبع والنشر والتالیف قاہرہ ، ص ۳۴۱

(۲) یاسات نامہ، انشارات علمی و فرہنگی تہران ۱۳۶۲ھ ص ۳۱۱

(۳) جعفریان، رسول تاریخ شیخ در ایران از آغاز تا قرن ہفتم ہجری، سازمان تبلیغات اسلامی، طبع ۱۳۷۷، ۵، ۲۰۹، ۲۰۷

قرمطیوں اپنے کو فرقہ اسماعیلیہ سے فوب کیا اور اتنی وسعت اختیار کی کہ عباسیوں کا لشکر بھی ان کے آشوب کو خاموش نہیں کر سکا

(۱)۔

۲۹۶ھ میں فاطمی حکومت مراکش میں اسماعیلی مذہب کی بنیاد پر وجود میں آئی اور بہت سی اسلامی سر زمینوں کو عباسیوں کے ہاتھوں سے چھین لیا۔

شیعہ فرقوں کے وجود میں آنے کے اسباب بارہ اماموں کے اسماء مبارک احادیث نبوی میں وارد ہوئے ہیں اور پہلے دور کے شیعہ ان حضرات کو دیکھنے سے پہلے ان کے نام

جانتے تھے جیسا کہ پیغمبر کے وفادار صحابی جابر بن عبد اللہ انصاری نقل کرتے ہیں کہ جس وقت قرآن مجید کی یہ آیت: (یا ایھا الذین

آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم) (۲)

اے ایمان لانے والو! اللہ کی ، اس کے رسول کی اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔

نازل ہوئی تو میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کو پہچانتا ہوں اور ان کی اطاعت بھی کرتا ہوں

لیکن اولی الامر سے مراد کون لوگ ہیں جن کی اطاعت کو خدا وند عالم نے اپنی اور آپ کی اطاعت کے ساتھ ذکر کیا ہے؟ حضرت

نے

(۱) معودی، علی ابن الحسین، مروج الذهب، منشورات موسسه الاعلیٰ مطبوعات، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۱ھ، ۱۹۹۱ء ج ۴ ص ۲۹۷

(۲) سورہ نساء آیت ۵۹

فرمایا: اولی الامر سے مراد میرے جانشین اور میرے بعد کے پیشوا ہیں، ان میں سب سے پہلے علی بن ابی طالب اور ان کے بعد حسن ان کے بعد حسین ان کے بعد علی بن حسین ان کے بعد محمد بن علی جو تورات میں باقر کے نام سے معروف ہیں تم ان کی زیارت بھی کرو گے جس وقت تم ان کو دیکھنا میرا سلام کہنا، ان کے بعد جعفر بن محمد ان کے بعد موسیٰ بن جعفر ان کے بعد علی بن موسیٰ ان کے بعد محمد بن علی ان کے بعد علی بن محمد پھر ان کے بعد حسن بن علی اور ان کے بعد ان کا فرزند جو میرا بہنام اور جس کی کنیت میری کنیت ہوگی وہ امام ہوگا، اسی کے ذریعہ شرق و غرب فتح ہوں گے وہ لوگوں کی آنکھوں سے غائب ہوگا اس کی غیبت اتنی طولانی ہوگی جس کی وجہ سے لوگ اس کی امامت میں شک کریں گے سوائے ان لوگوں کے جن کے دلوں کو خداوند عالم نے ایمان کے ذریعہ پاک کیا ہے۔ (۱)

یہی جابر مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھ کر کہتے تھے اے باقر! علم آپ کہاں میں؟ لوگ کہتے تھے: جابر ہذیان بک رہا ہے۔ جابر کہتے تھے کہ میں ہذیان نہیں بک رہا ہوں بلکہ مجھ کو رسول اکرم نے خبر دی ہے کہ میرے خاندان میں سے ایک شخص جو میرا ہم نام اور میرا ہم شکل ہو گا تم اس کی زیارت کرو گے وہ علم کو شگافتہ کرے گا۔ (۲)

ائمہ معصومین نے بھی دلیلوں اور معجزوں کے ذریعہ اپنی حقانیت ثابت کی ہے اس

(۱) پیشوائی، حمدی، شخصیت ہای اسلامی، انتشارات توحید۔ قم ۱۳۵۹ ص ۶۳، تفسیر صافی سے نقل کیا ہے، ج ۱، ص ۳۶۶، کمال الدین

وتمام النعمت، ج ۱، ص ۳۶۵، طبع تهران، فارسی ترجمہ

(۲) شیخ طوسی اختیار معرفت الزجال، (رجال کشی) موسسه آل الیبت لاجیا التراث قم، ۴۰۴ھ ج :۱، ص ۲۱۸ کے باوجود بعض اسباب و عوامل اس بات کا باعث بنے کہ بعض شیعوں پر حقیقت مشتبہ ہوگئی اور وہ راہ (حق) سے منحرف ہو گئے ان عوامل کو ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں -  
(۱) اختناق (گھٹن)، اضطراب)

۳۰ھ کے بعد خاندان پیغمبرؐ اور ان کے چاہنے والوں پر اس قدر گھٹن کا ماحول چھایا ہوا تھا کہ شیعہ کے لئے ممکن نہیں ہو سکا کہ وہ اپنے اماموں سے رابطہ برقرار کریں اور ان کی ضروری معرفت حاصل کرتے پہلی صدی میں ۲۰ھ اور ابن زبیر (جو شیعوں کا دشمن تھا) کی شکست کے بعد حجاج بن یوسف بیس سال تک عراق و حجاز پر حاکم رہا اور شیعوں کو بہت زد و کوب کیا ان کو قتل کیا زندان میں ڈالا اور عراق و حجاز سے انہیں فرار ہونے پر مجبور کیا۔ (۱)  
امام مجاہد تقیہ میں تھے اور شیعہ معارف کو دعاؤں کی شکل میں بیان کرتے تھے فرقہ کیسانہ اسی زمانہ میں رونما ہوا، امام باقر اور امام صادقؑ کو اگرچہ نسبتاً آزادی ملی تھی، انہوں نے شیعہ معارف کو وسعت بخشی لیکن جب منصور عباسی کو حکومت ملی تو شیعوں کی طرف متوجہ ہوا اور جس وقت اس کو امام صادقؑ کی خبر شہادت ملی تو اس نے مدینہ میں اپنے والی کو خط لکھا کہ امام صادقؑ کے جانشین کی شناسائی کر کے ان کی گردن اڑا دے، امام جعفر صادقؑ نے پانچ لوگوں کو اپنا جانشین بنایا تھا، ان میں ابو جعفر منصور (خلیفہ) محمد بن سلیمان، عبداللہ، موسیٰ اور حمیدہ تھے۔ (۲)

(۱) زین عالمی، محمد حسین، شیعہ در تاریخ، ترجمہ محمد رضا عطائی، انتشارات آستان قدس رضوی، طبع دوم، ۱۳۷۵ھ، ص ۱۲۰

(۲) طبرسی، ابو علی فضل بن حسن، اعلام الوری، موسسه آل الیبت لاجیا التراث، قم ۱۴۱۷ھ ج ۲ ص ۱۳  
امام کاظمؑ کی عمر کا زیادہ حصہ زندان میں گذرا سب سے پہلے موسیٰ ہادی عباسی نے حضرت کو زندان میں ڈالا اور کچھ مدت کے بعد



آزاد کر دیا ہارون نے چار بار امام کو گرفتار کیا اور شیعوں کو آپ کے پاس آنے جانے اور دیدار سے منع کیا۔ (۱)

شیعہ حیران و سرگردان اور بغیر سرپرست کے رہ گئے، اما عیلیہ اور فطیہ کے مبلغین کے لئے راستہ ہموار ہو گیا، اس زمانہ میں کوئی ایسا نہیں تھا جو شیعوں کو ان کے شبہ کا جواب دیتا، عباسی حکومت اور اس کے جاسوسوں کی نظر امام کاظم کی کوششوں کے بارے میں اس حد تک تھی کہ علی بن اما عیلم جو آپ کے بھتیجے تھے وہ بھی اپنے چچا کی مخالفت میں پختوری کرتے تھے (۲) اکثر شیعہ اس وقت یہ نہیں جانتے تھے کہ امام موسیٰ کاظم زندہ ہیں یا نہیں؟ چنانچہ یحییٰ بن خالد برکلی کا بیان ہے:

میں نے رافضیوں کے دین کو ختم کر دیا اس لئے کہ انکا خیال ہے کہ دین بغیر امام کے زندہ اور استوار نہیں رہ سکتا آج وہ نہیں جانتے کہ ان کے امام زندہ ہیسا مردہ۔ (۳)

حضرت کی شہادت کے وقت ایک بھی شیعہ حاضر نہیں تھا اسی لئے واقعہ نے آپ کی موت (شہادت) سے انکار کر دیا اگرچہ مالی مسائل واقعہ کے وجود میں زیادہ مؤثر تھے، ائمہ معصومین مسلسل عباسی حکومت کے زیر نظر تھے، یہاں تک کہ امام ہادی اور

(۱) مظفر، محمد حسین تاریخ شیعہ، منشورات مکتب بصیرتی، قم، (بی تا) ص ۴۷

(۲) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات الشریف الرضی، قم، ۱۳۱۶ھ، ص ۴۴

(۳) زین عالی، (محمد حسین) شیعہ در تاریخ، ج ۱، ص ۲۳

امام عسکری کو سامرہ کی فوجی چھاونی میں رکھا گیا تاکہ ان دونوں اماموں پر کڑی نظر رکھ سکیں، امام حن عسکری کی شہادت کے بعد آپ کے جانشین (حضرت ولی عصرؑ) کو پہچاننے کے لئے امام حن عسکری کی کنیزوں اور بیویوں کو قید خانوں میں ڈال دیا، یہاں تک کہ جعفر بن علی (جو جعفر کذاب کے نام سے مشہور ہیں) نے اپنے بھائی امام حن عسکری کے خلاف جدوجہد کی اسی وجہ سے غلات

کے عقائد نصیری یعنی محمد ابن نصیر فری کے ذریعہ پھیل گئے چند لوگ جعفر کے ارد گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے امامت کا دعویٰ کر دیا۔ (۱)

(۲) تقیہ

یعنی جب جان کا خوف ہو تو حقیقت کے خلاف اظہار کرنا، شیعوں نے اس طریقہ کار کو گذشتہ شریعتوں اور شریعت اسلام کی پیروی میں عقل و شرع سے اخذ کیا ہے جیسا کہ مومن آل فرعون نے فرعون اور فرعونوں کے خوف سے اپنے ایمان کو چھپایا، اصحاب رسول میں سے عاریا سر نے بھی مشرکین کے شکنجہ اور آزار کی وجہ سے تقیہ کیا اور کفر کا اقرار کیا اور روتے ہوئے پیغمبر کے پاس آئے تو حضرت نے فرمایا: اگر دوبارہ تم کو شکنجہ کی اذیت دیں تو پھر اس کام کو انجام دینا۔ (۲) شیعہ چونکہ بہت ہی کم مقدار میں تھے اس لئے اپنی حفاظت کے لئے تقیہ

(۱) شیخ طوسی، اخبار معرفت الرجال (رجال کشی) موسسہ آل الیت لاجیاء التراث، قم ۱۳۰۲ھ ج ۲

(۲) امین، سید، محمد اعیان الشیعہ، دارالتعارف للمطبوعات، بیروت (بی تا) ج ۱، ص ۱۹۹

کرتے تھے اور اس روش کی بنا پر مکتب تشیع باقی رہا جیسا کہ ڈاکٹر سمیرہ مختار الیشی نے لکھا ہے: شیعہ تحریک جاری رہنے کے عوامل میں سے ایک عامل تقیہ اور مٹھی دعوت ہے کہ جس نے یہ فرصت دی کہ شیعوں کی نئی تحریک خلفائے عباسی اور ان کے حاکموں کی آنکھوں سے دور رہ کر ترقی کرے۔ (۱) لیکن دوسری طرف تقیہ شیعوں کے مختلف گروہوں میں تقسیم ہونے کا سبب بنا کیونکہ شیعہ وقت کے ظالموں کے خوف سے اپنے عقائد کو مٹھی رکھتے تھے اور ہمارے ائمہ بھی ایسا کرتے تھے چنانچہ اس دور کی خفقانی کیفیت اور گھٹن اور سختی کی وجہ سے اپنی امامت کو ظاہر نہیں کرتے تھے یہ بات امام رضا اور واقفیوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سے روشن ہو جاتی ہے۔

علی بن ابی حمزہ کہ جس کا تعلق واقعی مذہب سے تھا اس نے امام علی رضاً سے سوال کیا کہ آپ کے والد کیا ہوئے؟ امام نے فرمایا: انتقال کر گئے، ابن ابی حمزہ نے کہا: انہوں نے اپنے بعد کس کو اپنا جانشین قرار دیا؟ امام نے فرمایا: مجھ کو، اس نے کہا: تو پس آپ واجب اللطاعت ہیں؟ امام نے فرمایا: ہاں، واقعیوں کے دو افراد، ابن سراج اور ابن مکاری نے کہا: کیا آپ کے والد نے امامت کے لئے آپ کو معین کیا ہے؟ امام رضاً نے فرمایا: وای ہوتم پر یہ لازم نہیں ہے کہ میں خود کہوں کہ مجھے معین کیا ہے، کیا تم چاہتے ہو کہ میں بغداد جاؤں اور ہارون سے کہوں کہ میں امام واجب اللطاعت ہوں؟ خدا کی قسم یہ میرا وطنہ نہیں ہے، ابن ابی حمزہ نے کہا: آپ نے ایسی چیز کا اظہار

۳۹۶ھ، ص ۳۹۴

(۱) جہاد الشیعہ دار البیت بیروت

کیا کہ آپ کے آباؤ اجداد میں سے کسی نے بھی ایسی چیز کا اظہار نہیں کیا، امام نے فرمایا: خدا کی قسم میں ان کا بہترین جانشین ہو یعنی پیغمبر پر جس وقت آیت یہ نازل ہوئی اور خداوند متعال نے حکم دیا کہ تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ تو آپ نے اس کا

اظہار کیا۔ (۱)

امام محمد باقر نے اپنے زمانہ میں کئی مسئلہ کے جواب میں تقیہ سے کام لیا جس کی وجہ سے کچھ شیعہ آپ کی امامت سے منحرف ہو کر فرقہ

زیدیہ بتریہ کے پیروں ہو گئے۔ (۲)

دوسری طرف بعض افراد تقیہ کی مصلحت کو نہیں سمجھ سکے اور ائمہ اطہار کا اپنی امامت کے بارے میں کھل کر اظہار نہ کرنے کو خطا

سے تعبیر کیا یعنی وہ لوگ تند خو اور افراطی تھے یہ بات بھی زیدیہ مذہب کے وجود میں آنے کا سبب بنی، جس وقت فساد و گھٹن کا

ماحول کم ہوا اور حالات کچھ بہتر ہوئے اور ائمہ نے اپنی حجت تمام کی تو شیعوں کے اندر فرقہ بندی بھی کم ہو گئی امام صادق کے زمانہ

میں امویوں اور عباسیوں کے درمیان کشمکش کی وجہ سے ایک بہترین موقع فراہم ہو گیا تھا اور امام صادق کو عملی اعتبار سے آزادی

حاصل تھی اس بنا پر شیعہ فرقہ بندی میں کمی وقع ہو گئی تھی، لیکن آپ کی شہادت کے بعد منصور خلیفہ مقتدر عباسی کا دباؤ بہت زیادہ تھا، فرقہ ناؤیہ، اسماعیلیہ، خطابیہ، قرامطہ، سمطیہ اور فطیہ وجود میں آئے۔ (۳)

امام رضا کے زمانہ میں حالات بہتر ہو گئے یہاں تک کہ ہارون کے زمانہ میں

(۱) جہاد الشیعہ، دارالبحر، بیروت، ۱۳۹۶ھ، ص ۶۳

(۲) اشعری قمی، سعد بن عبد اللہ، مقالات والفرق، مرکز انشارات علمی فرہنگی، تہران ص ۵۵

(۳) اشعری قمی، سعد بن عبد اللہ، مقالات والفرق، مرکز انشارات علمی و فرہنگی تہران، ص ۹۹

حضرت نسبتاً عمل میں آزاد تھے اور اس زمانہ میں واقعہ کے چند بزرگ مثلاً عبد الرحمن بن حجاج، رفاعتہ بن موسیٰ یونس بن یعقوب، جمیل بن دراج، حماد بن عیسیٰ وغیرہ اپنے باطل عقیدہ سے پھر گئے اور حضرت کی امامت کے قائل ہو گئے، اسی طرح امام رضا کی شہادت کے بعد باوجود اس کے کہ امام جواد سن میں چھوٹے تھے لیکن امام رضا کی کوششوں اور اپنے فرزند کو جانشین کے عنوان سے پہنچانے کی بنا پر شیعوں کے اندر فرقہ بندی میں کمی آگئی تھی۔

(۳) ریاست طلبی اور حب دنیا :

جس وقت گھٹن کا ماحول ہوتا تھا تو ائمہ اطہار، اساس تشیع کے تحفظ نیز شیعوں کی جان کی حفاظت کے لئے تہیہ کرتے تھے، اس وقت مطلب پرست اور ریاست طلب افراد جو شیعوں کی صفوں میں شامل ہوتے تھے لیکن دیانت پر بالکل اعتقاد نہیں رکھتے تھے وہ اس وضعیت سے غلط فائدہ اٹھاتے تھے جیسا کہ امام جعفر صادق نے ایک صحابی کے جواب میں کہ جس نے حادثہ کے اختلاف کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا: کچھ لوگ ایسے ہیں جو ہماری حدیثوں کی تاویل کر کے دنیا اور ریاست تک پہنچنا چاہتے

میں۔ (۱)

اس بنیاد پر دوسری صدی ہجری میں اور اس کے بعد جب شیعیت پھیل گئی تھی امام صادقؑ، امام کاظمؑ، اور امام عسکریؑ کی شہادت کے بعد مطلب پرست اور ریاست طلب افراد شیعوں کے درمیان کچھ زیادہ پیدا ہو گئے تھے، مال اور ریاست کی بنیاد پر

(۱) شیخ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال، رجال کثی، موسسہ آل الیت لاجیاء التراث، قم ۱۴۰۲ھ، ج ۱ ص ۳۷۴

فروق کو ایجاد کرتے تھے امام باقرؑ کی شہادت کے بعد مغیرہ بن سعید نے اپنی امامت کا دعویٰ کیا اور کہا: امام سجادؑ اور امام باقرؑ نے میرے بارے میں تاکید کی ہے اس وجہ سے اس کے طرفدار مغیرہ کہلائے۔ امام صادقؑ کی شہادت کے بعد ناؤیہ اور خطابیہ فرقے پیدا ہوئے جن کے رہبروں نے لوگوں کو اپنی طرف جذب کرنے کے لئے امام صادقؑ اور ان کے فرزند اسماعیل کے نام سے فائدہ اٹھایا، فرقہ ناؤیہ کا رہبر ابن ناؤس ہے اس نے امام صادقؑ کی رحلت کا انکار کیا اور ان کو مہدی مانا ہے اور خطابیہ امام صادقؑ کے فرزند اسماعیل کی موت کے منکر ہیں اور ان کے رہبروں نے ان دو بزرگوں کے بعد خود کو امام کے عنوان سے مشہور کیا۔ (۱)

امام موسیٰ کاظمؑ کی شہادت کے بعد مال کی وجہ سے کثرت سے فرقے وجود میں آئے یونس جو امام کاظمؑ کے صحابی میں نقل کرتے ہیں: جس وقت امام موسیٰ کاظمؑ دنیا سے گئے ان کے نوامین و کلا کے پاس بہت سے مال اور رقوم شرعیہ موجود تھی اسی وجہ سے انہوں نے حضرت پر توقف کیا اور حضرت کی شہادت کے منکر ہو گئے، نمونہ کے طور پر زیاد قذمی انباری کے پاس ستر ہزار دینار اور علی بن حمزہ کے پاس تیس ہزار دینار تھے یونس کا بیان ہے: جس وقت میں نے ان کی اس وضعیت کو دیکھا تو میرے لئے حقیقت روشن ہو گئی اور حضرت امام رضاؑ کی امامت کا قضیہ بھی مرے لئے واضح ہو گیا تھا، میں نے حقائق بیان کرنا شروع کر دیئے اور لوگوں کو حضرت کی جانب دعوت دی، ان دونوں نے میرے پاس پیغام کھلوا یا کہ تم کیوں لوگوں کو امام رضاؑ کی امامت کی طرف دیتے

(۱) شیخ طوسی، رجال کشی، موسسہ آل الیوم لاجیاء التراث، قم، ۱۴۰۲ھ، ج ۱، ص ۸۰  
 ہو اگر تمہارا مقصد مال حاصل کرنا ہے تو ہم تم کو بے نیاز کر دیں گے اور انہوں نے دس ہزار دینار کی مجھے پیش کش کی لیکن میں نے  
 قبول نہیں کیا لہذا وہ غصہ ہوئے اور انہوں نے مجھ سے دشمنی اور عداوت کا اظہار کیا۔ (۱)  
 سعد بن عبداللہ اشعری کا بیان ہے: امام کاظم کی شہادت کے بعد فرقہ ہمسویہ کا یہ عقیدہ تھا کہ امام موسیٰ کاظم کی وفات نہیں ہوئی ہے  
 اور وہ زندان میں بھی نہیں رہے ہیں بلکہ وہ غائب ہو گئے ہیں اور وہی مہدی ہیں، محمد بن بشیر ان کا رہبر تھا اس نے دعویٰ کیا کہ  
 ساتویں امام نے خود اس کو اپنا جانشین بنایا ہے، انگوٹھی اور وہ تمام چیزیں جن کی دینی اور دنیوی امور میں احتیاج ہوتی ہے اسے  
 میرے حوالے کیا ہے اور اپنے اختیارات بھی مجھے دیئے ہیں اور مجھے اپنی جگہ بٹھایا ہے لہذا میں امام کاظم کے بعد امام ہوں محمد  
 بن بشیر نے اپنی موت کے وقت اپنے فرزند سمیع بن محمد کو اپنی جگہ بٹھایا اور اس کی اطاعت کو امام موسیٰ کاظم کے ظہور تک  
 واجب قرار دیا اور لوگوں سے کہا کہ جو بھی خدا کی راہ میں کچھ دینا چاہتا ہے وہ سمیع بن محمد کو عطا کرے ان لوگوں کا نام مملوہ

پڑا۔ (۲)

(۴) ضعیف النفس افراد کا وجود:

شیعوں میں کچھ ضعیف النفس افراد موجود تھے جن وقت امام سے کوئی کرامت دیکھتے تھے تو ان کی عقلیں اس کو تحمل نہیں کر پاتی  
 تھیں اور وہ غلو کر کے لگتے تھے اگرچہ خود

(۱) زین عالی، محمد حسین شیعہ در تاریخ، ص ۲۳، شیخ طوسی کی غیبت سے نقل کی ہے ص ۴۶

(۲) اشعری، قمی، سعد بن عبد اللہ، المقالات والفرق، ص ۹۱

ائمہ طاہرین نے شدت سے اس طرح کے عقائد کا مقابلہ کیا ہے، رجال کشی کے نقل کے مطابق بصرہ کے سیاہ نام لوگوں میں سے ستر لوگوں نے جنگ جمل کے بعد حضرت علیؑ کے بارے میں غلو کیا۔ (۱) مفاد پرست اور ریاست طلب افراد ان لوگوں کے عقیدے سے سوء استفادہ کرتے تھے ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو مخرف کرتے تھے اور اپنے مفاد میں ان سے کام لیتے تھے جیسا کہ ابی خطاب نے فرقہ خطایہ کو ایجاد کیا اور امام صادقؑ کو مقام پینمبری میں قرار دیا اور کہا : خدا ان میں حلول کر گیا ہے اور خود کو ان کا جانشین بتایا۔ (۲) امام زما کی غیبت صغریٰ میں بھی ابن نصیر نے خود کو پہلا باب اور احکام کے نشر کرنے اور اموال جمع کرنے میں خود کو امام کا وکیل مشور کیا، اس کے بعد پینمبری کا دعویٰ کیا اور آخر میں خدائی کا دعویٰ کیا، (۳) اس کے چاہنے والوں نے اس کو قبول بھی کر لیا بلکہ اپنے چاہنے والوں کے ایمان کی بنا پر ہی اس نے یہ دعوے کئے تھے اور اسی طرح فرقہ غلات وجود میں آئے۔

(۱) جب امیر المومنین جنگ جمل سے فارغ ہوئے، لوگ جو سیاہ پوست جو بصرہ میں رہتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے نے اپنی زبان میں علیؑ سے بات کرنا شروع کی علیؑ نے ان کی زبان میں ان کو جواب دیا انہوں نے آپ کے بارے میں غلو کیا علیؑ نے فرمایا: میں خدا کی مخلوق اور اس کا بندہ ہوں انہوں نے قبول نہیں کیا انہوں نے کہا: آپ ہی خدا ہیں، آپ نے ان سے توبہ کرنے کی درخواست کی لیکن انہوں نے توبہ نہیں کی اس وجہ سے آپ نے ان کو پھانسی دی شیخ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال،

رجال کشی، موسمہ آل الیت لاجیاء التراث، قم، ۱۴۰۲ھ، ج، ص ۳۲۵

(۲) شرتانی، کتاب مل و نخل، ثورات شریف رضی، قم، ج، ص ۱۶۰

(۳) شیخ طوسی، رجال کشی، ج ۲، ص ۸۰۵

غالیوں کے خلاف ائمہ کا مبارزہ

اہم ترین خطروں میں ایک خطرہ جو طول تاریخ میں شیعوں کے لئے چیلنج کا سبب بنا رہا وہ غالیوں کا مسئلہ اور عقائد کا شیعوں کی طرف نسبت دینا ہے ہمیشہ شیعوں کے دشمن شیعوں کو ان کے اماموں کے متعلق غلو اور زیادہ رومی سے متم کرتے تھے ہم یہاں غلات کے مختلف فرقوں اور ان کے عقائد کو بیان نہیں کریں گے لیکن قابل توجہ مطلب یہ ہے کہ اہم ترین خصوصیت اور غلات کے تمام فرقوں کے درمیان نقطہ اشتراک ائمہ اطہار کے بارے میں غلو کرنا ہے اور ان کو خدا کے مرتبہ تک پہنچانا ہے مسلمانوں کے درمیان غلات کا وجود داخلی عوامل سے زیادہ خارجی عوامل کی بنیاد پر ہے جب دشمنان اسلام براہ راست مقابلہ نہیں کر سکے اور وہ تمام تر کوششوں کے باوجود اسلام کو خاطر خواہ نقصان نہ پہنچا سکے تو انہیں یہ حربہ اپنایا، چونکہ اسلام ان کی سر زمینوں میں داخل ہو چکا تھا اور ان کی پوری طرح سے شکست ہو چکی تھی لہذا ان کی یہ کوشش یہ رہی کہ اسلام کو داخلی طریقہ سے نقصان پہنچایا جائے اسی وجہ سے انہوں نے اسلام کے پہلے اصول کو مورد ہدف قرار دیا، سیاسی حکومتیں بھی اس جانب مائل تھیں کہ اہل بیت پیغمبر کے چاہنے والوں اور ان کے شیعوں کے درمیان ایسے افراد پیدا ہوں جن کے عقائد کی نسبت شیعوں کی طرف دی جائے اور اس طریقہ سے اہل بیت کے چاہنے والوں کو غالی اور مسلمانوں کے زمروں سے علیحدہ کر دیا جائے، اگرچہ یہ سلسلہ خلافت امیر المومنین کے دور سے شروع ہو گیا تھا اور کچھ غیر فعال لوگ آپ کے بارے میں افراطی عقیدہ رکھنے لگے تھے جب وہ اپنے عقیدہ سے نہیں ہٹتے تو حضرت نے ان کو ختم کر دیا۔ (۱)

(۱) شیخ طوسی، رجال، کشی، ج ۱، ص ۳۲۵

عبداللہ بن بابو ایک موہوم اور خیالی شخص ہے جس نے سب سے پہلے اس کا نام لیا وہ طبری ہے اس نے ابن ببا کی داستان کو سیف ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ تمام علمائے رجال ابن سیف کے کذاب ہونے پر متفق ہیں، (۱) ائمہ اطہار مسلسل اس طرح کے مسائل سے دوچار تھے اور انہوں نے شدت سے اس کا مقابلہ کیا ہے اور ہمیشہ ان پر لعنت کی ہے اور لوگوں کو ان کے



خطرات سے آگاہ کیا ہے اور شیعوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے پاس نہ بیٹھیں اور ان سے رابطہ برقرار نہ کریں۔ (۲)

امام صادق نے چند غالی لیڈروں کا نام لیا ہے، جیسے مغیرہ بن سعید، بیان، صائدندی، حارث شامی، عبداللہ بن حارث، حمزہ بن عمار بربری، اور ابوالخطاب وغیرہ اور ان افراد پر لعنت بھی کی ہے۔ (۳)

یہ لوگ ائمہ طاہرین کی نفرین اور لعنت کی وجہ سے سخت عذاب میں مبتلا ہوتے تھے اور برسی حالت میں مارے جاتے تھے جیسا کہ امام رضا نے فرمایا: بنان نے امام سجاد پر جھوٹ کا الزام لگایا خدا نے اس کو تیز تلوار کا مزہ چکھایا، مغیرہ بن سعید نے امام باقر پر جھوٹ کا الزام لگایا کہ اس کو بھی خدا نے تیز تلوار کا مزہ چکھایا، محمد بن بشیر نے امام کاظم کی طرف جھوٹی نسبت دی اس کو بھی خدا نے تلوار کے ذریعہ ختم کر دیا ابوالخطاب نے امام صادق کی نسبت جھوٹ کا الزام لگایا وہ بھی شمشیر کی زد میں آیا اور جو مجھ پر جھوٹ کا الزام لگاتا ہے وہ محمد بن فرات ہے۔ (۴)

(۱) رجوع کیا جائے، عسکری، سید مرتضیٰ، عبداللہ بن با و اساطیر انخری، طبع ششم، ۱۳۱۳ھ، ۱۹۹۲ء، ج ۲ ص ۳۲۸-۳۴۵

(۲) شیخ طوسی، رجال کشی، ج ۲، ص ۵۸۶ (۳) شیخ طوسی، رجال کشی، ص ۵۷۷

(۴) شیخ طوسی، رجال کشی، ص ۵۹۱

امام حسن عسکری کے دور میں غلات کا سلسلہ بہت زیادہ وسیع ہو گیا تھا اس وجہ سے امام نے قاسم یقینینی، علی بن حکم قمی، ابن بابائمی، فہری، محمد بن نصیر نمیری و فارس بن حاتم قزوینی وغیرہ غلات کے رہبر اور سردار تھے ان لوگوں پر آپ نے لعنت بھیجی ہے

(۱)۔

شیعہ نشین علاقہ جیسے قم کہ جو ہمیشہ غالیوں کا مخالف تھا اور غالیوں کو یہاں سکونت کی اجازت نہیں تھی اس بنا پر ابن داؤد نے حسین بن عبداللہ محرر کی سوانح حیات کے ضمن میں یہ تحریر کیا ہے: روایت میں ہے کہ اس کو کسی غالی کے ساتھ ہونے کی بنا پر قم سے

(۲)۔

گیا تھا

دیا

نحال

ابن جزم کے نقل کے مطابق ابواحسن محمد بن احمد جو امام کاظم کے فرزندوں میں سے ہیں اور جنہوں نے تیسری صدی ہجری میں آذربائیجان میں زندگی بسر کی ہے، وہاں ان کا ایک بلند مقام تھا انہوں نے غلات کے مبلغین پر بہت سختی کی یہاں تک کہ ان کے قتل کے اسباب فراہم کئے اور آذربائیجان کے حاکم ابن ابی ساج کے غلام مفلح کو اس بات پر وارد کیا کہ وہ تمام مبلغین غلاف کو قتل

کردے۔ (۳)



۸۰۵ ص،

کشی

طوسی، رجال

(۱) شیخ

۲۴۰ ص

رضی، قم،

داؤد، نوارت

ابن

(۲) رجال

۶۳ ص، ھ،

اول، ۱۴۰۳

العرب، بیروت، طبع

انساب

(۳) جمہرۃ

ساتویں

فصل

شیعوں

کی

علمی

میراث



ترجمہ کی تحریک  
Translation Movement



شیعوں کی علمی میراث

شرع مقدس اسلام میں تالیف و تصنیف کی اہمیت کسی پر مخفی نہیں ہے کیونکہ علم و آگاہی کے منتقل کرنے کے راستوں میں ایک راستہ لکھنا ہے، عرب کے معاشرے میں اسلام سے پہلے اس نعمت سے بہت کم لوگ بہرہ مند تھے اور صرف چند افراد لکھنے اور پڑھنے کی توانائی رکھتے تھے۔ (۱)

لیکن بعثت پیغمبرؐ اور نزول وحی کے بعد تعلیمات اسلامی سے واقفیت کے لئے قرآنی آیات کے لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی، جیسا کہ ابن ہشام نے نقل کیا ہے کہ عمر بن الخطاب کے مسلمان ہونے سے پہلے ان کی بہن فاطمہ بنت خطاب اور ان کے شوہر سعید بن زید مسلمان ہوئے، جناب ابن ارث نے ایک نوشتہ کے ذریعہ کہ جسے صحیفہ کہتے، عمر کی نظروں سے مخفی ہو کر انہیں سورہ طہ کی

مدینہ میں بھی رسول خدا نے مسلمانوں میں سے بعض افراد کو کہ جو لکھنے پر قادر تھے وحی لکھنے کے لئے انتخاب کیا اس کے علاوہ پیغمبرؐ امیرالمومنینؑ کو کہ جو دائمی وحی لکھنے والے تھے

(۱) ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، (مقدمہ) دار احياء التراث، بیروت، ۱۴۰۸ھ ص ۲۱۷

(۲) ابن ہشام، سیرۃ النبوة، دار المعرفة، بیروت، (بی تا) ج ۱، ص ۳۳۴

مسئل آیات محکمات و تشابہات اور ناسخ و منسوخ آیات کے بارے میں وضاحت پیش کرتے تھے جس کی بنا پر صحیفہ جامعہ کے نام سے ایک کتاب رسول خدا نے املا کرایا جو حلال و حرام، احکام و سنن اور وہ احکام جن کی دنیا و آخرت میں لوگوں کو ضرورت ہے

ان سب کو شامل تھی۔ (۱)

دوسری دو کتابیں جن میں سے ایک دیات کے بارے میں تھی جس کا نام صحیفہ تھا اور دوسری کتاب جس کا نام فریضہ تھا اس کی

نسبت بھی حضرت کی طرف دی گئی ہے۔ (۲)

بعض دوسرے صحابہ نے بھی رسول خدا کی تقاریر اور احادیث کو جمع کیا تھا اس کو بھی صحیفہ کہتے تھے جیسا کہ بخاری نے ابو ہریرہ

سے نقل کیا ہے: اصحاب پیغمبر میں سے سب سے زیادہ میں احادیث رسول ﷺ کو نقل کرتا ہوں سوائے عبد اللہ بن عمر کے

کیونکہ وہ جو چیز بھی پیغمبرؐ سے سنتے تھے اس کو لکھ لیتے تھے لیکن میں نہیں لکھتا تھا۔ (۳)

لیکن وفات پیغمبرؐ کے بعد دوسرے خلیفہ، عمر نے احادیث رسول ﷺ کو

(۱) نجاشی احمد بن علی، فرست اسماء مصنفی الشیخ، مؤسسة النشر الاسلامی التابع لجامعة المدرسین، قم ۱۴۰۷ھ، ص ۳۶۰، اور طبرسی،

اعلام الوری باعلام الهدی، مؤسسة آل الیث لاجیاء التراث، قم طبع اول، ۱۴۱۷ھ ج ۱ ص ۵۳۶

(۲) شیخ طوسی، محمد بن حسن، تهذیب الاحکام، مکتبۃ الصدوق، طبع اول، ۱۳۷۶ھ ق ۱۸۱۸ھ ج ۱، ص ۳۳۸-۳۴۲

(۳) صحیح بخاری، دار الفکر، للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، ج ۱، ص ۳۶

لکھنے سے منع کر دیا۔ (۱)

عمر بن عبدالعزیز نے پہلی صدی ہجری کے آخر میں اس مانع کو ختم کر دیا اور ابو بکر بن حزم کو احادیث لکھنے کے لئے خط

لکھا۔ (۲)

لیکن دوسری صدی ہجری کے شروع تک یہ کام عملی طور پر نہیں ہو سکا کیونکہ غزالی کے نقل کی بنا پر جن لوگوں نے اہل سنت کے

درمیان حدیث کی کتاب کو سب سے پہلے تالیف کیا ہے وہ یہ ہیں: ابن جریر، معمر بن راشد، مالک بن انس اور سفیان

ثوری، (۳) یہ لوگ دوسری صدی ہجری کے نصف دوم میں تھے، ان کی وفات کے سال ان کے نام کی ترتیب کے ساتھ اس

طرح میں ۱۵۰ھ، ۱۵۲ھ، ۱۵۹ھ، ۱۶۱ھ، لیکن خلیفہ دوم کی طرف سے کتابت احادیث پر پابندی اور روک ٹوک شیعوں کے درمیان مؤثر نہ

ہوئی اور شیعوں کے بزرگ اصحاب جیسے سلمان فارسی، ابو ذر غفاری، ابو رافع جعفی نے تالیف و تصنیف کی راہ میں پہلے قدم

بڑھائے، ابن شہر آشوب کا بیان ہے، غزالی معتقد ہے کہ سب سے پہلی کتاب جو جان اسلام میں لکھی گئی وہ ابن جریر کی کتاب ہے

جو تفاسیر کے حروف اور آثار کے بارے میں ہے کہ جس کو مجاہد اور عطاء نے مکہ میں نقل کیا ہے، اس کی کتاب کے بعد یمن میں معمر

بن راشد صنعانی کی کتاب ہے اس کے بعد مدینہ میں موطا مالک بن انس کی کتاب ہے نیز اس کتاب کے بعد سفیان ثوری کی کتاب

جامع ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ عالم اسلام میں سب سے پہلی کتاب

(۱) حیدرآباد ، امام صادق و مذاہب اربعہ، دارالکتاب عربی، بیروت، ۲۰۰۳ء، ج ۱ ص ۵۴۴

(۲) صحیح بخاری دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، ج ۱ ص ۲

(۳) ابن شہر آشوب، معالم العلماء، ثورات المطبعة الحیدریہ، نجف ۱۳۸۰ھ، ص ۲

امیرالمومنین نے لکھی ہے کہ جس میں قرآن کو جمع کیا ہے حضرت کے بعد سلمان فارسی، ابوذر غفاری، اصحاب بن ابی عبد اللہ بن ابی

رفع نے تصنیف و تالیف کی راہ میں قدم اٹھایا اور ان کے بعد امام زین العابدین نے صحیفہ کاملہ تالیف کی۔ (۱)

ابن ندیم نے بھی شیعہ تالیفات کو پہلی صدی سے مربوط جانتا ہے۔ (۲)

شیعوں کی تالیف و تصنیف اور آثار نبوی کی جمع آوری میں مقدم ہونے کی وجہ سے ذہبی نے ابان بن تغلب کی سوانح حیات میں

کہا ہے: اگر ابان جیسے شخص کی وثاقت تشیع کی طرف جھکاؤ اور میلان کی وجہ سے ختم ہو جائے تو نبی اکرم ﷺ کی بہت سی حدیثیں

اور آثار ہمارے درمیان سے ختم ہو جائیں گے۔ (۳)

اہل سنت کے گذشتہ فقہاء اور محدثین خصوصاً ائمہ اربعہ نے امام صادق سے بلا واسطہ یا بالواسطہ استفادہ کیا ہے نیز اس کے علاوہ

مستقل طور پر شیعہ محدثین کی شاگردی بھی کی ہے اور ان سے احادیث دریافت کی ہیں۔ (۴)

لیکن ان کتابوں کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے جو شیعوں کے درمیان تیسری صدی ہجری تک لکھی گئی ہیں، صاحب وسائل

نے کہا ہے: ائمہ اطہار کے ہم عصر دانشمندان اور محدثوں نے امام امیرالمومنین کے زمانہ سے لے کر امام حسن عسکری

(۱) ابن شہر آشوب، معالم العلماء، ص ۲

(۲) الفہرست، دار المعرفۃ للطباعة والنشر، بیروت، ص ۳۰۷

(۳) ذہبی، میزان الاعتدال، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، ج ۱ ص ۴

(۴) ابن ابی الحدید، شرح نج البلاغۃ دار الایحاء التراث العربی بیروت، ج ۱، ص ۱۸ کے زمانہ تک چھ ہزار چھ سو کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ (۱) شیعوں نے اس دور میں روز مرہ کے مختلف علوم جیسے ادبیات، لغت، شعر، علوم قرآن، تفسیر، حدیث، اصول فقہ، کلام تاریخ، سیرت، رجال، اخلاق کے بارے میں بے حد کوششیں کی ہیں اور کثیر تعداد میں اپنی تالیفات چھوڑی ہیں نیز بیشتر علوم میں وہ سبقت رکھتے ہیں۔

ابوالاسود دوئی نے علم نحو کی بنیاد رکھی، (۲) انہوں نے ہی سب سے پہلی مرتبہ قرآن پر نقطہ گذاری کی۔ (۳) مسلمانوں کی سب سے پہلی لغت کی کتاب کتاب العین ہے جس کو خلیل بن احمد نے مرتب کیا ہے (۴) ان کا شمار شیعہ دانشوروں میں ہوتا ہے۔ (۵) پیغمبر ﷺ کی جنگوں اور سیرت کے بارے میں سب سے پہلی کتاب ابن اسحاق نے لکھی اور ابن حجر نے اس کے شیعہ ہونے کی گواہی دی ہے۔ (۶)

- (۱) شیخ حرعاطی، محمد بن حسن، وسائل الشیعة، مکتبنا الاسلامیہ، تہران، طبع ششم ج ۲۰، ص ۴۹
- (۲) ابن ندیم، وہی کتاب، ص ۶۱
- (۳) بتانی، دائرۃ المعارف، دار المعرفۃ، بیروت، ج ۱، ص ۸۸
- (۴) ابن ندیم، وہی کتاب، ص ۶۳
- (۵) اردبیلی الغربی الحائری، محمد بن علی، جامع الرواۃ، منشورات مکتبۃ آیت اللہ مرعشی نجفی، قم، ۱۴۰۳ھ قمری، ج ۱، ص ۲۹۸
- (۶) ابن حجر عسقلانی، تحریر تقریب التہذیب، موسسة الرسالة بیروت، طبع اول، ۱۴۱۶ھ، ۱۹۹۷ء، ج ۳، ص ۲۱۱-۲۱۲



اس مختصر سی روشنی ڈالنے کے بعد ہم یہاں علم فقہ و حدیث اور کلام کی مختصر وضاحت پیش کرتے ہیں جن کو مکتب تشیع نے اپنے مبانی اور اصول کی بنیاد پر اپنے سے مخصوص کیا ہے۔  
علم حدیث:

حدیث یا سنت: قرآن کے بعد اسلامی فقہ کا دوسرا منبع و ماخذ ہے یعنی معصوم کا قول، فعل اور تقریر، (تقریر یعنی معصوم کے سامنے کوئی کام انجام دیا جائے اور معصوم خاموش رہیں اس کی رد میں کچھ نہ کہیں) اہل سنت حضرات سنت یا حدیث کو پیغمبر کے قول و فعل و تقریر میں منحصر جانتے ہیں لیکن شیعہ امام معصوم کے قول، فعل اور تقریر کو بھی حجت قرار دیتے ہیں اور حدیث کا حصہ شمار کرتے ہیں (۱) اب ہم ائمہ کے زمانے میں حدیثوں کی تحقیق کے چار طبقہ جو چار مرحلوں کو شامل ہے انجام دیں گے:

پہلا طبقہ: نجاشی کے مطابق پہلے حدیث لکھنے والے سب ذیل میں:

ابو رافع قطبی، علی ابن ابی رافع، ربیعہ بن سمیع، سلیم بن قیس ہلالی، اصبن بن نباتہ مجاشعی، عبید اللہ بن حر جعفی یہ افراد امیر المؤمنین علیہ السلام اور امام حسن و امام حسین کے اصحاب میں سے ہیں۔ (۲)

(۱) شہید ثانی شیخ زین الدین، ذکر می الشیعہ فی احکام الشریعہ، طبع سنگی، ص ۴۴، اور الرعاۃ فی علم الدرایۃ، شہید ثانی، مکتبۃ آیت اللہ مرعشی نجفی، طبع

اول ۱۴۰۸ ۵۲-۵۰، ص ۵۲-۵۰

(۱) رجال نجاشی، موسسہ نشر اسلامی التابعہ بجامعة المدرسین، قم، ص ۲۰۷، قم، ص ۲۰۷، ق ص ۲-۹  
دوسرا طبقہ: بعض محققین کے مطابق امام مجاہد اور امام باقر کے اصحاب کے درمیان بارہ افراد صاحب تالیف اور صاحب کتاب تھے۔ (۱) ان میں ابان بن تغلب کا نام لیا جاسکتا ہے کہ جن کو ائمہ کے نزدیک ایک خاص مقام و مرتبہ تھا امام باقر نے ان سے فرمایا: مسجد نبی میں بیٹھ کر لوگوں کو قومی دو کیونکہ میں تم جیسے افراد کو اپنے شیعوں کے درمیان دیکھنا چاہتا ہوں۔ (۲)

نجاشی کا بیان ہے: ابان بن تغلب مختلف فنون و علوم میں ماہر تھے، ابان نے ان فنون کے بارے میں کتابیں تحریر کی ہیں، ان میں سے تفسیر غریب القرآن اور کتاب الفضائل وغیرہ ہیں۔ (۳) اسی طرح ابو حمزہ ثمالی جن کے بارے میں امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ابو حمزہ اپنے زمانے میں سلمان کی طرح تھے، (۴) ان کی تالیف کردہ کتابیں درج ذیل ہیں کتاب نوادر، کتاب زهد اور تفسیر قرآن۔ (۵)

(۱) ان بارہ افراد کے نام یہ ہیں، برد الاسکاف، ثابت بن ابی صفیہ ابو حمزہ ثمالی، ثابت بن ہرمز، بسام بن عبد اللہ صیرفی، محمد بن قیس بجلی، حجر بن زائد حضرمی، زکریا بن عبد اللہ فیاض، ابو بجم کوفی، حسین بن ثویر، عبد المؤمن بن قاسم انصاری، عبد الغفار بن قاسم انصاری، اور ابان بن تغلب، رجوع کریں مقدمہ وسائل الشیعة، مکتبۃ الاسلامیہ، طبع تہران، ج ۶، ۳۰۳ء، ق ص (۲) نجاشی، فرست اسماء مصنفی الشیعة، ص ۱۰ (۳) نجاشی، احمد بن علی، فرست اسماء مصنفی الشیعة، موسسہ النشر الاسلامی بجامعۃ المدرسین، قم، ص ۱۱ (۴) احمد بن علی، نجاشی، فرست اسماء مصنفی الشیعة، ص ۱۵ (۵) ابن شہر آشوب، معالم العلماء، منشورات مطبعۃ الحیدریہ، نجف، ۳۸۰ء، ص ۳۰

تیسرا طبقہ: امام صادق کا زمانہ اسلامی معاشرہ میں علوم کی پیشرفت اور رشد کا زمانہ تھا اور شیعہ بھی نسبتاً آزاد تھے، شیخ مفید کے مطابق امام صادق کے موثق اور معتبر شاگردوں کی تعداد چار ہزار سے زائد ہے۔ (۱) امام رضا کے صحابی حسن بن علی و شاکا بیان ہے میں نے مسجد کوفہ میں نو سو افراد کو دیکھا جو امام صادق سے حدیث نقل کر رہے تھے، (۲) اس وجہ سے حضرت سے کئے گئے سوالات کے جوابات میں چار سو کتابیں تالیف کی گئیں، (۳) کہ جن کو اصل کہتے ہیں ان کتابوں کے علاوہ بھی دوسری کتابیں مختلف علوم و فنون میں امام صادق کے اصحاب اور شاگردوں کے ذریعہ تحریر میں آئی ہیں

چوتھا طبقہ: یہ دور امام صادق کے بعد کا دور ہے اس دور میں بہت سی حدیثوں کی کتابیں لکھی گئیں مثلاً امام رضا کے صحابی حسین بن سعید کوفی نے تیس کتابیں حدیث میں لکھی ہیں۔ (۲)

امام رضا کے دوسرے صحابی محمد بن ابی عمیر نے چورانوے (۹۴) کتابیں لکھی ہیں اور امام رضا و امام جواد کے صحابی صفوان بن بجلی نے تیس ۳۰ کتابیں تالیف کی

(۱) شیخ مفید، الارشاد، ترجمہ، محمد باقر ساعدی، خراسانی، کتاب فروشی اسلامی، تہران، ۱۳۶۶ھ، ص ۵۲۵

(۲) نجاشی، فرست اثناء مصنفی الشیخ، ص ۳۹-۴۰

(۳) اعلام الوریٰ با علام الہدیٰ، موسسة آل الیئت الایاء التراث، قم طبع اول ج ۱ ص ۵۳۵

(۴) معالم العلماء، ص ۴۰

میں ان کتابوں میں اکثر پر جامع کا عنوان منطبق ہوتا ہے محدثین جیسے ثقہ الاسلام کلینی شیخ صدوق، شیخ طوسی نے اپنی کتابوں کی تالیف میں ان لوگوں کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

علم فقہ:

مجموعی طور پر انسان کے اعمال کا رابطہ خدا اور اس کی مخلوق سے ہے کہ جس کے لئے کچھ اصول اور قوانین کی ضرورت ہے اسی

اصول اور قوانین کا نام علم فقہ ہے اسلامی قوانین خدا کی جانب سے ہیں اور خدا کے ارادے سے ظاہر ہوتے ہیں، البتہ ارادہ خدا

کہیں بھی فقط قرار دادی اور اعتباری نہیں ہیں بلکہ مصلح و مفاسد تکوینی کی بنیاد پر استوار ہوتے ہیں رسول اکرم خدا کے بھیجے ہوئے

نبی میں ان کا حکم خدا کا حکم ہے:

( ما يخلق عن الهوى ان هوأ وحى يوحى ) (۱)

اور آية ( اطعوا الله و اطعوا الرسول و اولى الامر منكم ) (۲)

کی بنیاد پر خدا نے ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ ذکر کیا ہے، ائمہ معصومین علیہم السلام کی باتیں وحی کے سوا کچھ نہیں ہیں اور پیغمبر ﷺ کی طرح ان کی بھی اطاعت واجب ہے۔

(۱) سورہ نجم ۵۳، آیت ۳-۴

(۲) سورہ نساء، آیت ۵۹

عصر صحابہ و تابعین میں فقہ کی موقیعت و وضعیعت رسول ماکرم کی وفات کے بعد حقیقی اسلام کا راستہ متغیر و منحرف ہو گیا اور لوگ برحق جانشین پیغمبر سے دور ہو گئے، مسائل شرعی میں اصحاب پیغمبر کی طرف رجوع کرنے لگے البتہ چند اصحاب ان میں سے پیش قدم تھے، جیسا کہ ابن سعد کا بیان ہے کہ ابوبکر، عمر، عثمان کے دور خلافت میں حضرت علی علیہ السلام، عبد الرحمن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت قنوی دیتے تھے (۱)۔

اگرچہ ائمہ اطہار اور کچھ بزرگان شیعہ جیسے ابن عباس، ابو سعید خدری بھی فقیہ اور قانون شریعت سے واقف ہونے کی وجہ سے عام اور اہل سنت کے لئے مورد توجہ قرار پائے اور ان کی طرف لوگ رجوع بھی کرتے تھے۔ (۲) البتہ اس دور میں شیعہ افراد فقہی مسائل اور اسلامی معارف کے بارے میں اپنے معصوم امام نیز اہل بیت رسول کی جانب مراجعہ کرتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں فقہی اصول آج کی طرح بیان نہیں ہوئے تھے لیکن صحابہ کا دور ختم ہونے کے بعد

تابعین کی کچھ تعداد نے جدید فقہی مسائل کے لئے فقہ میں کاوش کی اور فقہ کا عنوان ان پر منطبق ہوا منجملہ انہیں میں سے وہ سات

فقہائے مدینہ میں - (۳)

(۱) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، دار احیاء التراث، العربی، بیروت، طبع اول، ج ۲، ص ۲۶۷

(۲) ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۸۵-۲۷۹

(۳) ابن سعد کہتا ہے: مدینہ میں جو لوگوں کے فقہی مسائل کا جواب دیتے تھے اور ان کا قول قابل اعتماد تھا وہ یہ ہیں: سعید بن

میتب، ابوبکر بن عبد الرحمن، عروہ بن زبیر، عبد اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ، قاسم بن محمد، خارجہ بن زید اور سلیمان بن یسار، طبقات

الکبریٰ، ج ۲، ص ۲۹۳

شیعوں کے درمیان فقہ کی وضعیت و حیثیت

فقہ کی وضعیت شیعوں کے درمیان حضور مصوم کے سبب فرق کرتی ہے اور اس طرح کا اجتہاد جو اہل سنت کے درمیان رائج تھا

وہ شیعوں کے درمیان معنی نہیں رکھتا ہے بلکہ کلی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ فقہ شیعہ اماموں کے حضور کے دوران غیبت صغریٰ کے

ختم ہونے تک ایک فرعی چیز تھی جو اجتہاد کے لئے راستہ ہموار کر رہی تھی۔ (۱)

(۱) آیۃ اللہ ابراہیم جناتی معتقد ہیں کہ ابتدائے اسلام سے اب تک فقہ شیعہ آٹھ دور گزار چلی ہے:

(۱) اجتہاد کی ابتدا رسول اکرم کی ہجرت سے اللہ تک ہوتی ہے -

(۲) تمہیدی دور یا اجتہادی مقدمات کا دور رسول اکرم کی رحلت سے غیبت صغریٰ تک ہے

(۳) اصول قوانین کی تدوین یا مشترک عناصر اجتہادی کی تدوین کا دور جو ابن ابی عمیل ۳۲۹ھ سے شروع ہوتا ہے اور شیخ طوسی

۶۰ھ پر ختم ہوتا ہے -

(۴) اجتہاد کے مشترک عناصر کے یاد کرنے کا دور جو شیخ طوسی سے شروع ہوتا ہے اور ان کے پوتے ابن ادریس ۵۹۸ھ پر ختم

ہوتا ہے -

(۵) اجتہادی مسائل کے استدلال کے پھیلنے کا دور جو ابن ادریس سے شروع ہو کر وحید بہبائی ۲۰۵ھ لاکھ پر ختم ہوتا ہے -

(۶) اجتہاد کے مکالم و ارتقا کا دور جو وحید بہبائی سے شروع ہوتا ہے اور شیخ انصاری ۲۸۱ھ پر ختم ہوتا ہے -

(۷) اجتہادی مباحث میں عمیق غور و فکر کا دور جو شیخ انصاری سے شروع ہوتا ہے اور آقائی خمینی پر ختم ہوتا ہے -

(۸) جدید طرز روش سے اجتہاد سے فائدہ اٹھانے کا دور جس کے موجد آقائی خمینی ہیں -

(ادوار اجتہاد ، سازمان انتشارات کیمیا ، طبع اول ، ۱۳۷۲ھ ش، فصل دوم کے بعد سے)

مصنوم کے ہوتے ہوئے اور علم کا دروازہ کھلا رہنے کے ساتھ نیز نص تک دسترس کی بنا پر اجتہاد جو اکثر دلائل غنی سے وابستہ ہے

اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، فقہ شیعہ میں اجتہاد کی بنیاد سب سے پہلے ابن ابی عقیل عمانی کے ذریعہ قرن چہارم کے اوائل میں

رکھی گئی، جو شیخ کلینی کے ہم عصر تھے، ان کے بعد محمد بن جنید اس کافی نے ان کے مقصد کو جاری رکھا اور اجتہاد و فقہ کی بنیادوں کو

مستحکم کیا یہ لوگ قدیمین سے معروف ہیں، شیخ مفید متوفی ۳۱۳ھ، اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ متوفی ۳۶۶ھ ان لوگوں نے بھی اجتہاد کے

راستہ کو ہموار کیا پھر نوبت شیخ طوسی ۳۶۰ھ تک پہنچی، شیعہ فقہ کو اس فقہ بزرگ کے ذریعہ رونق اور ترقی ملی انہوں نے حدیث کی دو

معتبر کتاب تہذیب و استبصار کے علاوہ فقہی کتابیں بھی تالیف کی ہیں اور نہایت موط اور خلاف جیسی کتابیں انہیں کی قلم سے معرض

وجود میں آئی ہیں -

البتہ ایسا نہیں ہے کہ اجتہاد، فقہ و اصول حضور ائمہ میں اصلاً رائج ہی نہیں ہوئے تھے بلکہ بعد مکانی کی وجہ سے ائمہ تک لوگوں کی رسائی

نہیں تھی اس وجہ سے ائمہ مصنومین ان موارد میں ان افراد کے ساتھ تعاون کرتے تھے اور فقہا کی شناسائی اور معیار کو جن کے ذریعہ

ان تک رسائی ہو سکے ان کی نفاذ ہی کرتے تھے اور وہ اجتہاد کے ذریعہ لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتے تھے۔

جیسا کہ مقبولہ عمر بن زخلفہ میں ہے کہ امام صادق سے سوال کیا گیا اگر شیعوں میں سے دو افراد کے درمیان کسی مسئلہ شرعی سلسلے

متعلق مثلاً قرض اور میراث میں اختلاف ہو جائے تو کیا کہا جائے امام نے فرمایا: اس کی طرف رجوع کرو جو ہماری احادیث کو

نقل کرتا ہے اور ہمارے حلال و حرام پر نظر رکھتا ہے اور ہمارے احکام سے واقف ہے کہ میں نے ایسے شخص کو تمہارے لئے

قاضی اور حاکم قرار دیا ہے۔ (۱)

ائمہ طاہرینؑ کبھی کبھی بعض اشخاص کو شیعوں کے مسائل شرعی کا جواب دینے کے لئے منتخب کرتے تھے جیسا کہ شیخ طوسی نے

کہا: علی بن مسیب نے امام رضا سے عرض کی راستہ بہت دور ہے اور میں جب چاہوں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا ایسی

حالت میں میں احکام دین خدا کے بارے میں کس سے سوال کروں؟ امام نے فرمایا: زکریا بن آدم قمی سے کیونکہ وہ دین و دنیا میں

امین ہیں۔ (۲)

اسی طرح امام محمد باقر نے ابان بن تغلب کو حکم دیا کہ مسجد نبیؐ میں بیٹھ کر لوگوں کو قویٰ دیں۔ (۳)

آغاز اجتہاد:

اس دور میں ائمہ طاہرینؑ علیہم السلام اصول فقہ اور استنباط کے قواعد اپنے شاگردوں کو سکھاتے تھے، اسی وجہ سے وہ کتابیں جو شیعہ

دانشمذوں کے ذریعہ لکھی گئی ہیں، ان کی نسبت اماموں کی جانب دی جاتی ہے، مثلاً کتاب آل الرسول ہاشم خوانساری کی تالیف

ہے اصول اصلیہ، سید عبداللہ بن محمد رضا حسین کی تالیف ہے، کتاب فصول المهمہ در اصول ائمہ محمد بن حسن حر عاملی کی تالیف

ہے۔ (۴)

(۱) حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۹۹، کتاب التفاضل ابواب صفات قاضی، باب ۱۱، حدیث ۱

(۲) شیخ طوسی، اختیار معرفۃ الرجال، موسسہ آل الیثیۃ لاجیاء التراث، قم ج ۲، ص ۸۵۷

(۳) احمد بن علی، رجال نجاشی، النشر الاسلامی، الطابعتہ جامعۃ المدرسین، قم، ۱۴۰۷ھ، ص ۱۰

(۴) صدر سید حسین، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام، منشوراتہ الاعلیٰ، تہران، ۳۱۰

رجال کی کتابوں میں ائمہ طاہرین کے بعض بزرگ اصحاب فقہاء میں شمار کئے گئے ہیں جیسا کہ فضل بن شاذان کے بارے میں نجاشی کا بیان ہے، 'کان ثقۃ احد اصحابنا الفقہاء والمکملین'۔ (۱)

فقہاء اصحاب ائمہ

شیخ طوسی نے امام باقر، امام صادق، امام کاظم، اور امام رضا کے اصحاب میں سے اٹھارہ اصحاب کو فقہ بزرگ کے عنوان سے پہنچوایا ہے اور انہیں فقہائے اصحاب ابی جعفر، فقہائے اصحاب ابی عبداللہ اور فقہائے اصحاب ابی ابراہیم اور ابی الحسن الرضا سے تعبیر کیا ہے پھر مزید فرماتے ہیں کہ شیعہ ان حضرات کی روایات کی صحت پر اجماع رکھتے ہیں اور اصحاب ائمہ کے درمیان ان کے ائمہ ہونے کا اعتراف کرتے ہیں، شیخ نے ان کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے:

پہلا طبقہ: فقہائے اصحاب امام باقر، جیسے زرارہ، معروف بن خربوذ، یریدہ ابو بصیر اسدی، فضیل بن یسار اور محمد بن مسلم طائفی کہ زرارہ ان سب میں ائمہ تھے یعنی سب سے بڑے فقہ تھے ان لوگوں کا اصحاب امام صادق علیہ السلام میں بھی شمار ہوتا ہے

دوسرا طبقہ: فقہائے امام صادق علیہ السلام، جمیل بن دراج، عبداللہ بن مکنان، عبداللہ بن بکیر، حماد بن عیسیٰ اور حماد بن عثمان۔

۳۰۷۔

نجاشی، ص

(۱) رجال

تیسرا طبقہ: فقہائے امام کاظم، اور امام رضا علیہما السلام، یونس بن عبدالرحمن، صفوان بن یحییٰ، یحییٰ بن یحییٰ، یحییٰ بن یحییٰ، محمد بن ابی عمیر، عبداللہ بن مغیرہ، حسن بن محبوب، احمد بن محمد بن ابی نصر۔ (۱)



ابن ندیم نے بھی چند شیعہ فقہاء اور ان کی تالیف کردہ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ وہ بزرگان ہیں کہ جنہوں نے فقہ کو اماموں سے نقل کیا ہے کہ اس کے بعد ابن ندیم نے ان کے ناموں کا تذکرہ کیا ہے جو حسب ذیل ہیں :

صلح بن ابی الاسود، علی بن غراب، ابی یحییٰ لیث مرادی، زریق بن زبیر، ابی سلمہ بصری، اما عیال بن زیاد، ابی احمد عمر بن الرضیع، داؤد بن فرقد، علی بن رئاب، علی بن ابراہیم معلی، ہشام بن سالم، محمد بن حسن عطار، عبدالمومن بن قاسم انصاری سیف بن عمیرہ نخعی، ابراہیم بن عمر صنعانی، عبداللہ بن میمون قداح، ربیع بن ابی مدرکہ عمر بن ابی زیاد ابزاری، زبیکار بن یحییٰ واسطی، ابی خالد بن عمرو بن خالد واسطی، حریر بن عبداللہ ازدی سجستانی، عبداللہ حلبی، زکریا مومن ثابت ضرری، ثنی بن اسد خیاط، عمر بن اذینہ، عمار بن معاویہ دہنی عبدی کوفی، معاویہ بن عمار دہنی، حسن بن محبوب سراد، ان بزرگوں میں سے ہر ایک نے فقہ میں کتاب تحریر کی ہے۔ (۲)

## تاریخہ

(۱) شیخ طوسی، رجال کشی، موسسہ آل الیت لاجیاء التراثہ قم، ج ۲ ص ۵۰۷-۳۷۶-۸۳۰

(۲) طوسی، ابی جعفر محمد بن حسن، بن علی، الفہرست، دار المعرفۃ للجماعۃ والنشر، بیروت، ص ۳۰۸

علم کلام

ان اعتقاد کے مجموعہ کا نام علم کلام ہے جن پر ہر مسلمان کو یقین رکھنا ضروری ہے، دوسرے الفاظ میں یوں کہا جائے کہ علم کلام

ایک ایسا علم ہے جو اصول دین میں تحقیق و گفتگو کا متکفل ہوتا ہے اصول دین میں پہلا اختلاف مسئلہ امامت میں پیغمبر ﷺ کی

وفات کے فوراً بعد وجود میں آیا، شریعتانی کا کہنا ہے: اسلام میں اہم ترین اختلاف امامت کے سلسلہ میں ہے امامت کی طرح کسی

دوسرے دینی مسئلہ میں تلواریں نہیں کھینچی گئی۔ (۱)

نوبختی کا بھی بیان ہے: رسول خدا ربيع الاول ۱۰ھ (۱) میں دنیا سے گئے آپ کی عمر ترٹھ سال تھی اور مدت نبوت تے ئس سال تھی ، اس وقت امت اسلام تین فرقوں میں تقسیم ہو گئی، ایک فرقہ کا نام شیعہ یعنی شیعان علی، ابن ابی طالب تھا، شیعوں کی تمام قسمیں ان سے وجود میں آئی ہیں، دوسرا فرقہ جس نے حکومت و امارت کا دعویٰ کیا وہ انصار تھے، تیسرا فرقہ ابو بکر بن ابی قحافہ کی طرف مائل ہو گیا اور کہا: پیغمبر نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا ہے اور اس کا اختیار امت کو دے دیا ہے۔ (۲) اس بنا پر اس وقت سے مسلسل شیعوں اور دوسرے مسلمانوں کے درمیان امر امامت کے سلسلہ میں احتجاج بحث و مباحثہ نیز گفتگو کا سلسلہ جاری ہے لیکن دوسرے اصول اور مبانی میں اختلاف پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اوائل

(۱) مل و نخل، شہرتانی، فتوحات الشریف الرضی قم، طبع دوم ۱۳۶۴ھ ج ۱ ص ۳۰

(۲) مشہور یہ ہے کہ رسول خدا نے اٹھائیں صفر کو رحلت فرمائی

(۳) نوبختی ابن ابی محمد حسن بن موسیٰ، فرق الشیعہ، مطبع حیدریہ نجف ۱۳۵۵ھ، ۱۹۳۶ء ص ۲-۳

میں وجود میں آیا ہے، جیسا کہ شہرتانی کا بیان ہے: اصول میں اختلاف صحابہ کے آخری ایام میں ہوا، معبد ہنہ، غیلان دمشقی اور یونس

اسواری نے خیر و شر کے سلسلہ میں قدر جیسے قول کی بدعت جاری کی ہے اور واصل بن عطا جو حسن بصری کا شاگرد ہے اور عمر بن

عبید نے قدر میں کچھ چیزوں کا اضافہ کیا ہے۔ (۱)

وہ کلامی فرقے جو اس دور میں تھے حسب ذیل ہیں:

وعیدہ، خوارج، مرجہ اور جہریہ، البتہ کلامی بحث اس وقت عروج پر پہنچی جب واصل بن عطا، حسن بصری سے علیحدہ ہو گیا اور مذہب

معتزلہ کی بنیاد رکھی، (۲) مکتب معتزلہ کہ جو زیادہ تر عقلی استدلال پر مبنی تھا اہل حدیث کے مقابلہ میں قرار پایا کہ جسے خویہ کہا جاتا

ہے ابوالحسن اشعری تیسری صدی ہجری کے آخر میں مکتب معتزلہ سے جدا ہو گیا اور مذہب اہل حدیث کا عقلی بنیادوں پر دفاع کیا اور اس کا مذہب مذہب اشعری کے نام سے موسوم ہو گا۔ (۳)

اس کے بعد معتزلی مذہب نے پیشرفت نہیں کی اور اہل حدیث کے مقابلے میں عقب نشینی اختیار کی اس حد تک کہ اس وقت اہل سنت کے درمیان رائج کلام اشعری کا کلام ہے، کلام شیعہ مسلمانوں کے درمیان سابق ترین کلامی مکتب ہے، شیعوں کے پہلے امام معصوم حضرت علی نے اعتقادی مسائل جیسے توحید قضا و قدر، جبر و اختیار کے بارے میں گفتگو کی اور اس طریقے کے مطالب حضرت کی زبان سے نچ البلاغہ میں جمع ہوئے

- (۱) شہرستانی، مل و نخل، منشورات الشریف الرضی، قم طبع دوم ۱۳۶۲ھ، ج ۱ ص ۳۵
- (۲) مل و نخل، شہرستانی، ص ۵۰۰
- (۳) شہرستانی، مل و نخل، ص ۸۵-۸۶

ہیں، لیکن شیعوں کے درمیان امامت کے سلسلہ میں کلامی گفتگو پیغمبر ﷺ کی وفات کے فوراً بعد حضرت علی کی حقانیت کے دفاع میں شروع ہو گئی تھی، شیخ صدوق کے مطابق جنہوں نے سب سے پہلے سقیفہ کے مقابلے میں حضرت علی کے حق سے دفاع کیا وہ پیغمبر کے بزرگ اصحاب میں سے بارہ افراد ہیں کہ جنہوں نے سقیفہ کے چند روز بعد مسجد نبوی میں ابو بکر کے خلاف احتجاج کیا اور ابو بکر ان کے جواب میں عاجز و ناتواں نظر آئے۔ (۱)

ان کے بعد بھی ابوذر غفاری جیسے شخص، امیر المؤمنین کے حق کے غاصبوں کے مقابلے میں خاموش نہیں بیٹھے، عثمان نے خوف کی وجہ سے ان کو شام اور ربذہ شہر بدر کر دیا، پیغمبر کے ابن عم حضرت علی کے شاگرد ابن عباس (مفسر قرآن، عظیم دانشور اور برجستہ ہاشمی سیاست مدار) مکتب تشیع کے مدافعين میں سے تھے اور مستقل حقانیت علی کی جانبداری کرتے تھے یہاں تک کہ عمر نے ان

پر اشکال و اعتراض کیا کیوں آپ کہتے رہتے ہیں کہ ہمارا حق غضب ہوا ہے؟ وہ آخر عمر میں ناپینا ہو گئے تھے، ایک روز سنا کہ کچھ لوگ کہیں پر علی کو برا کہہ رہے ہیں اپنے بیٹے علی سے کہا میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں لے چلو، جس وقت وہاں پہنچے ان کو مخاطب کر کے کہا تم میں سے کون خدا کو برا کہہ رہا تھا: سب نے کہا: کوئی نہیں، پھر سوال کیا تم میں سے کون رسول خدا کو برا کہہ رہا تھا؟ سب نے کہا: کوئی نہیں پھر کہا: تم میں سے کون علی کو برا کہہ رہا تھا؟ اس بار ان لوگوں نے کہا: ہم کہہ رہے تھے، ابن عباس نے کہا گواہ رہنا میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ جس نے

(۱) شیخ صدوق، الخصال، فتوحات جماعت المدرسین، فی الحوزہ العلمیہ قم ۱۴۰۳ھ ص ۴۶۱، ۴۶۵  
 علی کو برا کہا اس نے مجھ کو برا کہا اور جس نے مجھ کو برا کہا اس نے خدا کو برا کہا اور خدا کو برا کہنے والا جہنم میں جائے گا، وہاں سے پلٹتے وقت راستے میں بیٹے سے کہا ان کو کس حال میں دیکھ رہے ہو، بیٹے نے یہ شعر پڑھا:

نظروا الیٰ با عین محمرہ

نظرا لیتو س الیٰ شفار ابجراز

آپ کو سرخ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے جیسے قربانی کے جانور کی نگاہ قصاب کی چھری پر ہوتی ہے، ابن عباس نے کہا: آگے پڑھو، کہا:

نخر الحواجب نا کسی اذقا نخم

نظراذلیل الیٰ العزیز القادر

ان ابرو اور ان کی بھویں پڑھی ہوئی تھیں منہ پچکا ہوا تھا، اس طرح آپ کو دیکھ رہے تھے جیسے ذلیل قدرتمند کو دیکھتا ہے۔

ابن عباس نے کہا: مزید کہو، بیٹے نے جواب دیا: دوسری چیزیں بیان نہیں کر سکتا، ابن عباس نے خود یہ شعر پڑھے:

اجیا و ہم و امواتہم  
والمتون فضیۃ للغابر (۱)

ان کے زندہ ان کے مرنے والوں کے لئے ذلت کا باعث ہیں اور ان کے مرنے والے گزشتہ لوگوں کے لئے توینکا سبب ہیں۔

(۱) شیرازی سید علی خان، الدرجات الرفیعة، ثورات مکتبہ بصیرتی قم، (بی تا) ص ۱۲۷

اصحاب امیر المومنین میں سے بعض بزرگان جیسے مصعب بن صوحان، یثم تار، کبیل بن زیاد، اویس قرنی، سلیم بن قیس، حارث حمدانی

اور اصبح بن نباتہ نے بھی امیر المومنین کے حق کا دفاع کیا اور اس بارے میں حضرت کے دشمنوں سے احتجاج کیا، لیکن شیعوں

میں سب سے پہلے علم کلام میں کس نے کتاب لکھی یہ تحقیقی موضوع ہے، ابن ندیم و ابن شہر آشوب کے مطابق علی بن اسماعیل بن

یثم تار کلام شیعہ کے پہلے مصنف ہیں، انہوں نے اس بارے میں کتاب امامت اور کتاب استحقاق لکھی ہے۔ (۱)

لیکن مرحوم سید حسن صدر علم کلام میں پہلے مصنف عیسیٰ بن روضہ کو جانتے ہیں۔ (۲)

البتہ کلام شیعہ کی قدیم ترین کتاب جو آج بھی دسترس میں ہے، کتاب ”الایضاح“ ہے جس کے مصنف فضل بن شاذان متوفی ۲۶۰

ھ میں جو امام ہادی اور امام حسن عسکری کے صحابی تھے، امام صادق کے دور میں علم کلام نے بھی دوسرے تمام علوم کی طرح

ترقی پائی اور حضرت کے چند شاگرد جیسے ہشام بن حکم، ہشام بن سالم، مومن طاق، فضال بن حسن، جابر بن یزید جعفی وغیرہ اس

موضوع میں سب زیادہ برجستہ اور نمایاں تھے اور اس سلسلہ انہوں نے میں اپنی کتابیں چھوڑی ہیں ان کا دوسرے مکاتب کے

دانشمذوں سے مناظرہ ہوتا تھا، فضل بن شاذان نیشاپوری متوفی ۳۶۰ھ ممتاز ترین شیعہ متکلم تھے، انہوں نے امام رضا امام جواد اور

امام ہادی کے زمانے کو درک کیا ہے اور کلام و عقائد اور منحرف مذاہب

(۱) ابن ندیم گزشتہ حوالہ، ص ۲۴۹، اور ابن شہر آشوب، معالم العلماء، منشورات مکتبۃ الحدیث، نجف ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء ص ۶۲

(۲) تاسیس الشیعہ علوم الاسلام، منشورات الاعلیٰ، تہران ص ۳۵۰

کے خلاف کافی کتابیں لکھی ہیں۔ (۱)

حسن بن نو بختی متوفی ۱۰۳۰ھ شیعہ متکلمین میں سے تھے ان کی جملہ کتابوں میں سے ایک فرق الشیعہ ہے۔ (۲)

ترجمہ و تفسیر  
Translation Movement

-----

(١) نجاشى، فهرست اسماء مصنفى الشيعة، نجاشى مؤسسة الاسلامى تابعة بجامعة المدرسين ، قم ١٤٠٤هـ ، ص ٣٠٦

(٢) فهرست اسماء مصنفى الشيعة، نجاشى مؤسسة الاسلامى التابعة بجامعة المدرسين ، قم ١٤٠٤هـ ص ٦٣

مكتبة آية الله العظمى  
عبدالمجيد باقرى  
Translation Movement



ترجمہ کی تحریک  
Translation Movement



شعیت کے فروغ میں شیعہ شاعروں کا کردار



ترجمہ تحریک  
Translation Movement

شعرا ء اور اشعار کی اہمیت

گزشتہ زمانے میں شعر کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی اشعار اپنے ادبی اور فنی پہلوؤں سے قطع نظر تبلیغی امور کا اہم ترین ذریعہ ہوا کرتے تھے اور جو کام آج اخبار ریڈیو ٹیلی ویژن انجام دیتے ہیں وہ کام اشعار کے ذریعہ لیا جاتا تھا، زمانہ جاہلیت میں عرب قوموں

کے درمیان یہ چیز بہت زیادہ قابل اعتناء تھی کیونکہ وہ فصاحت و بلاغت اور حسن کلام کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ قرآن کے اہم ترین اعجاز کا ایک پہلو اس کی فصاحت و بلاغت ہے، اسی وجہ سے عربوں کے درمیان شعر کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی جیسا کہ بعقوبی کا اس بارے میں کہنا ہے:

عرب لوگ شعر کو علم و حکمت کے برابر اور ہم پلہ جانتے تھے جس وقت کسی قبیلہ میں کوئی نکتہ سخ شاعر اور سخنور ظاہر ہوتا تھا تو اس کے لئے سالانہ کے بازاروں اور مراسم حج جیسے اجتماعات میں شرکت کا موقع فراہم کرتے تھے تاکہ وہ شعر پڑھے اور اس کے شعر کو دوسرے قبیلہ والے سنی اور اس پر فخر کریں، عرب اپنے تمام امور کے لئے شعر کا سہارا لیتے تھے شعر کے ذریعہ دشمنی کرتے تھے شعر کے ذریعہ مثال پیش کرتے تھے شعر کے ذریعہ ایک دوسرے پر افتخار کرتے تھے ایک دوسرے کی عیب جوئی کرتے تھے اور ایک دوسرے کی مدح و ثنا کرتے تھے۔ (۱)

ستیفہ کی تشکیل اور تشیع کی صف علیحدہ ہونے کے بعد عربی اشعار نے اپنی حیثیت محفوظ کر لی اور شعیان علی نے اپنے امر امامت و ولایت میں اپنے نظریات کی وسعت کے لئے اس سے فائدہ اٹھایا اور شیعہ مدافعین ولایت مکتب تشیع کی حقانیت میں کہ جس کا اصلی مقصد خلافت کے باب میں امیر المومنین کی حقانیت کو ثابت کرنا ہے، اشعار کہا اور اس نے تشیع کی وسعت اور فروغ میں اہم رول ادا کیا، زبیر بن بکار جو شیعہ مخالف رجحان رکھتا تھا اس کے باوجود اس نے کچھ اشعار کو ذکر کیا ہے منجملہ اشعار میں سے عقبہ بن ابی

لب کے اشعار میں:  
 ما کنت احب ان الامر منصرف  
 عن ہاشم ثم منھا عن ابی حسن  
 میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ خلافت کو بنی ہاشم سے اور ان کے درمیان ابواحسن (علی) سے چھین لیا جائے گا۔  
 ایس او لی من صلی لبکم

وا علم      الناس      بالقرآن      والتسنن

کیا وہ پہلا شخص نہیں ہے کہ جس نے تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور قرآن و سنت کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

(۱) ابن      واضح      تاریخ      یعقوبی، مشورات      شریف      الرضی، قم، ج ۱، ص ۲۶۲

واقرب      الناس      عہد ابانہی      ومن

جبریل      عون      لہ      فی      النسل      والکفن

کیا وہ آخری فرد نہیں ہے جس نے پیغمبر ﷺ کو دیکھا؟ کیا وہ شخص وہ نہیں ہے کہ جبریل نے پیغمبر کے غسل و کفن میں جس کی

مدد      کی      ہے؟

ما      فیہ      ما      فیہم      لا      یمترون      بہ

ولیس      فی      القوم      ما فیہ      من      احسن

کیوں نہیں اپنے اور علی کے درمیان فرق قائل ہوتے لوگوں کے درمیان کوئی ایسا نہیں ہے جو علی کے مانند فضائل رکھتا ہو۔

ماذا      الذی      ردہم      عنہ      قلعہ

حا      ان      ذاغنا      من      اعظم      الغبن      (۱)

اس سے منصرف ہونے کی علت کیا ہے؟ ان کو اس مطلب سے آگاہ کرو کہ یہ ہمارا بہت بڑا نقصان ہے۔

ائمہ طاہرین بھی شعر کے استعمال کی ضرورت اور اس کے نفوذ سے کاملاً آگاہ تھے اور شیعہ شعراء کا بے حد احترام و اکرام کرتے

تھے، ایک روز کیت اسدی امام باقر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصیدہ میمیہ پڑھنا شروع کیا جس وقت اس شعر پر پہنچے :

وقتیل      با      لطف      غودر      منمحم

(۱) زبیر بن بکار، الاخبار الموفقیات، ثنورات الشریف الرضی، قم، ۱۴۱۶ھ، ص ۵۸۱  
سر زمین طف (کربلا) میں ذلیل اور پست صفت لوگوں کے درمیان انہیں شہید کر دیا گیا جو عظیم تھے۔

امام باقر علیہ السلام نے گریہ کیا اور فرمایا، اے کیت! اگر ہمارے پاس ثروت ہوتی ہم تمہیں عطا کرتے لیکن جو رسول خدا نے حسان بن ثابت کے لئے فرمایا تھا وہی میں تم سے کہتا ہوں جب تک تم ہم اہل بیت کا دفاع کرو گے اس وقت تک روح القدس کے

ذریعہ تمہاری تائید ہوتی رہے گی۔ (۱)

اسی طرح امام صادق فرماتے ہیں: اے شیعو! اپنی اولاد کو عبدی (۲) کے اشعار سکھاؤ کیونکہ وہ خدا کے دین پر ہیں۔ (۳)

اسی وجہ سے حقیقت گو شعراء شیعوں اور دوستداران پیغمبر کے نزدیک قابل احترام و اعتبار تھے جیسا کہ ابن المعمر نے نقل کیا ہے  
قم کے لوگ پچاس ہزار درہم سا لائے شیعہ شاعر دعبل خزاعی کو ادا کرتے تھے۔ (۴)

### تفصیلات

(۱) مسعودی علی بن الحسین، مروج الذهب، ثنورات مؤسسة الاعلیٰ للطبوعات بیروت، ج ۳، ص ۲۵۴

(۲) عبدی امام صادق کے اصحاب میں سے تھے ان کا نام رجال کشی میں صفیان بن مصعب اور ان کی کنیت ابو محمد ذکر ہوتی ہے

شیخ طوسی، اختیار معرفة الرجال، مؤسسة آل البيت لاحیاء التراث، قم، ۱۴۰۴ھ، ج ۲، ص ۷۰۴، ابن شراشوب نے صفیان بن مصعب

کو اہل بیت کے شعراء کے طبقہ میں ذکر کیا ہے اور شعراء کے طبقہ میں (جابر) اس کے نام کو غلطی سے علی بن حاد عبدی کے نام

سے ذکر کیا ہے

(معالم العلماء، ثنورات المطبعتا بحیدریہ، النجف، ۱۳۰۸ھ، ص ۱۵۱/۱۵۲)

(۳) ابن شراشوب ، گزشتہ حوالہ ، ص ۱۴۷

(۴) ڈاکٹر شوقی ہنیف تاریخ الادب العربی العصر العباسی الاول، دارالمعارف ، مصر، ص ۳۲۱  
اسی بنا پر شیعہ شعراء بنی عباس اور بنی امیہ جیسے دشمن حاکموں کی طرف سے مقتل آزار و اذیت کا شکار تھے، کمیت بن زید بن اسدی نے جو اشعار اہل بیت کی مدح اور ان کے غم میں کہے تھے اس کی بنا پر بنی امیہ نے ان کو زندان میں ڈال دیا (۱) سدیف بن میمون (۲) نے محمد نفس زکیہ کی مدح میں اشعار کہے تھے۔ (۳) جس کی بنا پر منصور عباسی کے غضب کا نشانہ بنے مدینہ کے حاکم عبد الصمد بن علی نے منصور کے حکم سے سدیف کو زندہ در گور کر دیا۔ (۴)  
اسی طرح ابراہیم بن ہرمہ جو شیعوں کے شیریں سخن شعراء میں سے تھے اور اہلیت کی مدح میں کافی اچھے اشعار کہے تھے جس وقت وہ منصور عباسی کے دربار میں داخل ہوئے منصور نے ان سے تذلجہ میں کہا: اگر اس کے بعد ایسے اشعار کہے جو ہماری پسند کے نہ ہوئے تو تم کو قتل کر دوں گا۔ (۵)

(۱) ابو الفرج اصفہانی ، الاغانی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج ۱، ص ۸۔  
(۲) سدیف بن میمون امام سجاد کے مداح اور ماننے والوں میں سے تھے، ابن شراشوب نے آپ کو اہلیت کا چاہنے والا اور میانہ رو لوگوں کی فرست میں قرار دیا ہے انہوں ہی نے پہلے عباسی خلیفہ سفاح کو بنی امیہ کے باقی افراد کے قتل پر اپنے اشعار کے ذریعہ تحریک کیا تھا، امین، سید محسن ، اعیان الشیعہ دارالتعارف للمطبوعات، بیروت، ج ۱، ص ۱۶۹  
(۳) یہ امام حسن کے پوتوں میں سے تھے اور آپ کے باپ عبد اللہ بن حسن ثنی تھے بنی امیہ کے آخری دور میں، بنی ہاشم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن امام صادق کا خیال یہ تھا کہ ان کا کام انجام کو نہیں پہنچے گا، عباسیوں کے خلافت پر آنے کے بعد عباسی خلیفہ کے دوسرے دور میں منصور نے مدینہ میں قیام کیا لیکن عباسی طاقت کے سامنے وہ شکست کھا گئے اور قتل ہو گئے )

(۴) ابن عبد ربہ اندلسی، العقد الفرید، دار احیاء التراث العربی بیروت، ج ۵، ص ۴۲-۴۳

(۵) اسد حیدر، امام صادق و مذاہب اربعہ، دار الکتب عربی بیروت، طبع سوم، ۱۴۰۳ھ، ج ۱، ص ۲۵۲

ہاں بہت سے شاعر ایسے بھی تھے جو جان کی پروا نہیں کرتے تھے جان کو خطرے میں ڈال کر اشعار کہتے تھے، جیسے دجل کہتے ہیں

پچاس سال سے پھانسی کے پھندے کو گلے میں ڈالے پھر رہا ہوں کوئی نہیں ہے جو مجھے پھانسی دے۔ (۱)

غیت صغریٰ تک کے شیعہ شعراء

جیسا کہ پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ تقیفہ کی تشکیل کے پہلے ہی روز سے شعراء کے درمیان ایسے حقیقت گو شعراء پیدا ہوئے کہ جنہوں

نے اپنی نوک زبان کے ذریعہ مکتب تشیع کا دفاع کیا امیر المومنین کے دور حکومت میں جنگ جمل و صفین میں ان عراقی شعراء کے

علاوہ کہ جو میروان علی میں سے تھے حضرت کے بہت زیادہ اصحاب جیسے عمار یاسر، خزیمہ بن ثابت، ابو ایوب انصاری، ابن عباس

وغیرہ نے امیر المومنین کے حق کے دفاع میں اشعار پڑھے۔

بنی امیہ کے دور میں بھی چند شعراء نے خاندان پیغمبرؐ سے اپنی وابستگی کا ثبوت دیا لیکن بنی امیہ کے زمانے میں بنی عباس کے زمانے

کی بہ نسبت کم شعراء تھے کیونکہ بنی امیہ کے زمانہ میں شیعہ معاشرہ پر شدید گھٹن کا چھایا ہوا حاکم تھا جیسا کہ ابوالفرج اصفہانی کا بیان

ہے: وہ شعراء جو بنی امیہ کے دور میں تھے انہوں نے امام حسینؑ کے مرثیہ میں کم اشعار کہے ہیں۔ (۲)

(۱) الکلیتہ، ڈاکٹر مصطفیٰ، الادب فی موبک الحضارہ الاسلامیہ، کتاب الشعراء، دار الکتب اللبنانیہ، ص ۱۶۲-۳۶۳

(۲) ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، مشورات شریف الرضی، قم، ص ۱۲۱

جس وقت کیت اسدی نے قبیلہ بنی ہاشمی مدح و ثنا کی تو عبداللہ بن معاویہ نے کہ جو جعفر طیار کی اولاد میں سے تھے بنی ہاشم کو

مخاطب کر کے کہا: اے بنی ہاشم! جس وقت لوگ تمہاری فضیلت بیان کرنے سے سکوت اختیار کئے ہوئے تھے اس وقت کیت

نے تمہارے بارے میں اشعار کہے اور بنی امیہ کے مقابلہ میں اپنی جان کی بازی لگا دی یہی اشعار ان کے گرفتاری کا باعث بنے اور انہیں شہید کر دیا گیا۔ (۱)۔

ان سے پہلے فرزدق بھی امام سجادؑ کی مدح و ثنا کرنے کی بنا پر بنی امیہ کے زندان میں گرفتار ہو چکے تھے۔ (۲)

بنی عباس کا دور میں حقیقت گو شعراء کے لئے بہت زیادہ حساس تھا لیکن چونکہ شیعہ معاشرہ بنی عباس کے دور میں وسیع ہو چکا

تھا لہذا بنی امیہ کے زمانہ کی بہ نسبت ان پر کم کنٹرول ہو سکا آہستہ آہستہ جب بنی عباس کمزور ہو گئے تو مکتب شیعہ کے دفاع میں بہت

سے شعراء ظاہر ہوئے جیسا کہ ڈاکٹر ثوقی ضیف کا کہنا ہے: ”عباسیوں کے دوسرے دور میں بہت سے شیعہ اشعار کہے گئے اور

شیعہ شعراء اس دور میں دو گروہ میں بٹے ہوئے تھے ایک علوی شعراء دوسرے غیر علوی شعراء۔ (۳)

شیعہ شعراء کی تعداد کے بارے میں بزرگ دانشور ابن شہر آشوب، علی خان شیرازی اور مرحوم علامہ امینی نے تحریر کیا ہے، لیکن اس

سلسلے میں جامع ترین کارنامہ سید محسن

(۱) ابو الفرج اصفہانی، الاغانی، راحیاء التراث العربی، بیروت، ج ۱، ص ۸۔

(۲) قطب الدین راوندی، الخراج و البراج، مؤسسہ امام المہدی، قم، طبع ۱۴۰۹ھ، ج ۱، ص ۲۶۷۔

(۳) ضیف، ثوقی، تاریخ الادب العربی العصر العباسی الثانی، دار المعارف، بصرہ، ص ۳۸۶۔

امین نے انجام دیا ہے کہ شیعہ شعراء کو ان کے سال وفات کے ساتھ ۳۲۹ھ یعنی غمیت صغریٰ کے خاتمہ تک ایک ایک کا ذکر کیا

ہے۔

شیعہ شعراء مرحوم سید محسن امین کے مطابق درج ذیل میں -

برجہ شیعہ

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام حضرت فاطمہ زہراء بنت رسول اللہ  
فضل بن عباس ، م ، ۱۲ ، یا ۱۵ ھ ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب  
حضرت عباس بن عبد المطلب ، م ۳۲ حضرت حسن بن علی -  
حضرت حسین بن علی علیہ السلام عبد اللہ بن عباس ، ۶۸ ھ  
عبد اللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبد المطلب ، ش ، ۱۳۵ ھ  
ام حکیم بنت عبد المطلب ، پہلی صدی عمار بن یاسر ۳۷ ھ  
نابتہ جدی قیس بن عبد اللہ ، پہلی صدی ابو الیثم بن تیحان انصاری ۳۷ ھ  
خزیمہ بن ثابت ذو الشہادین ۳۷ ھ اروی بنت عبد المطلب  
عبد اللہ بن بدیل بن ورقا الخزاعی خزیم بن فاتک اسدی  
صعصعہ بن صوحان العبیدی ، پہلی صدی لبید بن ربیعہ عامری ، م ۱۳۷ ھ  
کعب بن زہیر السلی ، م ۱۴۵ ھ حجر بن عدی کندی ، م ۱۴۷ ھ  
کعب بن مالک انصاری ، پہلی صدی قیس بن سعد انصاری ، م ۶۰ ھ  
مندر بن جارود عبیدی ، م ۶۱ یا ۶۲ ھ سلیمان بن سرد خزاعی ، ش ۶۵ ھ  
اخف بن قیس تمیمی ، م ۶۷ یا ۶۸ ھ عدی بن حاتم طائی ، م ۶۸ ھ  
ابو الطفیل عامر بن واثلہ کنانی ہاشم مرقال ، ش ۳۷ ھ  
مالک اشتر ، ش ۳۸ ، یا ۳۹ ھ ثابت بن عجلان انصاری  
نجاشی قیس بن عمرو حاثی ، شاعر اہل عراق قیس بن فمدان کندی ، م ۱۴۷ ھ



شریک بن حارث اعور ، م ۱۰ھ سحیة بن عریض ، پہلی صدی  
جریر بن عبد اللہ بجلی ، پہلی صدی رباب زوجہ امام حسین  
ام البنین فاطمہ کلابیہ زوجہ امیر المومنین عبید اللہ بن حر جعفی ، پہلی صدی  
ثنی بن محرمہ عبدی ، پہلی صدی ابو دبیل جمحی ، پہلی صدی  
ابو الاسود الدؤلی ، م ۶۹ھ عقبہ بن عمر و سحمی  
عبد اللہ بن عوف بن احمر مسیب بن نجدة الفزازی ش ۶۵ھ  
عبد اللہ بن سعد بن نفیل ، ۱۵ھ عبد اللہ ابن خنسل طائی  
عبد اللہ بن وال تمیمی ش ۱۵ھ رفاعہ بن شداد بجلی ش ۱۶ھ  
اعشی حمدان ، پہلی صدی ابراہیم اشتر ، ش ۶۶ھ  
ایمن بن خریم اسدی ، م ۹۰ھ فضل بن عباس بن عقبہ بن ابی لہب  
ابو الریح خزاعی ، م ۱۰۰ھ خالد بن معدان الطائی ، م ۱۰۳ھ  
کثیر عزہ ، م ۱۰۵ھ فرزدق حمام بن غالب تمیمی ، م ۱۰ھ  
سفیان بن مصعب عبدی ، م ۱۲۰ھ زید بن علی ابن الحسین ش ۱۲ھ  
سلیمان بن قتیبہ عدوی ، م ۱۲۶ھ کیت بن زید اسدی ، م ۱۲۶ھ  
متعل بن کیت ، دوسری صدی یحییٰ بن یعمر ، م ۱۲۷ھ  
فضل بن عبد الرحمن بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب ، م ۱۲۹ھ  
مالک بن اعین جحفی ، دوسری صدی کے درمیان

ورد بن زید برادر کیت م ، ۴۰هـ ابراهیم بن حسن ، ۴۵هـ  
قاضی عبد اللہ بن شبر مہ کوفی ، ۴۲هـ موسی بن عبد اللہ ، دوسری صدی  
سدیف بن میمون ، ۴۷هـ زرارہ بن اعین م ، ۵۰هـ  
محمد بن غالب بن حنبل کوفی ، دوسری صدی  
ابراہیم بن حرمت ، ۵۰هـ عبد اللہ بن معاویہ از نسل جعفر طیار  
ابو ہریرہ اجلی ، دوسری صدی ابو ہریرہ الابرار م ، دوسری صدی  
قدامت سعدی جعفر بن عفان طائی ، ۵۰هـ  
ابو جعفر مومن طاق دوسری صدی جبری شریک بن عبد اللہ نخعی ، دوسری صدی  
علی بن حمزہ نخعی کسائی م ، ۸۹هـ منصور نمری ، دوسری صدی جبری  
معاذ بن مسلم ہرہ م ، ۸۸هـ عبد اللہ بن غالب اسدی  
مسلم بن ولید انصاری ، دوسری صدی جبری ، ابو نواس ، متولد ، ۹۸هـ  
سید حمیری م ، ۹۹هـ علی بن عبد اللہ خوانی تیسری صدی  
عبد اللہ علی مرانی تیسری صدی جبری عبد اللہ بن ایوب حربی  
شیخ مانی ، تیسری صدی جبری قاسم بن یوسف کاتب تیسری صدی  
اشجج بن عمر و سلمی ، ۱۰۰هـ محمد بن وہب حمیری تیسری صدی  
ابو دلف عجبی ، م ۱۵۵هـ ابو طالب قمی ، تیسری صدی جبری  
ابو تمام حبیب بن اوس طائی دیک ابن تیسری صدی جبری

ابراہیم بن عباس صولی ، م ۳۳۲ھ ابن سکیت یعقوب بن اسحاق  
ابو محمد عبد اللہ بن عمار برقی ، م ۳۵۵ھ دعل بن علی خزاعی ، م ۳۶۶ھ  
محمد بن عبد اللہ خزاعی عبد اللہ بن محمد خزاعی تیسری صدی  
حسین بن دعل خزاعی ، تیسری صدی موسی بن عبد الملک ، م ۳۶۶ھ  
احمد بن خلاد اشروی ، تیسری صدی جبری احمد بن ابراہیم، تیسری صدی  
بکر بن محمد سخوی م ۳۸۸ھ احمد بن عمران اخفش  
ابو علی حسین بن ضحاک ، م ۳۵۰ھ محمد بن اسماعیل صمیری ، م ۳۵۵ھ  
فضل بن محمد تیسری صدی کے درمیان حانی علی بن محمد ، م ۳۶۰ھ  
داؤد بن قاسم جعفری ، م ۳۶۱ھ ابن رومی علی بن عباس ، م ۳۸۳ھ  
بحتری ، ولید بن عبید طائی ، م ۳۸۲ھ شریف محمد بن صالح تیسری صدی  
نصر بن نصیر حلوانی ، تیسری صدی علی بن محمد بن منصور بن بام  
احمد بن عبید اللہ ، م ۳۳۱ھ خبزارزی بصری نصر بن احمد  
خجاز البلدی محمد بن احمد چوتھی صدی احمد بن علویہ اصفہانی ، م ۳۲۰ھ  
ابو بکر محمد بن حسن درید ، م ۳۲۱ھ محمد بن احمد بن ابراہیم طباطبائی حسنی  
محمد بن مزید بو شنجی ، م ۳۲۵ھ علی بن عباس نوبختی ، م ۳۲۹ھ  
منہج بصری محمد بن احمد ، م ۳۲۷ھ یا ، ش ۳۲۷ھ  
شیعوں کے ممتاز اور ناماندہ شعراء

ہر دور میں چند معروف شعراء شیعہ کے نام سے مشہور تھے جو شیعہ اشعار کے زرین دور کے نمائندے تھے اور انہوں نے خود کو خاندان پیغمبر ﷺ کی ولایت و دوستی میں محو کر دیا تھا من جملہ ان شعرا میں کیت بن زید اسدی، کثیر عزم، فرزدق اور سید حمیری کہ جو بنی امیہ کے دور میں تھے ابن عبد ربہ کا کہنا ہے: کیت ا و کثیر تند وغالی شیعوں میں سے تھے۔ (۱)

کیت کے فرزند مستل نے کہا ہے: (میرے باپ) کیت نے موت کے وقت آخری بار آنکھ کھولی تو تین بار کہا: اللہم آل محمد (۲)

ابن معمر کا بیان ہے: سید حمیری نے علی کے تمام معروف فضائل کو شعر میں جمع کیا ہے۔ (۳)

ابوالفرج اصفہانی کہتے ہیں: سید حمیری کے اکثر اشعار بنی ہاشم کی مدح اور ان کے دشمنوں کی سرزنش میں ہیں بنی ہاشم کی مدح میں تیس سو قصیدہ ان سے نقل ہوئے ہیں۔ (۴)

اسی وجہ سے شیعوں کے نزدیک سید حمیری کا مقام بہت بلند تھا اور مسجد کوفہ میں ان کے لئے ایک خاص مسند تھی۔ (۵)

پہلے عباسی دور میں دو بزرگ شاعر منصور نمری اور دعبل خزاعی شیعوں کے دوزودگو

(۱) ابن عبد ربہ اندلسی، عقد الفرید، ج ۵، ص ۲۹۰
(۲) ابوالفرج اصفہانی، مقال، الطالین، ج ۱، ص ۴۰
(۳) ابوالفرج اصفہانی، مقال، الطالین، ج ۱، ص ۲۴۱
(۴) ابوالفرج اصفہانی، مقال، الطالین، ج ۱، ص ۲۴۱
(۵) ابن عبد ربہ اندلسی، عقد الفرید، ج ۴، ص ۳۲۰

اور برجہ شاعر تھے ہارون رشید نے نمری کے قتل کرنے کا دستور دیا تھا لیکن وہ ان کی موت سے پہلے انہیں نہیں پکڑ سکا۔ (۱)

ڈاکٹر مصطفیٰ کلثوم کا دہل کے بارے میں کہنا ہے: دہل اہل بیت پیغمبرؐ کی مدح کرتے تھے اور اہل بیت اطہار جن صفات کے اہل تھے ویسے وہ اشعار میں توصیف کرتے تھے نیز بنی امیہ و بنی عباس کی سرزنش و مذمت کرتے تھے اور اگر وہ ان کو موت سے ڈراتے تھے تو کہتے تھے کہ میں پچاس سال سے پھانسی کے پھندے کو گردن میں ڈالے پھر رہا ہوں مگر کوئی نہیں ہے جو مجھے پھانسی دے۔ (۲)

ڈاکٹر ثوقی ضیف کا اس بارے میں کہنا ہے: عباسیوں کے دوسرے دور (۳) میں بہت زیادہ شیعہ شعراء نے اشعار کہے ہیں ان میں سے بعض اشعار علوی شعراء کی جانب سے کہے گئے ہیں اور بعض کو تمام شیعہ شعراء نے کہا ہے اس دور میں اہم ترین علوی شعراء محمد بن صالح علوی حمانی اور محمد بن علی کہ جو عباس بن علی کے پوتوں میں سے تھے محمد بن علی نے متوکل کے زمانے میں اپنے اشعار میں اپنے باپ دادا پر افتخار کیا ہے اور شیعہ نظریوں کو اپنے اشعار میں پیش کیا۔ (۴)

(۱) اسد حیدر، الامام الصادق المذاہب الاربعہ، دارالکتب العربیہ بیروت، طبع سوم، ۱۴۰۳ھ، ج ۱ ص ۵۴، ذہر الآداب کے نقل کی

بنا، پر، ج ۳ ص ۷۰

(۲) الادب فی موبک الحضارہ الاسلامیہ، کتاب الشعر، دارالکتب اللبنانیہ، ص ۱۶۲-۱۶۳

(۳) عباسیوں کا دوسرا دور مقتضی کے زمانہ میں تیسری صدی ہجری کے آغاز سے ترکوں کے عباسیوں کے دربار میں آنے سے

شروع ہوا ہے

(۴) تاریخ العرب العربی العصر العباسی الثانی، دارالمعارف، مصر، ص ۳۸۶

شیعہ شعراء کا میدان

شیعہ شعرا نے مختلف میدانوں میں اشعار کہے ہیں ان عناوین کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے:

(۱) غاصین حقوق اہل بیت کے مقابلہ میں احتجاج

شیعہ شعراء اور اہل سخن، ہنیفہ کی تشکیل سے ہی حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کی ولایت کے معتقد تھے، ان کی مظلومیت کا نوحہ پڑھتے تھے، ان کے حق کا دفاع کرتے تھے ان کی کوشش تھی کہ جس راستے کو رسول اکرمؐ نے دکھایا ہے اسے لوگوں کے سامنے نمایاں کریں اس بارے میں مشہور ہے کہ سب سے پہلے شیعہ شاعروں کے لئے کیت اسدی نے راستہ کھولا، علامہ امینی نے اس بات کی نسبت جا حظ کی طرف دیتے ہوئے فرمایا ہے: کیت اسدی کا لفظ معتقد ہونے سے بھی پہلے شیعہ صحابہ اور تابعین جیسے خزیمہ بن ثابت، ذوالشہادتین، عبد اللہ بن عباس، فضل بن عباس، عمار یاسر، ابوذر غفاری، قیس بن سعد انصاری، ریعہ بن حارث بن عبد المطلب، عبد اللہ بن ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب، زفر بن زید بن حذیفہ، نجاشی بن حارث بن کعب، جریر بن عبد اللہ بجلي، عبد اللہ بن جنبل نے اپنے اشعار کے ذریعہ حق امیر المؤمنین کا دفاع کیا ہے (۱) جن لوگوں نے سب سے پہلے امیر المؤمنین کے دفاع میں شعر کہے ہیں ان میں عبد اللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبد المطلب ہیں۔ شیخ مفید نقل فرماتے ہیں: جس وقت رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوئی عبد اللہ

(۱) الغدیر، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ج ۱ ص ۱۹۱

بن ابی سفیان مدینہ میں نہ تھے جب مدینہ آئے دیکھا کہ لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی ہے تو آپ نے مسجد کے وسط میں کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے:

ما کنت احب ان الا امر متقل  
عن ہاشم ثم منھا عن ابی احسن

میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ خلافت کو بنی ہاشم سے اور وہ بھی ابو احسن علیؑ سے چھین لیا جائے گا۔

ابن اول من صلی لقبہم  
و اعرف الناس بالآثار والسنن (۱)

(۱) کتاب الجمل ، شیخ مفید ، مکتب الاعلام الاسلامی مرکز نشر ، ص ۱۱۸  
اس شعر کے شاعر کے بارے میں مؤرخوں کے درمیان اختلاف ہے شیخ مفید نے اس شعر کو عبد اللہ بن ابوسفیان بن حارث بن عبد  
المطلب سے منسوب کیا ہے ، ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ اشعار الاصابہ فضل بن عباس بن عتبہ بن ابی المہلب کے ہیں ، موید الدین خوارزمی  
نے اپنی کتاب مناقب میں ان اشعار کو عباس بن عبد المطلب جو پہنبر کے چچا ہیں ، ان سے نسبت دی ہے ، شریف رضی نے اپنی  
کتاب المجالس میں ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کی طرف نسبت دی ہے قاضی یحناوی اور نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں ان کی  
نسبت حسان بن ثابت کی طرف دی ہے زبیر بن بکار نے کہا ہے کہ یہ اشعار ابو لہب کے بیٹوں کے ہیں ، قاضی نور اللہ نے ابن حجر  
کے نظریہ کو رد کیا ہے اور کہا ہے : ان اشعار کو متقیفہ سے پہلے کہا گیا ہے اور وہ فضل بن عباس بن عتبہ نہیں ہے کیونکہ وہ بعد میں  
پیدا ہوا تھا لہذا ان اشعار کو کہنے والا فضل تھا لیکن وہ فضل بن عتبہ بن ابی المہلب ہے ، ہر حال یہ اختلاف نظر جاری بحث میں کوئی  
اثر نہیں رکھتا کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ ان اشعار کا پڑھنے والا شیخہ تھا ۔  
سید علی خان شیرازی ، الدرجات الرفیعة فی طبقات الشیخہ ، منشورات مکتبۃ بصیرتی ، قم ، ص ۱۹۳  
کیا وہ تمہارے قبلہ کی طرف رخ کرے نماز پڑھنے والے پہلے شخص نہیں ہیں اور آثار و سنن کو سب سے زیادہ جاننے والے نہیں  
ہیں۔

اسی طرح چند دوسرے شعراء نے بھی حقانیت علی کے دفاع میں اشعار کہے ہیں فضل بن عباس اپنے اشعار کے ضمن میں اس  
طرح کہتے ہیں :

الا ان خیر الناس بعد محمد  
وصی النبی المصطفیٰ عند ذی الذکر

آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کے نزدیک محمد مصطفیٰ کے بعد ان کے جانشین (حضرت علیؑ) سب سے بہتر ہیں۔

واول من صلیٰ وصنو نبیہ

واول من اردی الغواہ لدی بدر (۱)

وہ سب سے پہلا نماز گزار اور پیغمبر ﷺ کے بھائی میں انہوں نے بدر میں سمگاریوں کو عقب نشینی پر مجبور کر دیا تھا۔

مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب نے جنگ صفین میں اصحاب علیؑ کو خطاب کرتے ہوئے کہا:

یکم وصی رسول اللہ قائدکم

وصحرو و کتاب اللہ قد نشرا (۲)

(۱) سید علی خان شیرازی ، الدرجات الرفیعة فی طبقات الشیخ، ص ۱۴۳

(۲) سید علی خان شیرازی ، الدرجات الرفیعة فی طبقات الشیخ، ص ۱۸۷

تمہارے درمیان رسول خدا کا جانشین تمہارا قائد و فرمانروا ہے جو رسول کا داماد بھی ہے اور کتاب خدا کی تفسیر کرنے والا بھی۔

فضل بن عباس بن عتبہ بن ابی الہب پہلی صدی ہجری کے آخری مشہور شعراء میں سے تھے، ابن عبد ربہ نے نقل کیا ہے: جس وقت

ولید بن عبد الملک کعبہ کا طواف کر رہا تھا تو فضل بن عباس زمزم کے کنویں سے پانی کھینچ رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

یا ایھا السائل عن علی

تسال عن بدرنا بدری



اے علی کے بارے میں سوال کرنے والے کیا توجہ بدر میں شریک ہونے والے بنی ہاشم کے ماہ کامل بارے میں پوچھ رہا ہے؟

مردہ      د      فی      المجد      البطحی  
سالہ تہرتہ      مضنی      (۱)

ایک با فضیلت مرد کے شرف میں تم شک کر رہے ہو یا اس کے سابقہ اسلام کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟! جنہوں نے حقانیت امیر المومنین کے دفاع میں سب سے پہلے اشعار کہے ہیں ان میں ایک عورت بھی ہے جس کا نام (ام مطح بن اثاثر ہے) مورخین نے نقل کیا ہے کہ ابوبکر و عمر نے علی سے زبردستی بیعت لینے پر سختی کا مظاہرہ کیا تو ام مطح مسجد میں آئی

(۱) ابن عبد ربہ اندلسی، العقد الفرید، دار احیاء التراث العربی، بیروت ج ۵، ص ۵۷ اور قبر پیغمبر ﷺ جانب رخ کر کے یہ اشعار پڑھے:

قد کان بعدک انباء وھینتہ  
لو کنت شاہد حالک لم تکثر انخطب

آپ کے بعد وہ حوادث و اختلافات وجود میں آئے اگر آپ ہوتے تو ایسا نہ ہوتا  
انا فھدناک فھدناک فھدناک فھدناک

فاخل قومؤ فاشھد ہم ولا تغب (۱)

ہم نے آپ کو ہاتھ سے کھو دیا جیسے پانی زمین کی تہوں میں غائب ہو جاتا ہے آپ کی قوم نے رخصت ایجاد کیا، گواہ رہیے گا اور غافل نہ ہوئے گا۔

وہ شعراء جنہوں نے علیؑ کے دفاع میں زبان احتجاج کھولی، ان میں ایک عظیم شاعر اور ادیب ابو الاسود دوئلی بھی تھے جو بصرہ کے محلہ قبیلہ بنی قیشر میں زندگی بسر کرتے تھے اس محلہ میں عثمانی رہتے تھے جو ابو الاسود دوئلی کے ہم خیال نہیں تھے اسی وجہ سے وہ ان کو اذیت دیتے تھے اور رات میں ان کے گھر پر پتھر مارتے تھے انہوں نے اس طریقہ سے لوگوں کا جواب دیا ہے :

یتول الارذلون بنو قشیر  
طوال الدھر لا ثنی علیا

بنی قشیر جیسے پست لوگ کہتے ہیں کہ زمانے کے گزرنے کے ساتھ علیؑ کو کیوں فراموش نہیں کرتے؟!

(۱) ابن ابی الحدید، شرح النج البلاغہ، دارالکتب العربیہ ، مصر، ج ۶، ص ۲۳  
نقلت لحم کیف یكون ترکی  
من الأعمال مفروضاً علیاً

میں نے ان سے کہا جو اعمال مجھ پر علیؑ کے حوالے سے واجب ہیں، ان کو کیسے ترک کر دوں۔

احب محمد اجاباً شد یدا

و عباساً و حمزہ و لوصیا

میں محمدؐ کو بے حد دوست رکھتا ہوں، اسی طرح عباس، حمزہ اور ان کے وصی علیؑ کو۔

بنی عم النبی واقراً یہ

احب الناس کلھم ایلنا

پینمبر کے چاکی اولادیں اور ان کے قرابتدار تمام لوگوں میں سب سے زیادہ میرے لئے عزیز و محبوب ہیں۔

فان یٰ خجتم رشداً صبه

ولت بختی ء ان کان غیا

اگر ان کی دوستی ہدایت ہے تو میں حاصل کر چکا ہوں اور اگر یہ دوستی بے فائدہ ہے تو بھی میں نے کوئی ضرر نہیں کیا۔

هم اهل النصیة غیر الثأ

واهل مودتی مادمت حیا

بے شک وہ لوگ اہل نصیحت میں اور جب تک زندہ ہوں وہ میرے دوست ہیں۔

رایت اللہ خالق کل شی

عدا هم و اجنبی منعم نیا

خدا کو تمام چیزوں کا خالق جانتا ہوں، اس نے ان کی ہدایت کی ہے اور ان کے درمیان سے محمد ﷺ کو منتخب کیا ہے۔

ولم یخص بجا احداً سوا هم

هنیام اصطفاه لهم مزیاً (۱)

ان کے علاوہ کسی کو اس سے مخصوص نہیں کیا یہ انتخاب خدا کا انہیں کو مبارک ہو۔

یہاں تک کہ بنی امیہ کے آخری زمانے میں بہت سے بزرگ اور معروف شاعر جیسے کمیت اسدی، کثیر عذہ اور سید حمیری جو علی بنی

ولایت میں ڈوبے ہوئے تھے حضرت کی حقانیت اور دفاع میں اشعار کہے ہیں:

(۲) شیعہ شعراء کا بنی امیہ اور بنی عباس کے شعراء سے مقابلہ

دوسرا موضوع کہ جس پر شیعہ شعراء نے اشعار کہے ہیں وہ بنی عباس اور بنی امیہ کے شعراء کے جواب میں ہیں ۵۷ھ کے بعد عثمان

کا قتل ہوا، بنی امیہ نے اپنے برے اہداف کو حاصل کرنے کے لئے اور امیر المومنین کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے کے لئے

بطور اسلحہ اشعار کا سے استفادہ کیا سب سے پہلے جس نے حضرت کے خلاف شعر کہا وہ عثمان

(۱) ابو الفرج اصفہانی ، الاغانی ، دار احياء التراث العربی، بیروت ، ج ۱۲، ص ۳۲۱

کا ماموں ولید بن عقبہ ہے کہ جس کو قرآن نے فاسق کہا ہے، اس نے بنی ہاشم خصوصاً حضرت علیؑ کو عثمان کا قاتل اور اموال کی

غارت گری سے متم کیا ہے اور کہا ہے :

بنی حاشم ردا سلاح ابن الحکم

ولا تحبوه لا تحل نخبہ

بنی ہاشم اپنے بھانجوں کے اسلحہ واپس کر دو ان کے مال کو غارت نہ کرو کیونکہ ان کا مال تم پر حلال نہیں ہے۔

بنی ہاشم کیف الحوادة بیننا

وعند علی درعہ ونخبہ

بنی ہاشم ہمارے اور تمہارے درمیان کیسے دوستی ہو سکتی ہے؟ جبکہ عثمان کا اونٹ اور زرہ علیؑ کے پاس ہے۔

بنی ہاشم کیف التودد منکم

ابن اروی فیکم وحرابہ (۱)

ابن ہاشم ہم کیسے تم سے دوستی کریں؟ جب کہ ابن اروی (عثمان) کے نیزے تمہارے پاس ہیں۔

اس موقع پر عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے اس کا جواب دیا اور اپنے اشعار میں اس طرح کہا:

فلا تسألون سیکم ان سیکم

اضیع والقا ہ لدی الروع صاحبہ

ہم سے اپنی تلواروں کو نہ مانگو کیونکہ جب اس کا مالک ڈر گیا تو اس کو پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا۔

وشبہ کسریٰ وقد کان مثله

شیخا بکسریٰ حدیہ و ضرائبہ

تم نے ان کو کسریٰ سے تشبیہ دی ہے وہ واقعا اس کے مثل تھے اور ان کی سواری اور مال کسریٰ سے مشابہ تھے۔

منا علیٰ انخیر صاحب خیر

وصاحب بدر یوم سالت کتائبہ

علیٰ سراسر خیر میں اور ہم میں سے میں اور فاتح بدر و خیر میں جب دشمن کے سپاہی ان کے مقابلہ میں آئیں۔

وکان ولی الامر بعد محمد

علیٰ وفی کل المواطن صابہ

محمد کے بعد ولی امر علیٰ میں جو تمام جنگوں میں پیغمبرؐ کے ہمراہ تھے۔

وصی النبی المصطفیٰ وابن عمہ

واول من صلی ومن لان جانبہ (۱)

وہ مصطفیٰ کے جانشین اور ان کے چچا کے بیٹے میں نیز وہ سب سے پہلے ناز گزار ہیں اور بہت خوش اخلاق ہیں۔

(۱) سید علیٰ خان شیرازی ، الدرجات الرفیعة فی طبقات الشیخہ ، ص ۱۸۸

دوسری مرتبہ جب اس نے حضرت امیر المومنین کے خلاف شعر کہے اور اپنے بھائی عمارہ بن ولید کو کوفہ میں خط لکھا تو حضرت

علیٰ کے خلاف تحریک چلانے کے لئے اس طرح کہا :

ان بی غنی فی عمارہ صادقاً  
بنم ولا یطلب بذل ولا وتر

اگر میرا گمان عمارہ کے بارے میں سچ ہے تو وہ سو رہا ہے اور (عثمان کی) خون خواہی کے بارے میں سعی نہیں کر رہا ہے۔

بیت واوتاد ابن عفان عنده  
منجھتین انخونق والتصر

وہ آرام سے سو رہا ہے حالانکہ عثمان کے قاتل اس کے نزدیک خونق اور قصر کے درمیان نیمہ لگائے ہیں۔

تمشی رخی البال تشر تشر القوی  
کاناً لم تمع بقتل ابی عمر

آمودہ خاطر اور جہانی صحت و سلامتی کے ساتھ راستہ چل رہے ہو جیسا کہ تم نے قتل ابو عمرو (عثمان) کو سنا ہی نہیں۔

الا ان خیر الناس بعد ثلاثہ  
قبل التجیبی الذی جاء من مصر (۲)

(۱) سید علی خان شیرازی الدرجات الرفیعة فی طبقات الشیخہ ص ۱۸۹

(۲) ابن ابی الحدید، شرح نج البلاغ، ج ۲ ص ۱۱۴

آگاہ ہو جاؤتین افراد کے بعد بہترین شخص وہی ہے کہ جس کو تجیبی نے مصر سے آکر قتل کیا ہے۔

اس موقع پر ان اشعار کا جواب فضل بن عباس بن عبدالمطلب نے اس طرح دیا:

اطلب ثاراً لمن ولا ل

وما لابن ذکر ان الصفوری والوتر

کیا تم اس کے خوں خواہ ہو جس کے ساتھ تمہاری کوئی رشتہ داری نہیں ہے ابن ذکر ان صفوری کہاں؟ اور خوں خواہی عثمان کہاں؟!

کما افتخرت بنت ابحار با تمھا

وتھی اباحا اذا تسامی اولو الفخر

تمہاری مثال اس نخر کی طرح ہے جو مقام فخر میں اپنے باپ گدھے کو تو بھول گیا ہے مگر اپنی ماں گھوڑی پر افتخار کرتا ہے۔

الا ان خیر الناس بعد نبیہم

وصی النبی المصطفیٰ عند الذکر

آگاہ ہو جاؤ؟ پیغمبر کے بعد خدا کے نزدیک نبی اکرم کے جانشین سب سے افضل میں۔

واول من صلی وصفو فیہ

واول من اردی لغواہ لدی بدر (۱)

(۱) ابن ابی الحدید، شرح النج البلاغہ، ج ۲، ص ۱۱۴

وہ پہلا نماز گزار اور نبی کا بھائی ہے اور اسی نے سب سے پہلے بدر میں ظالموں کو بھگایا۔

جنگ جمل میں بنی امیہ کے طرفدار اور عثمانی افراد اپنی تحریک کی تائید میں اور اپنے دوستوں کو جوش دلانے کے لئے رجز پڑھتے

تھے اصحاب امیر المؤمنین بھی ان کے مقابلہ میں جواب دیتے تھے جواب دینے والوں میں عمار یاسر اور مالک اشتر تھے، مثلاً قبیلہ

بنی ضبہ کے چند افراد جو عائشہ کے اونٹ کو گھیرے میں لئے ہوئے اونٹ کی لگام پکڑے تھے اور قتل ہو رہے تھے آخری آدمی

نے جب اونٹ کی لگام پکڑی تو اس طرح کہا:

نخن بنو ضبہ اصحاب اصحاب

نخی ابن عفان باطراف

ہم بنی ضبہ یاران جل میں اور اپنے نیزوں کے ذریعہ عثمان کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔

ردوا علینا شیخنا ثم بجل (۱)

ہمارے بزرگ کو ہماری طرف صحیح و سالم پٹا دو۔

مالک اشتر اس کی طرف دوڑے اور اس طرح کہا:

کیف نردۃ نثلاً وقد قتل

سارت بہ ام المنایا ورحل (۲)

(۱) کتاب البجل ، شیخ مفید ، مکتب الاعلام الاسلامی مرکز نشر ، ص ۱۱۸

(۲) کتاب البجل ، شیخ مفید ، مکتب الاعلام الاسلامی مرکز نشر ، ص ۱۱۸

ہم کس طرح نعل کو پلٹائیں جب کہ وہ سرگیا ہے اور بدن پر تلواریں لگنے کی وجہ سے مر گیا ہے یہ کہہ کر اس کو ضربت لگائی اور اس کو

قتل کر دیا۔

جنگ صفین میں جنگ کی مدت طولانی ہونے کی وجہ سے فوجی تصادم و پیکار کے علاوہ دونوں فوجوں میں شعری مقابلہ برقرار تھا، نصر

بن مزاحم نے مالک اشتر، خزیمہ بن ثابت، فضل بن عباس، قیس بن سعد، عدی بن حاتم، عمرو بن حنم خزاعی، جبر بن عدی کنذی نعمان

بن عجلان انصاری، محمد بن ابی سبرہ قریشی، مغیرہ بن حارث بن عبد المطلب جذب بن زہیر ابو زہید طائی، احمر شاعر عراق، ابو جہتہ بن

غزیرہ انصاری وغیرہ جیسے بزرگوں کے اشعار کو نقل کیا ہے کہ جنہوں نے اہل شام کے شعراء کے مقابلہ میں شعر کہے:



نور امیر المؤمنین نے عمرو عاص جیسے افراد کے جواب میں شعر کہا ہے، ابن ابی الحدید کا کہنا ہے، صفین میں اہل عراق کے منجملہ شاعروں میں سے ایک نجاشی تھا کہ جن کو حضرت علی نے حکم دیا تھا کہ اہل شام کے شعراء مثل کعب بن جحیل اور اسی کے مانند

دوسروں کا مقابلہ کرے۔ (۱)  
 (۳) مرثیہ گوئی

دوسرے اہم ترین موضوعات جن پر شیعہ شعرا نے اپنی سخنوری میں بہت ہی وسیع پیمانہ پر طبع آزمائی کی ہے اور شعر کہے ہیں وہ خاندان پیغمبر کی مصیبت کو یاد دلانا اور شہداء کے

(۱) ابی الحدید، شرح، نوح البلاغہ، ج ۴، ص ۸۷  
 لے مرثیہ ہے یہ موضوع ۶۱۰ امام حسین کی شہادت کے بعد وجود میں آیا اس سلسلہ میں دو حصہ میں گفتگو کی گئی ہے۔  
 (الف) امام حسین اور شہدائے کربلا کے مرثیہ

آغاز اسلام سے آج تک تاریخ اسلام میں واقعہ کربلا سے زیادہ دردناک واقعہ پیش نہیں آیا چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ابھی تک مومنین کے دلوں میں اس کی تاثیر موجود ہے اس زمانے سے اہل بیت کے چاہنے والوں نے اپنی توانائی کے مطابق اس سلسلے میں اشعار کے

حادثہ کربلا کے بارے میں بہت زیادہ اشعار پہلی صدی ہجری کے اختتام بعد اور بنی امیہ کا زوال کے دور میں کہے گئے ہیں جیسا کہ ابو الفرج اصفہانی کا بیان ہے کہ بہت سے متاخرین شعراء نے امام حسین کے لئے مرثیہ کہے ہیں، بحث کے طویل ہونے کی وجہ سے ہم ان اشعار کو ذکر نہیں کر سکتے، لیکن بنی امیہ کے دور میں بنی امیہ کی طرف سے سختی کی بنا پر اس وقت کے شعراء نے امام حسین کے بارے میں بہت کم مرثیہ کہے ہیں۔ (۱)

جیسے عبداللہ بن حربہ امام حسین کا مرثیہ کہنے کی وجہ سے ابن زیاد کی زیادتی کا نشانہ بنے اور فرار کرنے پر مجبور ہوئے۔ (۲)  
 اگرچہ پہلی صدی ہجری ہی میں امام حسین کے بارے میں کافی اشعار کہے گئے

(۱) مقال الطالین، نشورات الشریف الرضی، طبع دوم، ۱۴۱۶ھ، ۱۳۷۲ھ، ش، ص ۱۲۱

(۲) ابی مخنف، مقتل الحسین، تحقیق حسن غفاری، قم، طبع دوم، ۱۳۶۴ھ، ش، ص ۲۴۵

میں لیکن ان کا حجم دوسری صدی ہجری میں کہے گئے اشعار کی بہ نسبت بہت کم ہے، سب سے پہلے بنی ہاشم کی داغ دیدہ خواتین نے اپنے عزیزوں کے بارے میں مرثیہ کہے ہیں، جس وقت امام حسین کی خبر شہادت مدینہ پہنچی بنی ہاشم زینب بنت عقیل سے نالہ و

شیون کرتی ہوئی باہر نکل آئیں ان کی زبان پر یہ اشعار تھے:

ماذا تقو لون اذ قال النبی کلم

ماذا فعلتم واتم آخر الامم

پیغمبرؐ کو کیا جواب دو گے جب تم سے پوچھیں گے کہ اے آخری امت! تم نے کیا کیا؟

بعترتی و باحلی بعد منقذی

نصف اساری و نصف ضرر و جوابدم

میرے مرنے کے بعد میرے اہل بیت کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا؟ ان میں سے نصف کو اسیر کیا اور نصف کو خون میں نہلا

یا۔

ما کان هذا جزائی اذ نصحت کلم

ان تخلصونی بشر نی ذوی رحمی (۱)

کیا میری یہی جزا تھی؟! کہ میں تمہاری ہدایت کروں اور تم میرے اہل بیت کے ساتھ بد رفتاری کرو۔  
من جلد دل خراش مرثی میں سے شہدائے کربلا کے بارے میں سب سے زیادہ

الحسین، ص ۲۲۷-۲۲۸

(۱) مقتل

(۲) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، نشرات شریف الرضی، قم، طبع دوم، ۱۴۱۶ھ، ۱۳۷۷ھ، ص ۹۰

دل خراش مرثیہ جناب ابو الفضل العباسؑ کی والدہگرامی جناب ام البنین کا مرثیہ ہے ابو الفرج اصفہانی نقل کرتے ہیں: حضرت

عباسؑ کے فرزند عبید اللہ کا ہاتھ پکڑ کر جناب

ام البنین بقیع جاتی تھیں، مدینہ کے لوگ ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے تھے اور ان کے مرثیہ پڑھنے سے روتے تھے، مروان بن حکم

جیسا شخص بھی اس بانو کے مرثیہ پر رو پڑا۔ (۲)

جناب ام البنین کے مرثیہ کے اشعار یہ تھے:

یا من رای العباس کر علی جاہیر التقد

اے وہ لوگو! کہ جس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میرا عباس کس طرح پست صفت لوگوں پر حملہ کرتا تھا۔

ووراء من ابناء حیدر کل لیث ذی لب

اس کے پیچھے فرزندان حیدر شیر کے مثل کھڑے رہتے تھے۔

انبت ان ابی اصیب براسہ مقطوع ید

مجھے خبر دی گئی ہے کہ جب اس کے ہاتھ قلم ہو گئے تب سر پر گرز لگا۔

وتیل علی شبلی اما لبراسہ ضرب العمد

افس میرے بیٹے کے سر پر گزرگراں پڑا۔  
 لوکان سیئنی فی ید یئی لمادنا مناً احد (۱)  
 (اے عباس! اگر تیرے ہاتھ میں تلوار ہوتی تو تیرے پاس کوئی نہیں آتا۔

(۱) غناری، حسن، ذیل کتاب مقتل الحسین ابی مخنف، قم، ۳۶۲ھ، ص ۱۸۱  
 جس وقت کربلا کے اسیروں کا کارواں مدینہ کی جانب چلا اور مدینہ کی گلیز دیک پہنچا تو امام زین العابدین نے پہلے بشیر بن جذلم کو مدینہ  
 بھیجا اور بشیر نے ان اشعار کے ساتھ اسیران اہل بیت علیہم السلام کے مدینہ میں داخلہ کی خبر دی:  
 یا اہل یثرب لا مقام لکم بھا  
 قتل الحسین فاد معی مدرار  
 اے اہل مدینہ! اب یہ جگہ تمہارے رہنے کے قابل نہیں رہی حسین قتل کر دیے گئے ان پر آنو بہاؤ۔

ا بحم منہ  
 والرأس منہ علی لقتاة یدار (۲)

ان کا جسم کربلا کی زمین پر خون میں غلٹاں اور ان کا سر نیزہ کے اوپر بلند تھا۔  
 شاعروں کے درمیان خالد بن معدان، عقبہ بن عمرو، ابوالرمیح خزاعی، سلیمان بن قتہ عدوی، عوف بن عبد اللہ احمر ازدی اور عبید اللہ بن  
 حز پہلی صدی ہجری کے شعراء میں جنہوں نے مرثیہ گوئی کی ہے اور امام حسین کی مصیبت میں اشعار کہے ہیں جس وقت خالد بن  
 معدان نے شام میں حضرت کاسر نیزہ پر دیکھا تو یہ اشعار پڑھے:  
 جاؤ ا براسک یا ابن بنت محمد

مترلاً بد ما ء تر میلا

(۲) ابن طاؤس، لھوف، ترجمہ محمد دز فلی، موسسہ فرہنگی و انتشاراتی انصاری، قم، طبع اول ۱۳۷۸ھ، ص ۲۸۴

اے نواسہ رسول! آپ کے سر کو خون میں ڈوبا ہوا لائے۔

و کاتبک یا ابن بنت محمد

قتلوا جھار اعدین رسول

اے محمد کے نواسے! تمہیں علی الاعلان قتل کر کے چاہتے ہیں کہ پیغمبر سے انتقام لیں۔

قتلوا عطفانا و لم یترقبوا

فی قتلک التنزیل والتاویلا

آپ کو پیسا قتل کیا اور آپ کے قتل میں قرآن کی تاویل و تنزیل کی رعایت نہیں کی۔

و بکبرون بان قتل

قتلوا بک التکبیر و التحلیل (۱)

جب آپ قتل ہوئے تو تکبیریں بلند کیں حالانکہ آپ کے قتل ساتھ تکبیر و تحلیل کو بھی قتل کر دیا۔

گزشتہ شعراء میں عبید اللہ بن حر ہیں کہ جنہوں نے امام حسین کی مصیبت میں مرثیہ کہا ان کے مرثیہ کا پہلا شعر یہ ہے:

یتو ل امیر غادر ای غادر

آلا کنت قائمت الشہید بن فاطمہ

خان کا امیر، بخان کا بیٹا مجھ سے کہتا ہے کہ تم نے کیوں فاطمہ کے شہید فرزند

(۱) الامین، سید محسن، اعیان الشیخہ دارالتعارف للمطبوعات، بیروت (بی تا) ج ۱ ص ۲۰۲۳

کے ساتھ جنگ نہیں کی؟

ابن زیاد نے جس وقت ان اشعار کو سنا عبید اللہ کے پیچھے بھاگا اس نے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی جان بچائی۔ (۱)

سلیمان بن قتہ من جملہ اہم ترین مرثیہ کہنے والوں میں سے تھے ان کے اشعار یہ ہیں:

مرثیہ علیٰ ابیات آل محمد

فلم

میں آل محمد کے گھروں کی جانب سے گزرا اور ان کو پہلے کی طرح بھرا ہوا نہیں پایا۔

و کانوا رجاء ثم صاروا رزیۃ

و قد عظمت تلؤ الزایا و جلت

آل محمد امید کا گھر تھے اور بعد میں مصیبت کا محل بن گئے اور وہ بھی بزرگ اور عظیم مصیبتیں۔

الم تران الشمس ارضت مریضہ

لفقد حسین والبلاد اقترت

کیا تم نہیں دیکھتے سورج شہادت حسین سے مریض ہو گیا ہے اور شہر افسردہ

(۱) ابی مخنف، مقتل حسین، ص ۲۴۵

ہو گئے ہیں۔

و قد اعولت تبکی السماء لفقده

وانجھا ناحت علیہ و صلت (۱)

کیا تم نہیں دیکھتے آسمان نے امام حسینؑ پر گریہ و نالہ کیا اور ستاروں نے نوحہ پڑھا اور درود بھیجا۔

پہلی صدی ہجری کے بعد اموی حکام کا دباؤ عباسیوں کے ساتھ اختلاف و ٹکراؤ کی وجہ سے کم ہوا اور آخر کار امیوں کا عباسیوں کے

ہاتھوں خاتمہ ہوا ائمہ اطہار نے امام حسینؑ کی مرثیہ گوئی کو زندہ کیا اور بزرگ شعرا جیسے کمیت اسدی، سید حمیری، سفیان بن مصعب

عبدی، منصور نمری اور عبد جبار خزامی ائمہ کے حضور میں امام حسینؑ کی مصیبت میں اشعار پڑھتے تھے۔

جیسا کہ سفیان بن مصعب عبدی نے نقل کیا ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا امام نے خادموں سے فرمایا: ام فروہ

سے کہو وہ آئیں اور سنیں ان کے جدا مجد پر کیا گزری، ام فروہ آئیں اور پشت پر پردہ بیٹھ گئیں، اس وقت امام صادقؑ نے مجھ سے

فرمایا: پڑھو میں نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا قصیدہ اس بیت سے شروع ہوتا ہے:

فرو جودی بد معنی المکوب

اے فروہ اپنی آنکھوں سے آنسو بہاؤ

(۱) ابو الفرج اصفہانی، مقاتل الطالین، ص ۱۲۱

اس موقع پر ام فروہ اور تمام عورتوں کی آواز گریہ بلند ہو گئی۔ (۱)

اسی طرح ابو الفرج اصفہانی، اسماعیل تمیمی سے نقل کرتے ہیں کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ سید حمیری امام سے اجازت

لے کر داخل ہوئے امام نے اہل خانہ سے فرمایا: پشت پر پردہ بیٹھ جائیں، اس کے بعد سید حمیری سے امام حسینؑ کی مصیبت میں مرثیہ

پڑھنے کو کہا، سید نے ان اشعار کو پڑھا:

امر علی جدث الحسین نقل لا عظمہ الزکیہ  
 امام حسین کی قبر کی طرف سے گذر تو ان کی پاک ہڈیوں سے کہو ۔  
 یا اعظما لزلت من وثقا و ساکبہ روتیہ  
 اے ہڈیو سلامت رہو اور مسلسل سیراب ہوتی رہو۔  
 فاذا مرت بقبرہ فاطل بہ وقف المصلیۃ  
 جس وقت ان کی قبر کے پاس سے گذرنا اوٹوں کے مانند دیر تک ٹھہرنا ۔  
 و اباً المظھر للمظھر والمظھرۃ والقیۃ  
 امام مظھر کو حسینؑ مظھر پر گریہ کراؤ ۔  
 کبکاء معولہ ات یومالواحدھا المنیۃ  
 اور تمہارا گریہ ایسا ہو جیسے ماں اپنے فرزند کی لاش پر روتی ہے۔  
 راوی کتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ امام کی آنکھ سے آنسو جاری ہیں اور گھر سے بھی

(۱) علامہ امینی ، عبد الحسین ، الغدیر ، دار الکتب الاسلامیہ ، تہران ، ج ۲ ص ۲۹۴-۲۹۵

رونے کی آوازیں بلند ہیں۔ (۱)

کبھی کبھی دوسرے لوگ بھی جیسے فضیل رسان، ابو ہارون مکنوف وغیرہ سید حمیری کے اشعار امام جعفر صادق کی خدمت میں پڑھتے تھے اور حضرت کو رلاتے تھے، ابن قولویہ کے مطابق امام صادق نے اپنے صحابی ابو عمار سے کہا: عبدی کے مرثیہ کے اشعار

جو امام حسین کے بارے میں میں میرے سامنے پڑھو۔ (۲)



دعبل خزاعی نے امام حسین کے لئے بہت سے مرثیہ کے اشعار کہے ہیں امام رضا علیہ السلام اپنے جد کا مرثیہ پڑھنے کے لئے ان

کو بلاتے تھے۔ (۲)

(ب) اولاد پیغمبر اور دیگر تمام شہداء کے لئے مرثی

دل سوختہ شیعہ شاعر جس وقت جناب مسلم بن عقیل اور حانی بن عروہ کے حالات کا مشاہدہ کرتا ہے تو یہ اشعار اس کی زبان پر جاری

ہو جاتا ہے:

اذا كنت لا تدري ما الموت فانظري

الى حاني فاني السوق وابن عقیل

اگر نہیں جانتے کہ موت کیا ہے تو ابن عقیل اور حانی کے ساتھ بازار کی سیر کرو اور دیکھو۔

(۱) علامہ امینی، عبد الحسین، الغدير، دار الكتب الاسلاميه، تهران، ج ۲ ص ۲۳۵

(۲) علامہ امینی، عبد الحسین، الغدير، دار الكتب الاسلاميه، تهران، ج ۲ ص ۲۹۵

(۳) مسعودی، علی ابن الحسین، مروج الذهب، ثورات لا علمی للمطبوعات، طبع اول ۱۳۱۶ھ، ج ۳ ص ۳۲۷، رجال ابن داؤد، ثورات

رضی، قم، ص ۹۲

الى بطل قد حشم اليف وجم

وآخريهوى فاني طارقيل

ایک جوان مرد کی صورت کو تلواروں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور دوسرے کو بالاخانہ سے گرا کر شہید کر دیا گیا۔

اصابحا امر الایمر فاصباحا

احادث من یعی بکل سیل

امیر کے حکم سے وہ ان مصیبتوں میں مبتلا میں اور ان کی خبریں مسافروں کی زبان پر جاری ہے۔

تری جد اوقد غیر الموت لوند

وضج دم قد سال کل میل

تم جس جسم کو دیکھ رہے ہو موت نے ان کا رنگ بدل دیا ہے اور ہر طرف سے خون بہہ رہا ہے

ایترک اسماء المہاجج آمنأ

وقد طلبتہ مذ حج بذحل (ا)

کیا قبیلہ اسماء ہماج امان میں رہ سکتے ہیں؟ حالانکہ قبیلہ مذجج قصاص کے درپے ہیں۔

شاعر اعشی حمدان نے طولانی قصیدہ کے ضمن میں شداء تو امین کے بارے میں اس طرح کہا ہے:

(ا) مسعودی ، علی بن الحسین ہروج الذهب ج ۳ ص ۱

توجہ من دون ثیة سائرا

الی ابن زیاد فی المجموع الکتاب

تمام فوجی دستہ ثیہ کی طرف سے ابن زیاد کی طرف روانہ ہوئے ۔

فی اخیر بئش للعراق واحله

تیتیم روایا کل احم ساکب (ا)

اسے عراق کے بہترین سپاہ! تم نے ہر ابرباراں کو سیراب کیا ہے ۔

اسی طرح شیعہ شعراء نے زید بن علی کے بیٹے یحییٰ اور امام حسن کے فرزند کہ جنہوں نے عباسیوں کے دور میں قیام کیا تھا اور شہید ہو گئے تھے ان کے بارے میں شعر کہے ہیں، اسی طرح علی بن عبد اللہ خوانی، شیخ مدنی، شیخ بن عمرو سلمیٰ اور ابوطالب قمی جیسے شعراء نے امام رضا کے بارے میں مرثیہ لکھا ہے۔ (۲)

لیکن امام حسین کے بعد آل ابوطالب کے شہداء میں سب سے زیادہ اشعار یحییٰ بن عمر طالبی کے بارے میں کہے گئے ہیں انہوں نے ۳۸ھ میں قیام کیا اور محمد بن عبد اللہ ابن طاہر کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ (۳)

مسعودی کا بیان ہے: دور اور نزدیک والوں نے ان کے حال میں مرثیہ کہا ہے چھوٹے اور بڑے ان پر روئے ہیں۔ (۴)

(۱) مسعودی ، علی بن الحسین ، مروج الذهب ج ۳ ص ۱۱۰

(۲) الامین، سید محسن ، اعیان الشیعہ، ص ۱۶۰

(۳) مسعودی ، علی بن الحسین ، مروج الذهب ج ۴ ص ۱۵۹-۱۶۰

(۴) مسعودی ، علی بن الحسین ، مروج الذهب ج ۴ ص ۱۶۲

ابو الفرج اصفہانی کا بیان ہے کہ آل ابی طالب کے فرزندوں میں کہ جو عباسیوں کے دور میں قتل ہوئے ہیں یحییٰ بن عمر طالبی سے

سے زیادہ کسی کے بارے میں اشعار و مرثیہ نہیں کہے گئے ہیں۔ (۱)

(۲) خاندان پیغمبر کے فضائل و مناقب

دوسری صدی ہجری کے بعد شیعہ شعراء زیادہ تر فضائل امیر المومنین میں شعر کہتے تھے اور اس کے ذریعہ مذہب تشیع کی ترویج اور

حضرت علی کی جانشینی اور امامت سے لوگوں کو آگاہ کرتے تھے، اس سلسلہ میں فرزدق، کیت اسدی، حمیری، سفیان بن مصعب

عبدی اور دعل خزامی سب سے آگے تھے۔

سید حمیری نے اپنی زندگی کو فضائل علی بیان کرنے لئے وقف کر دیا تھا یہ اپنے دور میں مکتب تشیع کے بزرگ ترین مبلغ تھے، اسی وجہ سے شیعوں کے نزدیک ان کا بہت زیادہ احترام ہے، ابو الفرج اصفہانی کے بقول انہوں نے تیس سو، ۲۳۰۰ قصیدے بنی ہاشم کی مدح میں کہے ہیں اور کوئی بھی شعرا اہل بیت کی مدح اور دشمنوں کی سرزنش سے خالی نہیں ہے، اسی طرح ابو الفرج اصفہانی کہتے ہیں: سید حمیری کو فہ میں سلیمان بن مران معروف بہ اعمش کے گھر جاتے تھے اور ان سے فضائل علی سنتے تھے اور ان کو لکھنے کے بعد شعر میں قلم بند کرتے تھے۔

ابن معمر کا بیان ہے: سید حمیری نے حضرت علی کے تمام فضائل کو شعر میں تبدیل

(۲) ابو الفرج اصفہانی ، مقال الطالبین ، ص ۵۱۱

کر دیا ہے اور جس مجلس میں آل محمد کا ذکر نہیں ہوتا تھا وہاں جلدی خستہ ہو جاتے تھے، چنانچہ ایک شخص نے نقل کیا ہے کہ میں عمرو بن علاء کے پاس بیٹھا تھا کہ سید حمیری تشریف لائے ہم لوگ روزمرہ کی گفتگو میں سرگرم تھے سید اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے

اور جانے لگے اور جب ان سے اس کا سبب معلوم کیا گیا تو اس طرح جواب دیا:

انی لاکرہ ان اطلیل مجلس

لا ذکر فیہ لفضل آل محمد

میں جس مجلس میں رہوں اس میں اگر آل نبی کا ذکر نہ ہو تو وہاں میرے لئے بیٹھنا باعث کراہت ہے۔

لا ذکر فیہ لأحمد و وصیہ

و بنیہ ذلہ مجلس لظف ردی

جس مجلس میں احمد اور ان کے جانشین نیز ان کی اولاد کا ذکر نہ ہو وہ مجلس بے ارزش ہے۔

ان الذی یناھم فی مجلس

حتی یفارقہ لغیر مدد (۱)

جس نے ان کو اپنی مجلس میں بھلا دیا ہے وہ بغیر فائدہ کے اس مجلس سے جائے گا۔ اسی طرح ایک روز کوفہ کے امراء میں سے کسی نے ان کو گھوڑا اور کچھ تحفہ عطا کیا انہوں نے ہدیہ لیا اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور کوفہ کے محلہ کنا سے آئے اور شیعوں کو مخاطب

(۱) ابو الفرج اصفہانی، مقال الطالبین، ص ۲۴۲

کر کے کہا: اے علی! والو! اگر کوئی علی کے فضائل میں سے ایسی فضیلت پیش کرے کہ جس کے بارے میں میں نے شعر نہ کہا ہو تو میں یہ گھوڑا اور یہ تحفہ اس کو بخش دوں گا لوگوں نے ہر طرف سے مولا علی کی فضیلت کو بیان کرنا شروع کیا اور انہوں نے اس فضیلت کے بارے میں جو شعر کہا تھا اسے پڑھ کر سنایا ان میں سے کسی نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: ایک روز علی نے چاہا اپنی نعلین پہن کر گھر سے باہر تشریف لے جائیں ایک نعلین پہنی تھی کہ عتاب (ایک پرندہ) آیا اور اپنی منقار (چونچ) سے دوسرے پیر کی نعلین کے آسمان کی طرف چلا گیا اور دوبارہ وہاں سے اس نعلین کو نیچے گرایا کہ جس ایک کالا سانپ نکلا اور سوراخ میں چلا گیا پھر حضرت نے اس نعلین کو پہنا، اس وقت سید حمیری نے تھوڑی دیر سوچا اور کہا: میں نے اس کے متعلق ابھی تک کوئی شعر نہیں کہا ہے اس وقت اس شخص کو گھوڑا اور تحفہ بخش دیا اور یہ اشعار کہے:

الا یا قوم للعجب العجاب

بخت ابی احسن وللجباب

اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ ابو احسن کی نعلین کا یہ عجیب و غریب کارنامہ ہے۔

عدو من عدا ة ابجن وغد

بعید فی المراد ہ من صواب

کہ علی دشمنوں میں سے ایک جن نے کہ جو کم عقل اور راستے سے منحرف ہے۔

اتی خفآہ اناب فیہ

لینش رجہ منہ بناب

علی کی نعلین میں خود کو چھپایا تاکہ انہیں گزند پہنچائے۔

لینش خیر من ركب المطایا

امیر المؤمنین ابا تراب

اس بہترین شخص کو گزند پہنچائے جو چار پایوں پر سوار ہوتا ہے یعنی امیر المؤمنین ابو تراب کو۔

فخر من السام لہ عقاب

من العقبان او ثبہ العقاب

اس وقت آسمان سے ایک عقاب یا عقاب کی شیبہ کوئی پرندہ نیچے آیا۔

وددفع عن ابی حسن علی

نقیع سامہ بعد انیاب (۱)

اور اس پر حملہ آور ہوا اس طرح سے ابوالحسن علی سے زہرا وشر دفع ہو گیا۔

سیان بن مصعب عبدی کا شمار منجملہ ان شعراء میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے اپنی عمر کو ذکر علی میں صرف کر دیا، علامہ امینی ان کے

بارے میں کہتے ہیں: آل محمد کے علاوہ کسی کی مدح میں میں نے ان کے ایک شعر بھی نہیں دیکھے، خاندان پیغمبر کے فضائل و

مناقب کی حدیثیں امام صادق سے یاد کرتے تھے اور فوراً ان کو شعر کے قالب میں ڈھال لیتے تھے۔ (۱)  
ابن شہر آشوب نقل کرتے ہیں: امام صادق نے فرمایا: اے گروہ شیعہ! اپنی اولاد کو عبدی کے اشعار کی تعلیم دو کیونکہ وہ دین خدا پر  
میں۔

(۱) ابو الفرج اصفہانی ، مقاتل الطالین، ص ۲۴۱-۲۴۲

(۲) ابو الفرج اصفہانی ، مقاتل الطالین، ص ۲۹۵

(۵) خاندان پیغمبر کے دشمن کی ہجو

دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے ایک راستہ تبلیغ ہے جو آج کی دنیا میں ارتباط کی صورت میں پورے طور پر رائج اور معمول ہے۔ گذشتہ

زمانے میں بھی شعر کے دائرے میں تبلیغ کے سلسلہ میں مہم ترین تاثیر قائم تھی، شیعہ شعرا نے بھی اپنے اشعار کے ذریعہ اصل تشیع کا

دفاع کیا ہے اور دشمنان اہل بیت کی ہجو کی ہے نیز موقع و مناسبت سے کچھ شعر کہہ کر اپنے دشمن کو ذلیل کیا اور ان کی کمر توڑ دی

ہے، معاویہ، ولید بن عقبہ و عمرو بن عاص جیسے لوگ جو دشمن خدا و رسول تھے بارہا شعرا نے بنی ہاشم کی طرف سے مورد ہجو قرار پائے

میں، ایسے شعراء کہ جو نہیں چاہتے تھے کہ ان کے نام آئیں کہ جس کی وجہ سے مظر عام پر بنی امیہ انہیں نقصان پہنچائیں انہوں نے یزید

کی موت کے بعد یزید کی ہجو اور مذمت کر کے شیعوں کے دل کو ٹھنڈا کیا اور اس طرح کہا:

یا ایھا القبر

ضممت شز الناس اجمعینا (۱)

اے وہ قبر! جو حواریں میں ہے! دنیا کے سب سے بدترین آدمی کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، (حواریں ایک شہر ہے جہاں یزید کی

قبر ہے)

منزلہ بنی امیہ کی مذمت اور ہجو میں بہترین اشعار کیت بن زید اسدی کے میں

(۱) سعودی، علی بن الحسین، مروج الذهب، منثورات موسسہ الاعلیٰ للطبوعات بیروت طبع اول، ۱۴۱۵ھ، ج ۳ ص ۶۵

جو انہوں نے بنی امیہ کے بارے میں کہے ہیں:

فصل لبنی امیہ حیث حلوا

وان خفت المصحّد والتطیعا

بنی امیہ جہاں کہیں بھی ہوں ان سے کہو کہ تلوار، تازیانہ سے ڈریں۔

اجاع اللہ من اشعثموہ

واشع من بجورکم اجیعا

خدا اے بھوکا رکھے جسے تو نے سیر کیا ہے اور خدا انہیں اسیر کرے جو تمہارے ظلم کی وجہ سے بھوکے رہے ہیں۔

مہرضی الیاسۃ حاشی

کیون ریحا (۱) حیالانۃ

بنی ہاشم کی پسندیدہ سیاست امت کے لئے بہار زندگی فراہم کرنا ہے۔

ڈاکٹر شوقی ضیف کا بیان ہے: شیعہ عراق، خراسان اور حجاز میں کیت کے اشعار کو ایک دوسرے تک منتقل کرتے تھے اسی

سبب سے امویوں اور ان کے حاکم یوسف بن عمر ثقفی نے کیت کی جانب سے شدید خطرہ کا احساس کیا۔ (۲)

ابو الفرج اصفہانی نے کیت کے بارے میں کہا ہے: بنی امیہ کے طرف سے سختی اور پابندی کے دور میں ہر لحاظ سے کیت

اسدی شیعوں میں بہت بڑے شاعر تھے وہ شعرا ء



(۱) حافظ ابی عثمان عمرو بن بحر، البیان والتبيين، مطبعة التبليغ، التاليف والترجمة والنشر، قاہرہ، طبع اول، ۳۶۷ھ، ۱۹۴۸ء ج ۳ ص

۳۶۵

(۲) الشعر و طوابعه الشبيبة علی مَر العصور، دار المعارف، قاہرہ، ص ۳۶

جو علی کے دشمن تھے اور بنی امیہ کے طرفدار تھے اور خاندان پیغمبر کے خلاف شعر کہتے تھے، ان کا جواب دینے سے باز نہیں

آتے تھے -

حکیم بن عباس کلبی جس نے علی کی جھوکی تھی اور قحطانیوں میں اس کا ثار ہوتا تھا، کیت نے اس پر شدت سے حملہ کیا اور اس کے اشعار کو بزرگان قریش اور عدنانیوں کے مد مقابل قرار دیا اور اس طرح اس کی جھوکی اور اس کو مغلوب کیا۔ (۱) کبھی کبھی شعراء بنیہ نام لئے حکومتی شعرا کا جواب دیتے تھے اور ان کو ذلیل و رسوا کرتے تھے، سعید بن حمید جو متعین کے دور حکومت میں تھا اور حضرت علی و خاندان پیغمبر کا دشمن تھا مختلف مواقع پر شیعہ شعراء کی جانب سے مورد جھو قرار پایا۔ اسی طرح شاعری کے اس دور میں علی بن ہجم جو ناصبی اور امیر المومنین کا دشمن تھا، علی بن محمد بن جعفر علوی جو شیعہ شاعر تھے، انہوں نے اس کی جھوکی اور اس کے نسب سے انکار کیا اور کہا: سامتہ بن لوی کی جانب اس کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

ابن زیاد کی جھو میں ابو الاسود دوئی کہتے ہیں:

اقول وذاك من جزع و و جد

ازل اللہ ملہ بنی زیاد

غم واندوہ کی بنیاد پر کہتا ہوں خدا ابن زیاد کی حکومت کو نیست و نابود کرے۔

وابعدہم با غدروا و خانوا

کما بعدت و قوم عاد (۲)

(۱) ابو الفرج اصفہانی، الاغانی ج ۱، ص ۳۶

(۲) مسعودی، علی بن الحسین، مروج الذهب، ج ۳، ص ۸۱

اور ان کو ان کی جیلہ و خیانت کی وجہ سے اس طرح ہلاک کرے جس طرح قوم عاد و ثمود ہلاک ہو گئی۔

بنی عباس کے ایک قاضی نے ید حمیری کی گواہی فخط شیعہ ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کی تو ید حمیری نے اس کی جھوٹ میں اس

طرح کہا:

ابو ابن سارق سارق ابن النبی

وانت ابن بنت ابی جدر

تیرا باپ پینغمبرہ کی بھینٹوں کا چرانے والا ہے اور تو جدر کی بیٹی کا بیٹا ہے۔

و سخن علی رغنئی الرافضون

لأهل الضلالہ والمکدر (۱)

اور ہم تیرے خیال اور نظریہ کے مطابق رافضی ہیں یعنی اہل ضلالت و گمراہی کو ترک کرنے والے ہیں۔

ابونعامہ دقتی کوفی تیسری صدی ہجری کے ان شعراء میں سے ہیں کہ جنہوں نے اپنے اشعار کے ذریعہ بنی عباس کے بزرگان کی جھو

کی ہے اور ان کی طرف برے کاموں کے ارتکاب کی نسبت دی ہے آخر میں وہ عباسی حکومت کے ایک ترک سردار کے ذریعہ

جس کا نام مفلح تھا قتل کر دئے گئے۔ (۲)

والحمد لله رب العالمین

(١) علامه ايمنى ، عبد الحسين ، الغدير ، ص ٢٥٦

(٢) تاريخ الادب العربى العصر العباسى الثانى، دار المعارف، مصر، ص ٣٨٨.



تحريك الترجمة  
Translation Movement